(ترمیم شدہ ایڈیشن)

مطالعۂ پاکستان

برائے جماعت دہم

گوہر پبلشرز

11 - اُردو بازار لاہور
دکان : +92-42-37358161, 37352492
دکان فیکس : +92-42-37112248
ای میل : goharpublisher@gmail.com
: www.goharpublishers.com

مارکیٹنگ آفس
+92-42-37361291
اسلام آباد
+92-51-5401917
5762090
5199306
کراچی
+92-21-32639320

مانچسٹر
+78-15020944
دبئی
+971-4-2348321

جملہ حقوق بحق گوہر پبلشرز 11 اردو بازار لاہور محفوظ ہیں۔

اس کتاب کا کوئی حصہ نقل یا ترجمہ نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اسے ٹیسٹ پیپرز، گائیڈ بکس، خلاصہ جات، نوٹس یا امدادی کتب کی تیاری میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

منظور کردہ: پنجاب کریکولم اتھارٹی، وحدت کالونی، لاہور بمطابق: مراسلہ نمبر PCA/12/164 مورخہ 06-12-2012

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
باب 6	تاریخِ پاکستان-II	1
باب 7	پاکستان کے خارجہ تعلقات	34
باب 8	معاشی ترقی	62
باب 9	آبادی، معاشرہ اور پاکستان کی ثقافت	108
باب 10	تحفظِ نسواں	143

مصنف: پروفیسر (ر) آفتاب احمد ڈار

ڈیزائننگ: وقاص جاوید

ایڈیٹر: محمد امتیاز عارف

تیار کردہ: گوہر پبلشرز 11 اردو بازار لاہور

تاریخ اشاعت	ایڈیشن	طباعت	تعداد اشاعت	قیمت
فروری 2020ء	اوّل	اوّل	1,20,000	

باب 6

تاریخِ پاکستان-II
(History of Pakistan-II)

تدریسی مقاصد:

اس سبق کے مطالعے سے طلبہ اس قابل ہوسکیں گے کہ وہ:

1- پاکستان میں 1971ء سے 1977ء کے دوران معاشی اصلاحات کے اہم پہلوؤں کو بیان کرسکیں۔
2- نیشنلائزیشن کے صنعت، تعلیم، کامرس اور تجارت پر اثرات کی وضاحت کرسکیں۔
3- 1973ء کے آئین کے اہم پہلوؤں کی وضاحت کرسکیں۔
4- پاکستان میں 1977ء سے 1988ء کے دوران نفاذِ اسلام کے اہم پہلوؤں کو بیان کرسکیں۔
5- محمد خاں جونیجو (88-1985ء) کے دورِ حکومت کے اہم واقعات بیان کرسکیں۔
6- جہادِ افغانستان، مہاجرین کا مسئلہ اور پاکستانی معاشرے پر ان کے اثرات کا تجزیہ کرسکیں۔
7- بے نظیر بھٹو کے ادوارِ حکومت پر بحث کرسکیں۔
8- میاں محمد نواز شریف کے ادوارِ حکومت پر بحث کرسکیں۔
9- پاکستان بطور نیوکلیائی طاقت کی وضاحت کرسکیں۔
10- 12 اکتوبر 1999ء کے فوجی قبضے کی وجوہات کا جائزہ لے سکیں۔
11- پرویز مشرف کے دورِ حکومت میں اختیارات کی نچلی سطح پر منتقلی اور مقامی حکومت کے کردار کی وضاحت کرسکیں۔
12- 2002ء کے انتخابات اور بحالی جمہوریت کی تفصیل بیان کرسکیں۔
13- جدید روشن خیالی کو بیان کرسکیں۔
14- مشرف کے دورِ حکومت کے دوران نجکاری اور صنعتوں کے قیام سے متعلق بیان کرسکیں۔
15- نجکاری کے اثرات کا جائزہ لے سکیں۔
16- پاکستان میں پرویز مشرف اور شوکت عزیز کی متعارف کردہ اقتصادی اصلاحات کی وضاحت کرسکیں۔

ذوالفقار علی بھٹو کا دورِ حکومت

(Z.A. Bhutto Era)

20 دسمبر 1971ء تا 5 جولائی 1977ء

ذوالفقار علی بھٹو

ذوالفقار علی بھٹو نے 20 دسمبر 1971ء کو صدر پاکستان اور چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کا عہدہ سنبھالا۔ بھٹو ملک میں پہلے سویلین چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر تھے۔ قوم میں ایک نئی روح پیدا کرنے، مشکل حالات کا مقابلہ کرنے اور عوام کو اپنی پالیسیوں سے روشناس کرانے کے لیے انھوں نے اپنی پہلی تقریر کرتے ہوئے پاکستانی عوام کے حوصلوں کو نیا عزم اور ولولہ دیا۔ انھوں نے کہا ''ہمارے ملک کو خطرناک بحران کا سامنا ہے۔ میں ایسے وقت میں آیا ہوں جب تاریخِ پاکستان ایک فیصلہ کن موڑ پر پہنچ چکی ہے۔ مجھے نیا اور ترقی پسند پاکستان بنانا ہے۔ وہ پاکستان جس کا خواب قائداعظمؒ نے دیکھا تھا۔ میرا یقین ہے وہ پاکستان ضرور بنے گا۔''

1971ء سے 1977ء کے دوران معاشی اصلاحات کے اہم پہلو

(Main aspects of the Economic Reforms during 1971-77)

1- صنعتوں کو قومی تحویل میں لینا (Nationalization of Industries)

1971ء تک ملک کے 60 فیصد صنعتی اثاثے اور 80 فیصد انشورنس کا کاروبار صرف 22 خاندانوں کی ملکیت تھا۔ 22 دسمبر 1971ء کو بھٹو حکومت نے 22 سرمایہ دار خاندانوں کے پاسپورٹ ضبط کر لیے۔ 19 کمپنیوں کو جاری کیے گئے دس کروڑ سے زائد کے صنعتی لائسنس غیر قانونی قرار دے دیے۔

ذوالفقار علی بھٹو پاکستان میں صنعتی ترقی اور استحکام کو عوام کی ترقی کے لیے ضروری خیال کرتے تھے۔ ان کے دل میں عوام کی بھلائی کا جذبہ تھا۔ وہ سرمایہ داروں، دولت مندوں اور کارخانہ داروں کی پالیسیوں سے اتفاق نہیں کرتے تھے۔ عوام کو ان کی ناانصافی سے نجات دلانے کے لیے ذوالفقار علی بھٹو نے 2 جنوری 1972ء کو ایک آرڈیننس جاری کیا جس کے تحت دس بڑی صنعتوں کو سرکاری کنٹرول میں لینے کا اعلان کیا۔ قومی تحویل میں لی گئی صنعتوں میں اہم درج ذیل تھیں:

- i- پرزے جوڑ کر موٹر گاڑیاں بنانے کی صنعت
- ii- بھاری اور بنیادی کیمیکل کی صنعت
- iii- بنیادی ضروریات کا سامان بنانے کی صنعت
- iv- فولاد سازی اور لوہے کی صنعت

-v بھاری مشینری کی صنعت

-vi پیٹرو کیمیکلز کی صنعت

-vii سیمنٹ کی صنعت

-viii مفادِ عامہ کی سروسز کے تحت آنے والی صنعت

-ix ٹریکٹر پلانٹ تیار کرنے کی صنعت

-x بھاری سامان برائے بجلی کی صنعت

کیمیکل کی صنعت

موٹر گاڑیاں بنانے کی صنعت

لوہے کی صنعت

سیمنٹ کی صنعت

صنعتی اصلاحات کے تحت 20 صنعتی اداروں کے ڈائریکٹر برطرف کر دیے گئے اور ان کی انتظامی ایجنسیاں ختم کر دی گئیں۔ ہر صنعتی ادارے کے انتظامی امور کو چلانے کے لیے علیحدہ علیحدہ انتظامی ڈائریکٹر مقرر کیے گئے۔ 16 جنوری 1972ء کو ملکی مفاد کے تحت مزید گیارہ صنعتی ادارے قومی تحویل میں لے لیے گئے۔ بھٹو حکومت کے درج بالا اقدامات سے پاکستان میں صنعتی ترقی ہوئی اور اقتصادی استحکام پیدا ہوا۔

(2) بنکوں اور بیمہ کمپنیوں کو قومی تحویل میں لینا

(Nationalization of Banks and Insurance Companies)

بڑے بڑے سرمایہ دار خاندانوں نے اپنے اپنے نجی بنک اور بیمہ کمپنیاں بنا رکھی تھیں، جس سے سرمایہ دارانہ نظام کو بہت تقویت مل رہی تھی۔ حکومت کو ان نجی بنکوں اور بیمہ کمپنیوں سے کوئی خاص فائدہ نہ تھا چنانچہ حکومت نے ملک کے اقتصادی استحکام کے لیے 19 مارچ 1972ء کو تمام لائف انشورنس کمپنیاں قومی ملکیت میں لے لیں اور انھیں سٹیٹ لائف انشورنس کے تحت اکٹھا کر دیا۔

یکم جنوری 1974ء کو پاکستان کے تمام شیڈولڈ بنک قومی تحویل میں لے لیے گئے۔ ان سے بنک ملازمین کے حالات بھی بہتر ہوئے۔ بنکوں اور بیمہ کمپنیوں کو قومی تحویل میں لینے سے حکومت کو اقتصادی لحاظ سے زبردست فائدہ پہنچا اور روپیہ عوام کی فلاح و بہبود پر

خرچ ہونے لگا۔

(3) لیبر اصلاحات (Labour Reforms)

مزدور کام کرتے ہوئے

بھٹو حکومت نے 10 فروری 1972ء کو نئی لیبر پالیسی کا اعلان کیا۔اس پالیسی کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

1- ہر کارخانے میں انتظامی معاملات کو چلانے والی کمیٹی میں مزدوروں کے نمائندے بھی شامل کیے گئے، جو کل تعداد کا 20 فیصد تھے۔ مزدوروں کو اختیار مل گیا کہ وہ کارخانے کے حسابات اور سٹوروں کی جانچ پڑتال اپنے نمائندوں کے ذریعے کر سکیں۔

2- مزدوروں کو ہر سال ایک تنخواہ کے برابر بونس دینے کا اعلان کیا گیا۔ پیداوار میں اضافے کی صورت میں مزید خصوصی بونس دینے کا اعلان بھی کیا گیا۔

3- کارخانوں میں کام کرنے والے مزدوروں کے اوقاتِ کار کو نئی شکل دی گئی۔ ان سے ایک ہفتہ میں 54 گھنٹوں کی بجائے 48 گھنٹے کام لینے کی پابندی عائد کی گئی۔اگر وہ اپنی مرضی سے اوور ٹائم (Over Time) کام کریں تو ان کو زائد معاوضہ دینے کی شرط عائد کی گئی۔

4- ہر مزدور کو بڑھاپے میں پنشن، بیمہ اور گریجویٹی کے حقوق حاصل ہوں گے۔سماجی تحفظ کی سکیم کے تحت طبی امداد کی سہولتوں کے لیے مزدوروں کی تنخواہ سے کٹوتی نہیں کی جائے گی، یہ مالکان کے ذمے ہوگی۔

5- ہر مزدور کو رہائشی مکان اور تعلیم کی سہولتیں مہیا کی جائیں گی۔ ہر کارکن کا طبی معائنہ لازمی ہوگا۔کم از کم ایک بچے کی کارخانے کی طرف سے میٹرک تک تعلیم کا انتظام ہوگا۔

6- ٹریڈ یونینز کے ذریعے مزدوروں کے جھگڑے نمٹانے کے لیے "صنعتی روابط کمیشن" قائم کیا گیا۔اس سلسلہ میں جونیئر عدالتیں قائم کی گئیں۔اس طرح مزدور کو از خود اپنا مقدمہ لیبر عدالت میں لے جانے کا حق مل گیا۔

7- شاپ اسٹیوارڈ کا ایک عہدہ تخلیق کیا گیا جس کے باعث مل مالکان اور مزدوروں کے درمیان پیدا ہونے والے مسائل کو حل کرنے میں آسانی ہو گئی۔

8- مزدوروں کو ملازمت کا تحفظ دینے کے لیے مل مالکان پر یہ پابندی عائد کر دی گئی کہ وہ مزدوروں کو برطرف کرتے وقت واضح

اورٹھوس وجوہات بیان کریں تاکہ ناجائز برطرفیوں کی روک تھام کی جاسکے۔

مزدوروں کے احتجاج کا ایک منظر

(4) زرعی اصلاحات (Agricultural Reforms)

پاکستان کی اکثریت آبادی کا پیشہ زراعت ہے۔ بھٹو حکومت نے کسانوں کو استحصال سے بچانے کے لیے درج ذیل زرعی اصلاحات کا اعلان کیا:

1- زمین کی انفرادی حدِ ملکیت 150 ایکڑ نہری اور 300 ایکڑ بارانی مقرر کی گئی۔ زائد زمینیں زمینداروں سے لے کر مزارعین اور کاشت کاروں میں بلا معاوضہ تقسیم کر دی گئیں۔ مارچ 1976ء تک 15 لاکھ ایکڑ زمین کسانوں میں تقسیم کی گئی۔

سرسبز کھیت کا منظر

2- وہ سرکاری ملازمین جنھوں نے ملازمت کے دوران اور ریٹائرمنٹ کے بعد دو سال کے اندر زمین خریدی تھی، ایسے ملازمین کے لیے 100 ایکڑ زمین محدود کر دی گئی اور باقی زمینوں پر حکومت کا قبضہ ہو جانے کی پالیسی بنائی گئی۔ فوجی افسران پر اس شق کا اطلاق نہیں ہو گا۔

3- تعلیمی اداروں یعنی کالجوں اور یونیورسٹیز وغیرہ کے علاوہ کوئی شخص مقرّرہ حد سے زائد زمین رکھنے کا حق دار نہ ہو گا۔

4- تمام مالیہ اور آبیانہ زمیندار ادا کریں گے۔ مزارعین اس ادائیگی سے مستثنیٰ ہوں گے۔

5- کسی بھی شخص کو اصطبل، مویشی فارمز اور باغات کے نام پر مقرّرہ حد سے زائد زمین رکھنے کی اجازت نہ ہو گی۔

6- تمام شکارگاہیں حکومت نے اپنی ملکیت میں لے لیں البتہ تاریخی نوعیت کی شکارگاہیں مستثنیٰ قرار دی گئیں۔

7- مالکان کو یک طرفہ طور پر مزارعین کو بے دخل کرنے کے حق سے محروم کر دیا گیا۔ صرف بٹائی نہ دینے والے یا مسلمہ شرائط کی خلاف ورزی کرنے والے مزارعین ہی بے دخل کیے جاسکیں گے۔

ٹریکٹر سے ہل چلانے کا منظر

8- حکومت نے زمین کے چھوٹے چھوٹے قطعات کو اکٹھا کرنے کے لیے اشتمالِ اراضی کے نام سے نئی سکیم بنائی۔

9- پاکستان میں مشینی کاشت کے لیے تحریکِ امدادِ باہمی کی حوصلہ افزائی کی

گئی اور امداد باہمی کی انجمنوں کی مدد کے لیے رقوم مختص کی گئیں۔

10- ٹریکٹر اور دوسری زرعی مشینری خریدنے کے لیے کسانوں اور زمینداروں کو آسان اقساط پر قرضے دیے گئے۔

نیشنلائزیشن کے صنعت، تعلیم، کامرس اور تجارت پر اثرات

(Impacts of Nationalization on Industry, Education, Commerce and Trade)

1- صنعت *(Industry)*

ذیل میں نیشنلائزیشن کے صنعت پر مثبت اور منفی اثرات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے:

مثبت اثرات *(Positive Impacts)*

1- 1972ء کی لیبر اصلاحات سے صنعتی مزدوروں کا استحصال ختم ہوا، ان کی اجرتیں بڑھیں اور دوسری مراعات میں بھی اضافہ ہوا۔

2- صنعتی ادارے حکومت کو پورے ٹیکس اور ڈیوٹی ادا کرنے لگے جس سے قومی آمدنی میں اضافہ ہوا اور ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہوا۔

3- مزدوروں کے ساتھ مل مالکان کا رویہ بہتر ہوا۔ ہڑتالوں کی تعداد بتدریج کم ہوتی گئی۔

4- صنعتی اثاثوں پر صرف 22 خاندانوں کا قبضہ تھا، جو ختم ہوا اور سرمایہ دار طبقے کی حوصلہ شکنی ہوئی۔

5- صنعتی ادارے حکومت کی تحویل میں آنے سے حکومت کے لیے صنعتی اشیا کی قیمتوں کو کنٹرول میں رکھنا آسان ہو گیا۔

منفی اثرات *(Negative Impacts)*

1- صنعتوں کو قومی تحویل میں لینے سے سرمایہ داروں نے پاکستان میں صنعتیں لگانا کم کر دیں، جس سے صنعتی ترقی کا عمل سست ہو گیا۔ صنعتی اداروں کو تحویل میں لینے سے حکومت کے اخراجات میں بھی بہت زیادہ اضافہ ہو گیا۔

2- مزدور یونینز نے سیاسی آزادی کا بھرپور فائدہ اٹھایا اور آئے دن مراعات میں اضافے کے لیے ہڑتالیں اور مظاہرے ہونے لگے، جس سے صنعتوں میں مزدوروں کی کارکردگی بہت متاثر ہوئی۔

3- صنعتی اداروں میں ضرورت سے زیادہ سیاسی عملہ بھرتی ہوا، جس کو کام سے زیادہ مراعات سے دلچسپی تھی۔ اس طرح کام کرنے کی

استعداد روز بروز کم ہوتی چلی گئی۔

-4 صنعتوں کے تنخواہ دار افسران نے اپنی ذمہ داری کا احساس نہ کیا، جس سے ملک میں بدعنوانی فروغ پانے لگی۔

-5 سرکاری تحویل میں ہونے کی وجہ سے بہت سے کم پیداوار دینے والے یونٹ بھی چلتے رہے، جس سے قومی خزانے پر بوجھ بڑھتا رہا۔

-2 تعلیم *(Education)*

ذیل میں نیشنلائزیشن کے تعلیم پر مثبت اور منفی اثرات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے:

مثبت اثرات *(Positive Impacts)*

-1 ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت نے 1972ء میں ملک کے بیشتر نجی تعلیمی ادارے قومی تحویل میں لے لیے۔ ان اداروں میں کام کرنے والے اساتذہ اور دیگر ملازمین کی تنخواہیں بہت کم تھیں۔ قومیانے سے پرائیویٹ تعلیمی اداروں کے ملازمین کی تنخواہیں اور دیگر سہولتیں سرکاری تعلیمی اداروں کے برابر ہو گئیں۔

-2 ملک کے طلبہ کو بسوں اور ریل گاڑیوں کے کرایوں میں خصوصی رعایت دی گئی، جس سے غریب والدین بھی اپنے بچوں کو سرکاری سکولوں میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھیجنے لگے۔ طلبہ کے وظائف میں چار گنا اضافہ کیا گیا۔

-3 میڈیکل، انجینئرنگ اور دیگر پیشہ ورانہ یونیورسٹیاں قائم کر کے ہر شعبہ زندگی میں ترقی کی رفتار تیز سے تیز تر کرنے کا پروگرام بنایا گیا۔ کالجوں کو یونیورسٹیوں میں تبدیل کر کے اعلیٰ تعلیم کے دروازے کھول دیے گئے۔ کم درجہ والے سکولوں کو اَپ گریڈ کیا گیا۔

-4 ملک بھر میں سکول اساتذہ کی تربیت کے لیے تربیتی ادارے کھول کر بے شمار غیر تربیت یافتہ اساتذہ کو تربیت دی گئی۔

-5 علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے قیام کی منظوری دی گئی، جس سے طلبہ کو ریڈیو، ٹی وی اور بذریعہ خط و کتابت تعلیم کے مواقع ملے۔ اس کے علاوہ تعلیمِ بالغاں کے مراکز بھی قائم کیے گئے۔

منفی اثرات *(Negative Impacts)*

-1 نجی تعلیمی اداروں کو قومی تحویل میں لینے سے اساتذہ اور دیگر ملازمین کو تنخواہوں کی ادائیگی کے لیے حکومت کو قومی خزانے سے رقم خرچ کرنا پڑی۔ قومی خزانے پر بوجھ پڑنے سے حکومت کی مشکلات میں اضافہ ہونے لگا۔

2- حکومت کے قومیانے کے اقدام سے پرائیویٹ تعلیمی اداروں کے مالکان ناخوش تھے اور وہ اپنے تعلیمی ادارے واپس لینے کی جدوجہد کرنے لگے۔

3- طلبہ کو کرایوں میں رعایت دینے سے ٹرانسپورٹ مالکان اور طلبہ کے درمیان کشمکش کی ایک نئی صورتِ حال پیدا ہوگئی۔

4- حد سے زیادہ آزادی دینے سے طلبہ تعلیمی سرگرمیوں سے کنارہ کشی کرنے لگے، جس سے والدین کو تشویش ہونے لگی۔

5- کالجوں اور یونیورسٹیوں میں طلبہ تنظیموں نے سیاسی جماعتوں کے ذریعے منظّم شکل اختیار کر لی اور امن و امان کا مسئلہ پیدا ہوا۔

3- کامرس اور تجارت

ذیل میں نیشنلائزیشن کے کامرس اور تجارت پر مثبت اور منفی اثرات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے:

مثبت اثرات (Positive Impacts)

1- صنعتوں کے حکومتی تحویل میں آنے سے صنعتی پیداوار میں اضافہ ہوا۔

2- بھٹو حکومت نے صنعتوں کو فروغ دینے کے لیے مشینری اور صنعتی خام مال کی درآمدات کی حوصلہ افزائی کی۔ اس سے ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہوا۔ پاکستان کا توازنِ تجارت بہتر ہوا۔

3- برآمدات میں اضافہ ہوا حتیٰ کہ سبزیاں اور پیاز بھی برآمد ہونے لگے۔

4- زرعی اصلاحات سے زرعی پیداوار بہتر ہوئی جس سے ملکی اور غیر ملکی تجارتی سرگرمیوں میں بھی اضافہ ہوا۔

منفی اثرات (Negative Impacts)

1- افراطِ زر ہونے سے تنخواہ دار طبقہ متاثر ہوا۔ روپے کی قدر کم ہونے سے برآمدات میں تو اضافہ ہوا لیکن مہنگائی میں بھی اضافہ ہوا۔

2- سامانِ تعیش کی درآمد بڑھی، مشینری کے درآمدی اخراجات میں اضافہ ہوا، جس سے توازنِ ادائیگی متاثر ہوا۔

3- ملکی خزانے پر بوجھ پڑنے سے زرِمبادلہ کے محفوظ ذخائر کم ہونے لگے۔

4- 1973ء میں تیل کی قیمتیں زیادہ ہونے سے پاکستان کا توازنِ تجارت خسارے کی طرف چلا گیا۔

1973ء کے آئین کے اہم پہلو

(Key aspects of Constitution of 1973)

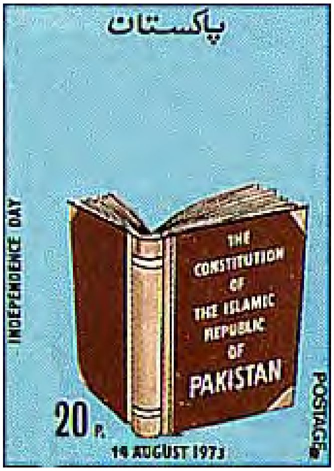

1- افتتاحیہ (Preamble)

1956ء اور 1962ء کے آئین کی طرح 1973ء کے آئین میں بھی قراردادِ مقاصد کو افتتاحیہ کے طور پر شامل کیا گیا جس کے مطابق حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہے۔عوام کے نمائندے اپنے اختیارات کا استعمال مقدس امانت کے طور پر قرآن وسنت کی حدود کے اندر رہتے ہوئے کریں گے۔ 1985ء میں ایک ترمیم کے ذریعے اسے 1973ء کے آئین کا باقاعدہ حصہ بنا دیا گیا۔

2- تحریری آئین (Written Constitution)

پہلے دساتیر کی طرح یہ آئین بھی تحریری ہے جو 280 دفعات، 12 حصوں اور 6 گوشواروں پر مشتمل ہے۔

3- وفاقی آئین (Federal Constitution)

پہلے دساتیر کی طرح 1973ء کے آئین میں بھی پاکستان کو وفاقی مملکت قرار دیا گیا ہے۔آئین کے تحت وفاقِ پاکستان چار صوبوں، وفاقی دارالحکومت اور اس سے ملحقہ علاقے، وفاق کے زیرِ انتظام قبائلی علاقہ جات اور صوبوں سے ملحقہ قبائلی علاقوں پر مشتمل ہے۔

4- نیم استوار آئین (Semi-Rigid Constitution)

1973ء کا آئین نیم استوار نوعیت کا ہے۔اس میں ترمیم کا طریقِ کار نہ زیادہ مشکل ہے اور نہ آسان ہے۔قومی اسمبلی اور سینٹ کی 2/3 اکثریت آئین میں ترمیم کی مجاز ہے۔

5- قومی زبان (National Language)

1973ء کے آئین کی رو سے اردو پاکستان کی قومی زبان ہوگی۔پندرہ سال کے عرصے میں اردو کو سرکاری زبان کی حیثیت سے رائج کرنے کے انتظامات کیے جائیں گے۔اس دوران انگریزی زبان بطور سرکاری زبان استعمال ہوگی مگر آج تک ایسا نہ ہوسکا۔

6-اسلامی آئین (Islamic Constitution)

پاکستان کے آئین میں مملکت کا سرکاری مذہب اسلام قرار دیا گیا ہے۔صدر اور وزیراعظم کے لیے مسلمان ہونا ضروری ہے۔ پاکستان کا مکمّل نام ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' ہے۔اس آئین کا مقصد شہریوں میں اسلامی طرزِ زندگی کو ترویج اور ترقی دینا ہے۔سود کے خاتمہ کے لیے اقدامات کیے جائیں گے۔ریاست زکوٰۃ اور اوقاف کو منظّم کرنے کی کوشش کرے گی۔

7-آزاد خود مختار عدلیہ (Independent Judiciary)

1973ء کے آئین میں آزاد عدلیہ کی ضمانت فراہم کی گئی ہے۔ججوں کو معقول معاوضہ اور ملازمت کا تحفظ حاصل ہے۔ عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کر دیا گیا ہے۔جج اپنے فرائضِ منصبی کسی خوف یا دباؤ سے آزاد ہو کر سرانجام دیتے ہیں۔

8-پارلیمانی آئین (Parliamentary Constitution)

1973ء کے آئین کے تحت قومی اسمبلی کی میعاد پانچ سال مقرر کی گئی ہے۔ملک میں پارلیمانی نظام رائج کیا گیا۔ملک کا سربراہ صدر اور حکومت کا سربراہ وزیراعظم ہوتا ہے۔صدر کو قومی اسمبلی،سینٹ اور چاروں صوبائی اسمبلیاں منتخب کرتی ہیں جب کہ وزیراعظم کا انتخاب قومی اسمبلی کی اکثریت سے عمل میں آتا ہے۔

9-آئین کی بالادستی (Supremacy of Constitution)

اگر کوئی شخص موجودہ آئین کو غیر آئینی طریقے سے توڑے گا یا توڑنے کی کوشش کرے گا تو اس پر سنگین غداری کے الزام میں مقدمہ چلایا جائے گا۔

10-آئینی ادارے (Constitutional Institutions)

1973ء کے آئین میں مرکزی اور صوبائی مفادات اور معاملات کے تحفّظ کے لیے آئین نے کئی ایک ادارے بھی تشکیل دیے ہیں مثلاً مشترکہ مفادات کی کونسل،قومی اقتصادی کونسل،قومی مالیاتی کمیشن،الیکشن کمیشن اور وفاقی محتسب وغیرہ۔ یہ ادارے آئین کی حدود کے اندر اپنے فرائضِ منصبی سرانجام دینے کے لیے کوشاں رہتے ہیں اور ملکی مفادات کو مقدم رکھتے ہیں۔

11-دو ایوانی مقنّنہ (Bicameral Legislature)

1973ء کے آئین کے مطابق پارلیمنٹ دو ایوانوں پر مشتمل ہو گی۔ ایوانِ بالا سینٹ اور ایوانِ زیریں قومی اسمبلی کہلاتا ہے۔ سینٹ میں صوبوں کو مساوی نمائندگی دی گئی ہے اور وہ مستقل ایوان ہے جس کی میعاد چھے سال ہے۔ ارکان کی

تعداد 104 ہے۔قومی اسمبلی 342 ارکان پر مشتمل ہے۔ پارلیمنٹ (مجلسِ شوریٰ) کے کل ممبران کی تعداد 446 ہے۔

12-بنیادی حقوق *(Fundamental Rights)*

آئین میں شہریوں کو تمام بنیادی حقوق حاصل ہیں۔ پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کو بنیادی حقوق کے منافی کوئی قانون بنانے کی اجازت نہ ہوگی۔

جنرل ضیاء الحق کا دَور

(1977ء-1988ء)

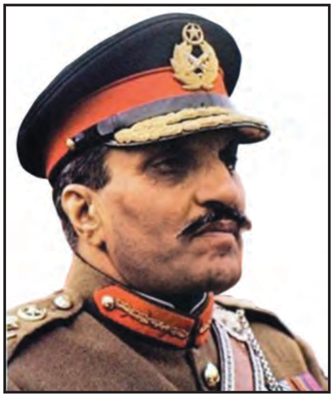

جنرل ضیاء الحق

1977ء کے عام انتخابات میں ملک کی تمام سیاسی جماعتوں نے مل کر پیپلز پارٹی کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔تمام جماعتوں نے ایک اتحاد قائم کیا،جس کا نام ''پاکستان قومی اتحاد'' رکھا،جس کے سربراہ مولانا مفتی محمود تھے۔ 7 مارچ 1977ء کو قومی اسمبلی کے انتخابات ہوئے جس میں پیپلز پارٹی بھاری اکثریت سے جیتی۔قومی اتحاد نے اس پر دھاندلی کا الزام لگا کر 10 مارچ کو ہونے والے صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کا بائیکاٹ کیا اور انتخابات کو کالعدم قرار دینے کے لیے نظام مصطفیٰؐ کے نام سے ایک تحریک کا آغاز کر دیا۔ جب حالات خراب ہونے لگے تو مسٹر بھٹو نے قومی اتحاد کو مذاکرات کی دعوت دے دی۔ ابھی مذاکرات جاری تھے کہ 5 جولائی 1977ء کو فوج کے جنرل ضیاء الحق نے بھٹو حکومت کا تختہ اُلٹ کر ملک میں مارشل لا لگا دیا۔

جنرل ضیاء الحق نے جولائی 1977ء سے اگست 1988ء تک قریباً گیارہ سال ملک پر حکومت کی۔ 17 اگست 1988ء کو جنرل ضیاء الحق ہوائی حادثے کا شکار ہو گئے۔سینٹ کے چیئرمین غلام اسحاق خاں نے قائم مقام صدرِ پاکستان کا عہدہ سنبھالا۔

1977ء سے 1988ء کے دوران پاکستان میں نفاذِ اسلام کے اہم پہلو

(Major aspects of the Islamization Process during 1977-88)

1977ء سے 1988ء کے دوران پاکستان میں نفاذِ اسلام کے اہم پہلوؤں کا جائزہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

1-شرعی عدالتوں کا قیام

10 فروری 1979ء کو ایک آرڈی نینس کے ذریعے تمام ہائی کورٹس میں شریعت بنچ قائم کر دیے گئے۔ ان میں علما کو بطور جج

شامل کیا گیا۔1980ء میں شریعت بنچوں کی بجائے وفاقی شرعی عدالت قائم کی گئی جو ماتحت عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف اپیل سنتی تھی اور اسلام کی تشریح کرتی تھی۔ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلوں کے خلاف اپیل کی سماعت سپریم کورٹ کا بنچ کرتا ہے۔

2- شرعی حدود کا نفاذ

1979ء میں حکومت نے شرعی حدود کا آرڈی نینس نافذ کیا، جس کے مطابق چوری، شراب نوشی، زنا اور دوسرے جرائم پر شرعی سزائیں دینے کے احکامات جاری کیے گئے۔

3- زکوٰۃ و عشر کا نظام

اس نظام کے مطابق صاحبِ نصاب مسلمانوں سے ہر سال بینکوں میں جمع شدہ رقوم کی بنیاد پر یکم رمضان کو اڑھائی فیصد زکوٰۃ وصول کی جاتی ہے۔ زکوٰۃ کی یہ رقم زکوٰۃ کونسلوں کے ذریعے مستحقین میں تقسیم کی جاتی ہے۔ سالانہ زرعی پیداوار کی مخصوص حد کا 10 فیصد عشر وصول کیا جاتا ہے جس کی وصولی کا کام عملی طور پر 1983ء میں شروع ہوا۔

4- سود کا خاتمہ

یکم جنوری 1981ء سے سود سے نجات حاصل کرنے کے لیے نفع ونقصان کی بنیاد پر کھاتے کھولے گئے اور یکم جولائی 1984ء سے تمام سیونگ اکاؤنٹس کو پی۔ایل۔ایس کھاتوں میں تبدیل کر دیا گیا۔

5- اسلامیات اور مطالعۂ پاکستان کی لازمی تعلیم

پاکستان کے تمام تعلیمی اداروں میں بی۔اے تک اسلامیات اور مطالعۂ پاکستان کی تعلیم لازمی قرار دے دی گئی۔ یہ قدم تعلیمی نظام کو اسلام سے ہم آہنگ کرنے کے لیے اٹھایا گیا۔

6- نماز کا اہتمام

سکولوں، کالجوں اور سرکاری دفاتر میں ظہر کی نماز کا اہتمام کیا گیا۔ لوگوں کو نماز کی طرف راغب کرنے کے لیے صلوٰۃ (نماز) کمیٹیاں بنائی گئیں۔

7- احترامِ رمضان آرڈی نینس

رمضان کا احترام نہ کرنے والے کو تین ماہ قید اور 500 روپے جرمانہ کی سزا دی جا سکتی ہے۔ اس سلسلے میں احترامِ رمضان آرڈی نینس جاری کیا گیا۔

8- دینی مدارس

ضیاء دور میں دینی مدارس کی سرپرستی کی گئی اور ان کو سالانہ امداد دی جاتی تھی۔ ان اداروں کی اسناد کو ایم۔ اے کے برابر درجہ دے دیا گیا۔

9- عربی کی لازمی تعلیم

سکولوں میں جماعت ششم سے جماعت ہشتم تک عربی زبان کی تعلیم لازمی قرار دے دی گئی۔

10- بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کا قیام

اسلامی قانون کے ہر پہلو پر تحقیق کرنے کے لیے 1981ء سے اسلام آباد میں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی نے کام شروع کیا۔

11- شریعت فیکلٹی کا قیام

اسلام آباد کی قائدِ اعظمؒ یونیورسٹی میں شریعت فیکلٹی قائم کی گئی، جہاں قرآن مجید، سنّتِ نبویؐ اور فقہ پر مبنی قانون کی تدریس کا بندوبست کیا گیا۔

محمد خاں جونیجو کا دورِ حکومت

(1985ء-1988ء)

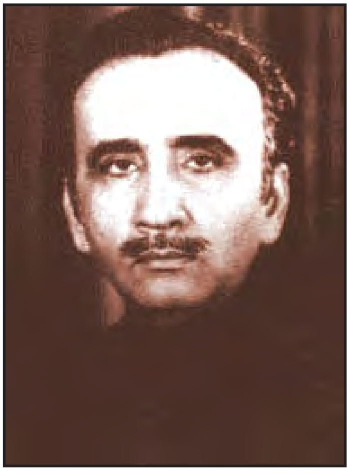

محمد خاں جونیجو

جنرل ضیاء الحق نے 1973ء کے آئین میں بہت سی ترامیم کر کے آئین کی پارلیمانی روح کو صدارتی نظام میں بدل دیا۔ اس سے صدر کو بہت زیادہ اختیارات حاصل ہو گئے اور پارلیمنٹ کی بالادستی ختم ہو گئی۔ 1985ء میں قومی اسمبلی کے غیر جماعتی انتخابات ہوئے۔ 23 مارچ 1985ء کو قومی اسمبلی کا پہلا اجلاس ہوا۔ اس اجلاس میں جنرل ضیاء الحق نے آئندہ پانچ سال کے لیے صدر کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ اس کے بعد محمد خاں جونیجو نے وزیرِ اعظم کے عہدے کا حلف اٹھایا۔ محمد خاں جونیجو کے دور کے اہم واقعات درج ذیل ہیں:

مارشل لا اٹھانے کی قراردادیں

1985ء میں جنرل ضیاء الحق کے مارشل لا کو آٹھ برس ہو چکے تھے۔ محمد خاں جونیجو نے وزیرِ اعظم کا عہدہ سنبھالنے

کے بعد کہا کہ مارشل لا کو ختم ہو جانا چاہیے۔ چنانچہ مارشل لا اٹھانے کی قرار دادیں سینٹ، قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں نے پاس کیں۔اس طرح 30 دسمبر 1985ء کو مارشل لا اٹھانے کا اعلان کر دیا گیا۔

محمد خاں جونیجو بطور صدر مسلم لیگ

قومی اسمبلی کے غیر جماعتی ارکان کو کسی نظم وضبط کا پابند بنانے کے لیے ایک سرکاری پارلیمانی گروپ تشکیل دیا گیا۔ جنوری 1986ء میں اس پارلیمانی گروپ کو پاکستان مسلم لیگ کا نام دیا گیا۔محمد خاں جونیجو کو اس کا صدر منتخب کیا گیا، جنھوں نے مسلم لیگ کو ملک بھر میں پھیلانے کا سلسلہ شروع کر دیا۔صوبائی وزرائے اعلیٰ مسلم لیگ کے صوبائی صدر بن گئے اور اس کے دفاتر ملک میں جگہ جگہ کھول دیے گئے ۔مسلم لیگ کو ایک منظّم سیاسی جماعت بنانے کے لیے نچلی سطح پر پرائمری مسلم لیگ کے نام سے ممبر سازی کی گئی۔

غیر ملکی دورے

دنیا کے کئی ممالک نے پاکستان سے مارشل لا کے خاتمے اور جمہوریت کی بحالی کو خوش آئند قرار دیا۔وزیر اعظم محمد خاں جونیجو نے 1986ء میں ترکی، جرمنی اور امریکہ کے کامیاب دورے کیے۔ان دوروں میں باہمی دلچسپی کے امور پر بات چیت ہوئی اور مختلف معاہدات ہوئے۔

محمد خاں جونیجو حکومت کے ترقیاتی پروگرام

وزیر اعظم محمد خاں جونیجو کی شرافت، دیانتداری اور عوامی خدمت کو عوام نے بہت پسند کیا۔ سات مرلہ ہاؤسنگ سکیم، پانچ نکاتی ترقیاتی پروگرام، تعلیمی شرح میں اضافے کے منصوبے اور ملک کی اجتماعی ترقی کے لیے انھوں نے بھرپور کردار ادا کیا۔

سانحہ اوجڑی کیمپ

1988ء میں راولپنڈی اور اسلام آباد کے درمیان واقع ایک اسلحہ ڈپو میں اچانک آگ بھڑک اٹھی۔ اس سانحے میں کئی شہری ہلاک ہوئے۔ ایک ہفتہ کی سخت دوڑ دھوپ کے بعد آگ پر قابو پالیا گیا۔ وزیر اعظم اُس وقت سندھ کے دورے پر تھے اور صدر صاحب کویت کا سرکاری دورہ کر رہے تھے۔ دونوں فوراً اسلام آباد واپس آئے۔ وزیر اعظم نے ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کی، جس کی رپورٹ صدر ضیاء الحق کو پیش کر دی گئی۔

جونیجو وزارت کی برطرفی

1988ء میں سیاسی حالات تیزی سے بدلنے لگے۔ جنرل ضیاء الحق اور وزیر اعظم محمد خاں جونیجو کے درمیان مختلف امور پر

اختلاف بڑھنے لگے ۔ 29 مئی 1988ء کو غیر ملکی دورے سے اسلام آباد واپسی پر وزیر اعظم نے ائر پورٹ پر پریس کانفرنس سے خطاب کیا اور اخبار نویسوں کے سوالات کے جواب دیے۔ اُسی دن مغرب کے وقت صدرِ مملکت جنرل ضیاء الحق نے آرمی ہاؤس میں ایک پریس کانفرنس کی۔ انھوں نے جونیجو وزارت کی برطرفی اور تمام اسمبلیاں توڑنے کا اعلان کیا۔ اس طرح محمد خاں جونیجو کا تین سالہ دورِ وزارت ختم ہو گیا۔

جہادِ افغانستان اور مہاجرین کا مسئلہ اور پاکستانی معاشرے پر ان کے اثرات

(Afghan Jihad and the refugee problem and their impacts on Pakistani Society)

1979ء میں روسی افواج کی افغانستان آمد سے پاکستان کے لیے ایک نیا چیلنج پیدا ہو گیا۔ جنرل محمد ضیاء الحق نے بڑے اعتماد اور حوصلے سے دو ٹوک پالیسی اپنائی اور روسی افواج کی مداخلت کے خلاف ڈٹ گئے۔

جہاد کا آغاز

افغانستان کے عوام روس کے حملے کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور جہاد شروع کر دیا۔ حکومتِ پاکستان کی اخلاقی مدد کے سبب افغان مجاہدین کے حوصلے بلند ہو گئے۔ مجاہدین نے ہر محاذ پر روسی افواج کو عبرت ناک شکست دی۔ 1986ء تک روس بالکل مایوس اور بے بس ہو گیا تاہم جہاد جاری رہا۔ جب اُسے اپنی شکست صاف نظر آنے لگی تو اسے اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔

جنیوا معاہدہ

اپریل 1988ء میں امریکہ اور روس نے جنیوا میں ایک معاہدہ کیا۔ پاکستان کے وزیر اعظم محمد خاں جونیجو بھی اس میں شریک ہوئے اور دستخط کیے۔ روس نے اپنی شکست تسلیم کر لی اور اُس نے وعدے کے مطابق 15 فروری 1989ء کو اپنی فوجیں افغانستان سے واپس بلا لیں۔ اس طرح جہادِ افغانستان ختم ہو گیا۔

پاکستانی معاشرے پر اثرات

روس کے افغانستان پر حملے سے افغان مہاجرین کی ہجرت نے پاکستانی معاشرے پر بہت دور رس اثرات مرتّب کیے۔ قریباً 30 لاکھ سے زائد افغان مہاجرین ہجرت کر کے پاکستان میں چلے آئے۔ حکومتِ پاکستان نے اسلامی برادری کے احساس اور انسانی ہمدردی کے جذبے کے تحت ان مہاجرین کو اپنے ہاں پناہ دی اور اُن کی اچھی طرح اعانت کی۔ افغان مسئلہ پر جنرل محمد ضیاء الحق کی خدمات قابلِ تحسین ہیں۔ اپنی کامیاب افغان پالیسی کی وجہ سے پاکستان کو عالمی سطح پر بہت پذیرائی ملی۔

بے نظیر بھٹو کا دورِ حکومت

پہلا دورِ حکومت (دسمبر 1988ء تا اگست 1990ء)

دوسرا دورِ حکومت (اکتوبر 1993ء تا نومبر 1996ء)

بے نظیر بھٹو

بے نظیر بھٹو کا پہلا دورِ حکومت

پاکستان میں 1988ء میں عام انتخابات ہوئے، جس کے نتیجے میں پیپلز پارٹی کی رہنما بے نظیر بھٹو پاکستان اور اسلامی دنیا کی پہلی خاتون وزیرِ اعظم منتخب ہوئیں۔ بے نظیر بھٹو کے اس دور کے اہم واقعات کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے:

1-بلوچستان اسمبلی کی برخاستگی

1988ء میں وزیرِ اعلیٰ بلوچستان میر ظفر اللہ خاں جمالی نے بلوچستان اسمبلی سے ابھی تک اعتماد کا ووٹ بھی حاصل نہ کیا تھا کہ بے نظیر بھٹو حکومت نے بلوچستان اسمبلی کو برخاست کر دیا۔ بلوچستان ہائی کورٹ نے اسمبلی توڑنے کے اس فیصلے کو غیر آئینی قرار دیتے ہوئے اسمبلی کو بحال کر دیا۔

2-صدارتی انتخاب

دسمبر 1988ء کے صدارتی انتخاب میں غلام اسحاق خان نے نواب زادہ نصر اللہ خان کے مقابلے میں انتخاب جیتا اور صدرِ پاکستان کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔

3-پاکستان کی دولت مشترکہ میں دوبارہ شمولیت

1972ء میں پاکستان دولتِ مشترکہ سے علیحدہ ہو گیا تھا۔ 1989ء میں پاکستان نے دولتِ مشترکہ میں دوبارہ شمولیت اختیار کر لی۔

4-خارجہ پالیسی

بے نظیر بھٹو کی حکومت نے بھارت کے ساتھ محاذ آرائی ختم کرنے کی پالیسی اپنائی۔ جب بھارتی وزیرِ اعظم راجیو گاندھی سارک کی چوتھی سربراہی کانفرنس میں شرکت کرنے کے لیے پاکستان آئے تو بے نظیر بھٹو کی حکومت نے ان کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کرنے کی پالیسی اپنائی۔

5- سماجی بہبود

بےنظیر بھٹو کی حکومت نے ملک کی ترقی اور سماجی بہبود کے لیے پیپلز ورکس پروگرام شروع کیا اور عوام کو ملازمتیں دینے کے لیے پلیسمنٹ بیورو (Placement Bureau) کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا، جس سے ہزاروں لوگوں کو ملازمتیں ملیں۔

بےنظیر بھٹو حکومت کی برطرفی

6 اگست 1990ء کو صدر غلام اسحاق خان نے آئین کی دفعہ 58-2-B کو استعمال کرتے ہوئے بےنظیر بھٹو حکومت پر کرپشن وغیرہ کے الزامات لگا کر ان کی حکومت کو برخاست کر کے قومی اسمبلی توڑ دی۔ ان کا پہلا دورِ حکومت قریباً ایک سال اور آٹھ ماہ رہا۔

بےنظیر بھٹو کا دوسرا دورِ حکومت

بےنظیر بھٹو دوسری مرتبہ اکتوبر 1993ء میں پاکستان کی وزیرِاعظم منتخب ہوئیں۔ ان کے اس دور کے اہم واقعات کا ذیل میں احاطہ کیا گیا ہے:

1- ترقیاتی منصوبے

بےنظیر بھٹو کے دوسرے دورِ حکومت میں کراچی فلائی اوور برج کی تعمیر اور لاہور بائی پاس کی تعمیر وغیرہ کے منصوبے شروع کیے گئے۔

2- کسانوں اور خواتین کے لیے منصوبے

بےنظیر بھٹو نے کسانوں کو قرضے دینے کے لیے کسان بنک قائم کیا اور عوامی ٹریکٹر سکیم شروع کی۔ خواتین کے لیے سماجی اور صحت کی پالیسیاں بنائیں۔ خواتین پولیس اسٹیشن اور عدالتیں بھی قائم کی گئیں، جس سے خواتین کی حوصلہ افزائی ہوئی۔

3- آٹھواں پانچ سالہ منصوبہ

بےنظیر بھٹو کی حکومت نے 1993ء میں آٹھویں پانچ سالہ منصوبے کا آغاز کیا، جس سے ملک میں ترقی کی رفتار تیز ہوئی۔

4- بیرونی دورے اور مسئلہ کشمیر

بےنظیر بھٹو نے ایران اور ترکی کے کامیاب دورے کیے۔ مسئلہ کشمیر پر ان ممالک کی حمایت حاصل کی اور مختلف شعبوں میں تعاون کے کئی سمجھوتے کیے۔

5- خیبر پختونخوا حکومت

1994ء میں خیبر پختونخوا میں مسلم لیگ کے وزیرِاعلیٰ پیر صابر شاہ کی حکومت کو گرا کر پیپلز پارٹی نے آفتاب احمد شیر پاؤ کو وزیرِاعلیٰ بنایا۔

بے نظیر بھٹو حکومت کی برخاستگی

صدر فاروق احمد لغاری اور وزیرِاعظم بے نظیر بھٹو کے درمیان مختلف امور پر اختلاف پیدا ہو گئے، جس کی بنا پر صدر نے آئین کی دفعہ 58-2-B کا استعمال کرتے ہوئے ان پر بدعنوانی کے الزامات لگا کر ان کی حکومت کو برخاست کر دیا۔ اس بار بے نظیر بھٹو کو قریباً تین سال کام کرنے کا موقع ملا۔

میاں محمد نواز شریف کا دورِ حکومت

پہلا دورِ حکومت (نومبر 1990ء تا جولائی 1993ء)

دوسرا دورِ حکومت (فروری 1997ء تا اکتوبر 1999ء)

میاں محمد نواز شریف کا پہلا دورِ حکومت

میاں محمد نواز شریف

نومبر 1990ء میں پاکستان مسلم لیگ کے میاں محمد نواز شریف نے ملک کے وزیرِاعظم کا حلف اٹھایا۔ ان کے اس پہلے دَور کے اہم واقعات کو ذیل میں بیان کیا گیا ہے۔

1- زرعی پالیسی کا اعلان

نواز شریف حکومت نے کسانوں کی حالت کو بہتر کرنے کے لیے 1991ء میں زرعی پالیسی کا اعلان کیا، جس کے لیے 10 کروڑ روپے مختص کیے گئے۔

2- نجکاری کمیشن کا قیام

1991ء ہی میں حکومت نے نجکاری کمیشن کے قیام کا اعلان کیا۔ اس سے سرکاری بنکوں اور مالیاتی اداروں میں اصلاحات کی گئیں۔ پرائیویٹ شعبے میں بنک قائم کرنے کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ کچھ بنک اور دیگر ادارے نجکاری کمیشن کے ذریعے فروخت کر دیے گئے جس سے قومی خزانے پر مثبت اثرات مرتّب ہوئے۔

3- صوبوں کے درمیان پانی کی تقسیم کا معاہدہ

پاکستان کے چاروں صوبوں کے درمیان دریائے سندھ کے پانی کی تقسیم پر تنازعہ چل رہا تھا۔حکومت کی کوششوں سے صوبوں کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا،جس سے پانی کی تقسیم کا تنازعہ ختم ہوگیا۔

4- بیت المال کا قیام

نواز شریف حکومت نے 1992ء میں ایک صدارتی آرڈیننس کے ذریعے بیت المال قائم کیا تا کہ غریب لوگوں کی مالی اعانت کی جاسکے۔

5- خارجہ پالیسی

نواز شریف حکومت نے اپنی خارجہ پالیسی میں کئی مثبت تبدیلیاں کیں۔افغانستان میں قیامِ امن کے حوالے سے افغانستان کے مختلف لیڈروں سے مذاکرات کر کے قیامِ امن کی خاطر مختلف گروہوں میں صلح کروانے کی پالیسی جاری رکھی۔مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے بھارت کو باضابطہ دعوت دی گئی لیکن مذاکرات بامقصد نہ ہو سکے۔1992ء میں بھارت میں انتہا پسندوں نے بابری مسجد کو منہدم کیا تو پاکستان کی قومی اسمبلی نے قراردادِ مذمت پاس کی۔حکومتِ پاکستان نے امریکہ اور دنیا کے دوسرے ممالک کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کرنے کے لیے بھرپور کوششیں کیں۔امریکہ نے عراق پر حملہ کیا تو حکومتِ پاکستان نے محتاط پالیسی اختیار کی۔

6- عوامی منصوبے

نواز شریف حکومت نے عوامی فلاح و بہبود کے لیے تعمیرِ وطن پروگرام، خود روزگار سکیم، موٹروے پروجیکٹ اور ییلو کیب سکیم جیسے عوامی منصوبے شروع کیے جو کافی کامیاب ثابت ہوئے۔

نواز شریف حکومت کی برطرفی

اپریل 1993ء میں صدر غلام اسحاق خاں نے آئین کی شق 58-2-B کا سہارا لے کر نواز شریف کی حکومت کو برطرف کر دیا۔ان کی حکومت تقریباً اڑھائی سال چلی۔مسٹر بلخ شیر مزاری کو نگران وزیرِاعظم بنا دیا گیا۔مسلم لیگ نے صدر کے فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی۔سپریم کورٹ نے صدر کے احکامات کو مسترد کرتے ہوئے میاں نواز شریف کی حکومت بحال کر دی مگر صدر غلام اسحاق خان اور میاں نواز شریف کے درمیان اختلافات شدّت اختیار کر گئے۔بالآخر میاں نواز شریف نے جولائی 1993ء کو وزارتِ عظمیٰ سے استعفیٰ دے دیا۔صدر غلام اسحاق خان بھی صدارت سے مستعفی ہوگئے۔معین قریشی نگران

وزیرِاعظم بنے اور نئے انتخابات کا اعلان کیا گیا۔

میاں محمد نواز شریف کا دوسرا دورِ حکومت

فروری 1997ء میں میاں نواز شریف دوبارہ پاکستان کے وزیرِاعظم بن گئے۔ان کے اس دور کے اہم واقعات درج ذیل ہیں:

1- جسٹس سجاد علی شاہ اور فاروق احمد خاں لغاری کا استعفیٰ

ابھی میاں نواز شریف کی حکومت کو قائم ہوئے ایک مہینہ ہی ہوا تھا کہ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس سجاد علی شاہ کے ساتھ ان کے اختلافات شروع ہو گئے۔کئی ماہ پر محیط اس چپقلش کا انجام یہ ہوا کہ فوج کی مداخلت سے چیف جسٹس سجاد علی شاہ کو اپنے منصب سے مستعفی ہونا پڑا۔اس کے بعد صدرِ پاکستان فاروق احمد خان لغاری نے بھی صدارت سے استعفیٰ دے دیا۔

2- جسٹس (ریٹائیرڈ) رفیق تارڑ کا بطور صدرِ پاکستان انتخاب

دسمبر 1997ء کے صدارتی انتخاب میں جسٹس (ریٹائرڈ) رفیق تارڑ نے پیپلز پارٹی کے آفتاب شعبان میرانی کے مقابلے میں انتخاب جیتا اور صدرِ پاکستان بنے۔

3- قرض اتارو ملک سنوارو مہم

پاکستان کی اقتصادی صورتحال بہتر نہ ہونے کے باعث حکومت کو بجٹ کے لیے آئی ایم ایف (IMF) سے قرض لینا پڑتا تھا۔میاں نواز شریف نے اپنے دوسرے دور میں ''قرض اتارو ملک سنوارو'' کے نام سے ایک مہم کا آغاز کیا اور اپنی نشری تقریر میں غیر ملکی قرض اتارنے کے لیے قوم سے قرض حسنہ کی اپیل کی۔میاں نواز شریف کی اس سکیم پر عوام نے لبیک کہا اور بھاری رقوم قومی خزانے میں جمع کرائیں۔

4- غیر ممالک میں مقیم پاکستانیوں کو پاکستان میں ووٹ کا حق

1997ء میں حکومتِ پاکستان نے غیر ممالک میں مقیم پاکستانیوں کو پاکستان میں ووٹ کا حق دے دیا،جس سے غیر ممالک میں مقیم پاکستانیوں کی اپنے ملک کے معاملات میں دلچسپی پیدا ہوئی۔

5- فلور کراسنگ پر پابندی

میاں نواز شریف حکومت نے 1973ء کے آئین میں چودھویں ترمیم کے ذریعے ارکانِ اسمبلی کے پارٹی تبدیل

(فلور کراسنگ Floor Crossing) کرنے پر پابندی لگادی۔اس ترمیم کے ذریعے منتخب رکن اسمبلی کو پابند کیا گیا کہ وہ صرف اپنے لیڈر ہی کو اعتماد کا ووٹ دے گا۔نافرمانی کی صورت میں اُسے پارٹی سے خارج کر دیا جائے گا۔

6-1998ء کی مردم شماری

میاں نواز شریف کی حکومت نے 1998ء کی مردم شماری کروائی، جس کے تحت ملک کی آبادی 13 کروڑ افراد سے زائد تھی۔

7- نئی تعلیمی پالیسی کا اعلان

1998ء میں وفاقی وزیرِ تعلیم سید غوث علی شاہ نے نئی تعلیمی پالیسی کا اعلان کیا جس کے تحت کئی نئے تعلیمی ادارے کھولنے کا عزم کیا گیا۔

8-لاہور اسلام آباد موٹروے

میاں نواز شریف نے جنوبی ایشیا کی طویل ترین لاہور اسلام آباد موٹروے بنا کر ایک کارنامہ سرانجام دیا۔ یہ منصوبہ میاں نواز شریف کے پہلے دورِ حکومت کا تھا، جس کی تکمیل دوسرے دورِ حکومت میں ہوئی۔1998ء میں میاں نواز شریف نے خود موٹروے کی تکمیل پر اس کا باقاعدہ افتتاح کیا۔

9- 1973ء کے آئین سے 58-2-B شق کا خاتمہ

میاں نواز شریف نے حزبِ مخالف کو ساتھ ملا کر 1973ء کے آئین سے 58-2-B شق کو نکال دیا، جس کے ذریعے کوئی بھی صدر کسی بھی اسمبلی کو کسی بھی وقت توڑ سکتا تھا۔تیرھویں ترمیم کے ذریعے صدر کا یہ اختیار ختم ہو گیا۔

10-ایٹمی دھماکے

بھارت کے ایٹمی دھماکوں کے جواب میں 28 مئی 1998ء کو نواز شریف حکومت نے ایٹمی دھماکے کر کے بھارت کی برتری کا خواب خاک میں ملا دیا۔اس طرح پاکستان دنیا کی ساتویں ایٹمی قوت بن گیا۔

11-اعلانِ لاہور

1999ء میں بھارتی وزیرِاعظم اٹل بہاری واجپائی بس کے ذریعے خیر سگالی کا پیغام لے کر لاہور آئے۔میاں نواز شریف نے واہگہ بارڈر پر ان کا استقبال کیا۔دونوں لیڈروں نے آپس کے تعلقات معمول پر لانے کے لیے کئی اقدامات کا اعلان کیا۔ایک مشترکہ اعلامیہ پر بھی دستخط ہوئے، جسے ''اعلانِ لاہور'' کا نام دیا گیا۔

12-واپڈا میں فوج کی آمد

1999ء میں میاں نواز شریف نے واپڈا سے کرپشن ختم کرنے اور بڑھتی ہوئی لوڈ شیڈنگ کو کم کرنے کے لیے ''واپڈا'' کو فوج کے حوالے کر دیا، جس کے کافی حوصلہ افزا نتائج برآمد ہوئے۔

13- کارگل پر لشکر کشی

1999ء میں کارگل کے محاذ پر پاکستان اور انڈیا کی فوجوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ بعد میں امریکی صدر بل کلنٹن کی مداخلت پر دونوں ملکوں نے جنگ بندی کا اعلان کیا۔

نواز شریف کی حکومت کا خاتمہ

12 اکتوبر 1999ء کو جنرل پرویز مشرف نے وزیر اعظم نواز شریف کی جمہوری حکومت کا تختہ اُلٹ کر ملک پر قبضہ کر لیا۔ طیارہ اغوا کیس میں خصوصی عدالت نے نواز شریف کو کسی بھی پبلک عہدے کے لیے نااہلی، جرمانے اور قید کی سزا سنائی۔ سعودی حکومت کی مداخلت پر انھیں جِلاوطن کر کے سعودی عرب بھیج دیا گیا۔

پاکستان بطورِ ایٹمی طاقت

(Pakistan's Emergence as a Nuclear Power)

1971ء میں ذوالفقار علی بھٹو نے اقتدار سنبھالا تو انھوں نے کہا: ''ایٹمی سائنس ہماری ترقی اور دفاع کے لیے ضروری ہے مگر ہم ایٹمی توانائی کی خواہش جنگ یا تباہی کے لیے نہیں بلکہ اپنی بہتری اور ترقی کے لیے رکھتے ہیں''۔ 1972ء میں کراچی میں پاکستان کا پہلا ایٹمی بجلی گھر قائم کیا گیا، مگر یہ ملکی ضروریات کو پورا نہیں کر رہا۔ پاکستان میں بڑھتی ہوئی صنعتوں کی ترقی کے لیے مزید ایٹمی توانائی کا حصول بہت ضروری تھا۔

بھارت نے جب 1974ء میں راجستھان کے صحرا میں اپنا پہلا ایٹمی دھماکہ کیا تو وہ ایٹمی طاقت رکھنے والا ملک بن گیا۔ بھارت کے ایٹمی دھماکے سے جنوبی ایشیا میں طاقت کا توازن بگڑ گیا، چنانچہ پاکستان نے بھی ایٹمی طاقت بننے کے لیے کوششیں کرنا شروع کر دیں۔ ذوالفقار علی بھٹو نے فرانس سے ایٹمی ری پراسیسنگ پلانٹ کے حصول کی خواہش کی۔ 1976ء میں دونوں ممالک

میں پلانٹ کی خریداری کا معاہدہ طے پا گیا۔ پلانٹ کی کل قیمت 40 کروڑ ڈالر میں سے دس کروڑ ڈالر کی رقم پہلی قسط کے طور پر ادا کر دی گئی، لیکن بھارت، روس، امریکہ اور دوسری ایٹمی طاقتوں کو یہ بات پسند نہ آئی۔ چنانچہ انھوں نے فرانس پر دباؤ ڈالا کہ وہ پاکستان کو یہ پلانٹ مہیا نہ کرے۔ مجبوراً فرانس نے معاہدے کے باوجود پلانٹ کی فراہمی روک دی۔

بعدازاں جنرل محمد ضیاء الحق کے دورِ حکومت میں ڈاکٹر عبدالقدیر خاں کی نگرانی میں پاکستان کا جوہری پروگرام جاری رہا۔ 1984ء میں انھوں نے اعلان کیا کہ پاکستان نے یورینیم کو افزودہ کرنے کی تکنیک میں مہارت حاصل کر لی ہے۔

اس اعلان کے ہوتے ہی پاکستان دشمن عناصر نے پاکستان کے جوہری پروگرام کے خلاف پروپیگنڈا مہم تیز تر کر دی۔ الزام لگایا گیا کہ پاکستان امریکی F-16 اور فرانسیسی طیارے میراج کے ذریعے ایٹمی ہتھیار استعمال کر سکتا ہے، جو بھارت کے بڑے شہروں تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ 1989ء میں ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے دعویٰ کیا کہ پاکستان نے ''ایٹمی ری ایکٹر'' بنانے کی صلاحیت حاصل کر لی ہے۔

بھارت اور پاکستان نے اپنے جوہری پروگرام کو ایک دوسرے سے خفیہ رکھا تھا مگر بھارت نے 1974ء میں دھماکہ کر کے دنیا کو بتا دیا کہ وہ ایک ایٹمی قوت ہے۔ امریکہ نے اُس کے اس رویہ سے نظریں چرالی تھیں مگر جب پاکستان نے اس میدان میں قدم رکھا تو اُسے پریسلر ترمیم کی پابندیوں میں جکڑ دیا گیا۔

1998ء میں بھارت میں ''بھارتیہ جنتا پارٹی'' (BJP) برسرِاقتدار آئی تو اس نے بھارت کی برتری کا سکّہ جمانے کے لیے 11 مئی 1998ء کو پوکھران (راجستھان) میں پانچ ایٹمی دھماکے کر کے خطے میں اپنی ایٹمی برتری قائم کرنے کی کوشش کی۔

امریکی صدر بل کلنٹن نے پاکستان کے وزیراعظم نواز شریف کو بھارتی جارحیت کا جواب دینے سے منع کر دیا اور دھمکی دی کہ اگر پاکستان نے جوابی دھماکے کیے تو اُس کی اقتصادی امداد بند کر دی جائے گی، مگر وزیراعظم نواز شریف نے امریکی صدر بل کلنٹن کی بات ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ عالمی دباؤ کے باوجود پاکستان کی حکومت نے اپنے عوام کے مطالبہ پر اخلاقی جرأت اور قومی غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے 28 مئی 1998ء کو بلوچستان کے ''چاغی'' پہاڑ میں بھارت کے پانچ دھماکوں کے مقابلے میں سات دھماکے کیے۔ ان دھماکوں کے ساتھ ہی پاکستان دنیا کا ساتواں اور عالمِ اسلام کا پہلا ایٹمی ملک بن گیا۔ جونہی چاغی کے پہاڑوں میں ''اللہ اکبر'' کا نعرہ گونجا، پاکستانی قوم کا سرفخر سے بلند ہو گیا اور دشمن کا غرور خاک میں مل گیا۔ ''28 مئی'' کو ''یومِ تکبیر'' کا نام دیا گیا۔ قوم ہر سال یہ دن پورے وقار اور جوش و خروش کے ساتھ مناتی ہے۔

12 اکتوبر 1999ء کے فوجی قبضے کی وجوہات

(The Causes of Military take-over of 12 October 1999)

ا۔ 12 اکتوبر 1999 کو جنرل پرویز مشرف نے بطور چیف آف آرمی سٹاف آئین کو معطل کرتے ہوئے وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف کی حکومت کا تختہ اُلٹ دیا اور قومی اور صوبائی اسمبلیاں بھی معطل کر دیں۔ جبکہ وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف کی حکومت کا جنرل ضیاء الدین کو بطور چیف آف آرمی سٹاف نامزد کرنے کے فیصلے کو بھی غیر آئینی قرار دے دیا۔

ب۔ بعد ازاں سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے میں جنرل پرویز مشرف حکومت کو تین سال کا عرصہ دیا تاکہ وہ آئینی اور معاشرتی اصلاحات لائیں۔

پرویز مشرف کے دور میں اختیارات کی نچلی سطح پر منتقلی اور مقامی حکومت

(The Devolution of Power Process initiated by Pervez Musharraf's Government with Particular emphasis on the Local Self-Government)

جنرل پرویز مشرف

مقامی حکومت

ایسی حکومت جس کی باگ ڈور مقامی لوگوں کے ہاتھ میں ہو، مقامی حکومت کہلاتی ہے۔ مقامی لوگ ہی مقامی سطح کی پالیسیاں مرتب کرتے ہیں، منصوبے بناتے ہیں اور ان کو عملی جامہ پہناتے ہیں۔

تاریخی پس منظر

پاکستان میں مقامی حکومتوں کے نظام کا تاریخی پس منظر ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

وائسرائے لارڈ رپن کا مقامی حکومتوں کا نظام

1884ء میں جنوبی ایشیا میں وائسرائے لارڈ رپن نے ایک ایکٹ کے ذریعے مقامی حکومتوں کا نظام نافذ کیا اور اس نے ضلع اور تحصیل کی سطح پر مقامی بورڈ قائم کیے جن کے ذمے مقامی لوگوں کے مسائل حل کرنا تھے، لیکن یہ ادارے لوگوں کے مسائل حل کرنے میں ناکام رہے کیونکہ ان کے پاس نہ تو اختیارات تھے اور نہ وسائل تھے۔

صدر ایوب خاں کا بنیادی جمہوریتوں کا نظام

صدر ایوب خاں نے بنیادی جمہوریتوں کا حکم نامہ 27 اکتوبر 1959ء کو جاری کیا، جس کے مطابق پاکستان میں مقامی حکومتوں کا ایک نظام لاگو کیا گیا، جسے "بنیادی جمہوریت" کا نام دیا گیا۔ اس کا اہم مقصد یہ تھا کہ اختیارات کی نچلی سطح تک منتقلی اور عوام کے مسائل کا حل بنیادی سطح پر ان کے اپنے نمائندوں کے ذریعے کیا جائے۔ یہ نظام کوئی خاطر خواہ تبدیلی نہ لا سکا لہٰذا حکومت کی تبدیلی کے ساتھ ہی یہ نظام ختم ہو گیا۔ ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں بھی مقامی حکومتوں کا نظام کامیاب نہ ہو سکا۔

جنرل ضیاء الحق کے دور میں مقامی حکومتوں کا نظام

جنرل ضیاء الحق کے برسرِاقتدار آنے کے بعد مقامی حکومتوں کے نظام کو دوبارہ نافذ کیا گیا اور مقامی حکومتوں کے انتخابات دو دفعہ کروائے گئے۔ یہ نظام مضبوط بنیادوں پر قائم کیا گیا اور مرحلہ وار ترقی کرتا رہا مگر عوام کی اکثریت کو کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ ہو سکا۔

لوکل گورنمنٹ پلان 2000ء

جنرل پرویز مشرف کی حکومت نے 12 اکتوبر 1999ء کو حکومت سنبھالنے کے بعد مقامی حکومتوں کے نظام میں واضح تبدیلیاں لانے کا وعدہ کیا تاکہ اقتدار عوام کی نچلی سطح تک منتقل ہو سکے۔ پاکستان میں مقامی حکومت کو تین حصوں: یونین حکومت، تحصیل حکومت اور ضلعی حکومت میں تقسیم کیا گیا۔

1-یونین حکومت

(Union Government)

یونین حکومت، یونین ناظم، یونین نائب ناظم، یونین کونسل اور یونین انتظامیہ پر مشتمل تھی۔عوام یونین کونسل کے اراکین کا انتخاب کرتے تھے۔اس کے اراکین کی کل تعداد 15 تھی ،جس میں ایک ناظم،ایک نائب ناظم،چار مرد جنرل کونسلر، چار خواتین جنرل کونسلر،دو مرد کسان/مزدور کونسلر،دو خواتین کسان/مزدور کونسلر اور ایک اقلیتی کونسلر شامل تھے۔

اپنی حدود کے اندر سیکیورٹی کا انتظام،اپنے علاقے کی ترقی وخوشحالی کے لیے سالانہ ترقیاتی پروگرام بنانا،مقامی سطح پر ٹیکس لگانا اور بنیادی نوعیت کے فوجداری، دیوانی، خاندانی تنازعات اور مسائل کو حل کرنا وغیرہ یونین کونسل کے فرائض میں شامل تھا۔

2- تحصیل حکومت

(Tehsil Government)

تحصیل حکومت، تحصیل ناظم، نائب تحصیل ناظم، تحصیل کونسل اور تحصیل انتظامیہ پر مشتمل تھی۔تحصیل ناظم اور نائب ناظم کے لیے تعلیمی قابلیت کم از کم میٹرک تھی۔ان کا انتخاب تحصیل میں موجود تمام یونین کونسلرز مل کر کرتے تھے۔تحصیل ناظم،تحصیل حکومت کا انتظامی سربراہ ہوتا تھا۔

تحصیل کونسل میں تحصیل کے تمام یونین کونسلوں کے نائب ناظمین شامل تھے۔تحصیل کونسل میں 33% نشستیں عورتوں کے لیے، 5% نشستیں کسانوں اور مزدوروں کے لیے اور 5% نشستیں اقلیتوں کے لیے مخصوص تھیں۔

تحصیل حکومت کا سربراہ تحصیل ناظم کہلاتا تھا۔تحصیل ناظم کے ماتحت ایک تحصیل میونسپل آفیسر (T.M.O.) کام کرتا تھا۔تحصیل میونسپل آفیسر کے ماتحت مزید چار تحصیل آفیسرز (T.Os.) کام کرتے تھے جن کا کام مختلف شعبوں کے معاملات کی نگرانی کرنا تھا۔ان شعبوں میں مالیات، بجٹ اور اکاؤنٹ،زمینوں کے استعمال کا ریکارڈ،منصوبہ بندی، دیہی وشہری منصوبہ بندی،میونسپل رابطہ ودرجہ بندی وغیرہ شامل تھے۔

3- ضلعی حکومت

(District Government)

ضلعی حکومت، ضلعی ناظم اور نائب ناظم، ضلع کونسل اور ضلعی انتظامیہ پر مشتمل تھی۔ایک ضلع میں تمام یونین کونسلوں کے ناظم ضلع کونسل میں شامل ہوتے تھے۔ضلع کونسل کی کل تعداد کا 33 % حصہ عورتوں کے لیے جب کہ 6% نشستیں کسانوں اور مزدوروں کے لیےاور5% نشستیں اقلیتوں کے لیےمخصوص تھیں۔

ایک ضلع سے منتخب ہونے والے تمام یونین کونسلرز، ناظم اور نائب ناظم، ضلعی ناظم اور نائب ناظم کا مل کر انتخاب کرتے تھے۔ضلعی ناظم ہی تمام انتظامی اختیارات کا سربراہ تھا۔ضلع کی پولیس اور انتظامیہ ضلعی ناظم کو جواب دہ تھی۔ضلعی ناظم ضلع کی سطح پر سیاسی قیادت فراہم کرتا اور وہ ضلع کی جملہ ضروریات، ترقی وخوشحالی کا ذمہ دار تھا۔

ضلعی انتظام ضلعی رابطہ آفیسر (D.C.O.) کے ذریعے چلایا جاتا تھا۔ضلع کی انتظامیہ مختلف محکموں پر مشتمل تھی اور ہر محکمے کا سربراہ ایگزیکٹیوڈسٹرکٹ آفیسر (E.D.O.) کہلاتا تھا۔ضلعی انتظامیہ ضلع کے لیے قواعد وضوابط وضع کرتی تھی۔مختلف پروگرام تشکیل دے کر اور بجٹ بنا کر ضلعی ناظم اور ضلع کونسل کی منظوری کے بعد اس پر عمل درآمد کرواتی تھی۔ضلع کی حدود میں وفاقی اور صوبائی قوانین پر عمل درآمد کرواتی تھی۔ضلع حکومت کو ضلعی ٹیکس کی فہرست کے مطابق ٹیکس لگانے اور ٹیکسوں میں کمی بیشی کرنے کا اختیار بھی حاصل تھا۔

انتخاب 2002ءاوراور بحالی جمہوریت

(Election 2002 and Restoration of Democracy)

بی۔اے کی شرط

اکتوبر 2002ء میں ملک میں انتخابات منعقد ہوئے۔ جنرل مشرف نے نومبر 2002ء میں آئندہ پانچ سال کے لیے صدرِمملکت کا حلف اٹھایا۔پاکستان میں پہلی بار امیدوار کا گریجوایٹ (بی۔اے۔پاس) ہونا لازمی قرار دیا گیا۔

جنرل پرویز مشرف کے لامحدود اختیارات

فروری 2003ء کو وفاقی حکومت نے لیگل فریم ورک آرڈر (ایل۔ایف۔او۔) کے حوالے سے ایک نوٹیفیکشن جاری کیا،

جس کے باعث صدر پرویز مشرف کو گورنروں، تینوں مسلح افواج کے سربراہوں، چیف الیکشن کمیشن اور چیئرمین فیڈرل پبلک سروس کمیشن کی تقرری اور اسمبلیوں کی برطرفی سمیت لامحدود اختیارات حاصل ہو گئے۔

ایل۔ایف۔او۔ وجہ تنازعہ اور انتخاب 2008ء

ایل۔ایف۔او۔حکومت اور اپوزیشن کے درمیان متنازعہ بن گیا۔اُس وقت کے وزیراعظم میر ظفر اللہ خان جمالی نے اپنی بھرپور کوششوں سے حکومت اور اپوزیشن کے درمیان تعاون کی راہ ہموار کی۔2003ء میں اے۔آر۔ڈی (اپوزیشن جماعتیں) نے مہنگائی، بے روزگاری، من پسند افراد کے قرضے معاف کرنے، مشرف حکومت کی داخلی اور خارجی دونوں محاذوں پر ناکامی کے حوالے سے ایک وائٹ پیپر شائع کیا۔یکم جنوری 2004ء کو قومی اسمبلی نے جنرل پرویز مشرف کو پھر صدر منتخب کرلیا۔جنرل پرویز مشرف نے مسلم لیگ (ق) کے ساتھ مل کر جنوری 2008ء میں انتخابات کا اعلان اس شرط کے ساتھ کیا کہ پہلے موجودہ اسمبلی تحلیل ہونے سے قبل انھیں پھر اگلے پانچ برس کے لیے صدر منتخب کرے۔جنرل پرویز مشرف اگلے پانچ سال کے لیے صدر منتخب ہوئے۔انھوں نے فروری 2008ء میں انتخابات کروائے۔ان انتخابات کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلم لیگ (ق) اکثریت حاصل نہ کرسکی۔پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ ن نے اس انتخاب میں اکثریت حاصل کی۔سید یوسف رضا گیلانی پاکستان کے وزیراعظم بنے۔2013ء کے انتخابات میں مسلم لیگ (ن) کو اکثریت حاصل ہوئی اور اس جماعت کے محمد نواز شریف نے تیسری بار وزیراعظم کا عہدہ سنبھالا۔2017ء میں سپریم کورٹ کی جانب سے میاں محمد نواز شریف کو نااہل قرار دیے جانے کے بعد شاہد خاقان عباسی وزیراعظم بنے۔2018ء کے عام انتخابات کے بعد پاکستان تحریک انصاف کے سربراہ عمران خاں نے وزیراعظم کا عہدہ سنبھالا۔

جنرل مشرف کا روشن خیالی کا نظریہ

(General Musharraf's Concept of Enlightenment)

جنرل پرویز مشرف نے اقتدار میں آنے کے بعد روشن خیالی کا نظریہ پیش کیا جو کہ مصطفیٰ کمال اتاترک کے نظریات سے متاثر ہو کر اپنایا گیا تھا۔اس نظریے کے تحت انھوں نے تعلیمی نصاب میں کچھ تبدیلیاں متعارف کرائیں مگر علماء کرام نے اس کی مخالفت کی۔اخبارات اور رسائل پر پابندی ہٹائی جس کی وجہ سے بہت سے نجی ٹیلی وژن چینل متعارف ہوئے۔پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار ایک خاتون ڈاکٹر شمشاد اختر کو سٹیٹ بنک آف پاکستان کا گورنر بنایا گیا۔حکومت نے ایئر فورس میں پہلی بار فلائنگ فائٹر کی حیثیت سے خواتین کو شامل کیا۔قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں خواتین کی مخصوص نشستوں کے علاوہ ان کو جنرل نشستوں پر بھی انتخاب لڑنے کی اجازت دی گئی۔خواتین کو بنکوں سے آسان شرائط پر کسی ضمانت کے بغیر چھوٹے قرضے دیے گئے۔صوبہ پنجاب میں اہم شاہرات پر خواتین کو "ٹریفک وارڈن" بھرتی کیا گیا۔فوج میں خواتین کے لیے براہِ راست کمیشن رکھا گیا۔

مشرف کے دورِ حکومت میں نجکاری اور صنعتوں کا قیام

(Privatisation and Industrialization during the Musharraf Era)

جنرل پرویز مشرف سے پہلے بھی بے نظیر بھٹو اور میاں نواز شریف کے ادوارِ حکومت میں نجکاری کا عمل ہوتا رہا، جس کا مقصد غربت کا خاتمہ اور بیرونی قرضوں کی ادائیگی تھا۔ مشرف، شوکت عزیز دورِ حکومت میں نجکاری کو غیر ملکی قرضوں کی ادائیگی اور سماجی بہبود پر خرچ کیا گیا۔ دسمبر 2004ء میں حبیب بنک کو صرف 22 بلین روپے میں جب کہ یونائیٹڈ بنک لمیٹڈ کو صرف 13 بلین روپے میں بیچ دیا گیا۔ نجکاری کمیشن نے پی ٹی سی ایل کے 26 فیصد حصص دبئی کی ایک کمپنی اتصالات کے ہاتھوں فروخت کر دیے۔ میر پور متھیلو کی پاک عرب فرٹیلائزر کو صرف 8 بلین روپے کے عوض فروخت کر دیا گیا۔ ملتان کی پاک عرب فرٹیلائزر کو 13 بلین روپے میں بیچ دیا گیا۔ سب سے بڑی سرکاری فیکٹری پاک امریکن فرٹیلائزر کو صرف 16 بلین روپے میں بیچ دیا گیا۔ مشرف، شوکت عزیز دورِ حکومت نے نجکاری سے 2.5 بلین ڈالر صرف ایک سال کے عرصہ میں کمائے۔

نئی صنعتوں کا قیام

مشرف دورِ حکومت میں ملک میں کئی نئی صنعتیں بھی قائم کی گئیں جن میں موٹر گاڑیوں کی تیاری کی صنعت، موٹر سائیکل بنانے کی صنعت، چینی بنانے کی صنعت، کیمیکل کی صنعتیں، بنیادی ضروریات کا سامان بنانے کی صنعتیں، سامان برائے بجلی کی صنعتیں، سیمنٹ کی صنعت اور فولاد سازی کی صنعت قابلِ ذکر ہیں۔

نجکاری کے اثرات

(Impacts of Privatisation)

مثبت اثرات (Positive Impacts)

- نجکاری سے حکومت کی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے۔
- حکومت پر اداروں کو چلانے کا بوجھ کم یا ختم ہو جاتا ہے۔
- نجی شعبے کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور ملک میں سرمایہ کاری میں اضافہ ہوتا ہے۔

- کارخانوں میں بہترین اشیا بنتی ہیں اور ملازمین کے کام کرنے کی استعداد میں اضافہ ہوتا ہے۔

منفی اثرات (Negative Impacts)

- نجکاری سے بے روزگاری میں اضافہ ہوتا ہے، ملازمین اپنی ملازمتوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔
- اس سے ملکی سرمایہ میں کمی اور ذاتی سرمایہ میں اضافہ ہوتا ہے۔
- اس سے اشیا کی قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔
- نجکاری سے باقی رہ جانے والے ملازمین میں عدم اطمینان اور عدم تحفظ کا احساس پایا جاتا ہے۔

پرویز مشرف اور شوکت عزیز کی متعارف کردہ اقتصادی اصلاحات

(Economic Reforms introduced by Pervez Musharraf and Shaukat Aziz)

1- جی۔ڈی۔پی۔ میں اضافہ اور نئی صنعتوں کا قیام

پرویز مشرف اور شوکت عزیز نے جی۔ڈی۔پی۔ میں اضافے پر خصوصی توجہ دی۔ اس میں 7 فیصد اضافہ ہوا۔ اقتصادی پالیسیاں بنائیں اور ملک میں نئی صنعتیں قائم کیں۔

پرویز مشرف

شوکت عزیز

2- سرمایہ کاری کی ترغیب

بیرون ملک مقیم پاکستانیوں کو ترغیب دی گئی کہ وہ اپنے ملک میں مختلف شعبوں میں سرمایہ کاری کریں تاکہ ملک ترقی کی

شاہراہ پر گامزن ہو سکے۔انھوں نے غیر ملکی سرمایہ داروں کو بھی پاکستان میں سرمایہ کاری کی ترغیب دی۔اس طرح سرمایہ کاری میں 22فیصد اضافہ ہوا۔

3- ملکی خسارے میں کمی

پرویز مشرف اور شوکت عزیز دور سے پہلے ملکی خسارہ 7 فیصد تھا، جسے کم کر کے 4.5 فیصد تک لایا گیا۔غربت کو 32 فی صد کے خط سے 20 فی صد تک لانے کے لیے انھوں نے مثبت اقدامات کیے۔

4-توانائی کا حصول

بجلی کی مسلسل فراہمی کے لیے اور توانائی کے حصول کے لیے ہائیڈل پاور پیداوار اور تھرمل پلانٹس کو گیس اور کوئلے کے پلانٹس میں تبدیل کرنے کا منصوبہ بنایا گیا۔

مشقی سوالات

(حصہ اوّل)

1 (الف) ہر سوال کے چار جواب دیے گئے ہیں۔درست پر (✔) کا نشان لگائیں۔

-1 20 دسمبر 1971ء کو صدر پاکستان اور چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کا عہدہ سنبھالا:

(الف) محمد خاں جونیجو   (ب) ذوالفقار علی بھٹو

(ج) محمد نواز شریف   (د) بےنظیر بھٹو

-2 ''یومِ تکبیر'' منایا جاتا ہے:

(الف) 23 مارچ   (ب) 15 جون

(ج) یکم مئی   (د) 28 مئی

-3 جنوبی ایشیا میں وائسرائے لارڈ رپن نے ایک ایکٹ کے ذریعے مقامی حکومتوں کا نظام نافذ کیا:

(الف) 1854ء   (ب) 1864ء

(ج) 1874ء   (د) 1884ء

4- ملک بھر کے بنکوں میں مسلمان کھاتہ داروں سے زکوٰۃ کاٹی جاتی ہے:

(الف) اڑھائی فیصد (ب) تین فیصد

(ج) ساڑھے تین فیصد (د) چار فیصد

5- ضلع کونسل کی کل تعداد کا 33% حصہ مخصوص ہوتا تھا:

(الف) خواتین (ب) کسانوں

(ج) اقلیتوں (د) سماجی کارکنوں

6- قومی اسمبلی کے اراکین کی تعداد ہے:

(الف) 322 (ب) 342

(ج) 382 (د) 442

7- پاکستان نے ایٹمی دھماکے کیے:

(الف) 1993ء (ب) 1995ء

(ج) 1998ء (د) 2001ء

8- بے نظیر بھٹو کی حکومت نے 1993ء میں پانچ سالہ منصوبے کا آغاز کیا:

(الف) پانچواں (ب) چھٹا

(ج) ساتواں (د) آٹھواں

9- میاں نواز شریف نے موٹر وے کی تکمیل پر اس کا باقاعدہ افتتاح کیا:

(الف) 1998ء (ب) 1996ء

(ج) 1994ء (د) 1992ء

(ب) مختصر جواب دیں۔

1- یونین کونسل کے دو فرائض تحریر کریں۔

2- مقامی حکومت سے کیا مراد ہے؟

3- صدر غلام اسحاق خاں نے کن الزامات کے تحت بے نظیر بھٹو کی حکومت برطرف کی؟

4- مشرف دورِ حکومت میں خواتین کے لیے کیے گئے دو اقدامات لکھیں۔

5- امریکہ نے کس قانون کے تحت پاکستان کو دفاعی سامان کی فراہمی بند کر دی؟

6- ''اعلانِ لاہور'' سے کیا مراد ہے؟

7- 1973ء کے آئین کو وفاقی آئین کیوں کہا جاتا ہے؟

8- وزیرِاعظم ذوالفقار علی بھٹو نے زرعی زمین کی انفرادی ملکیت کتنی مقرر کی گئی؟

9- حبیب بنک اور یو بی ایل کی نجکاری کتنے روپوں میں کی گئی؟

10- امیدواروں کے لیے بی۔اے کی شرط کس الیکشن میں لازمی قرار دی گئی؟

(حصہ دوم)

2 درج ذیل سوالات کے تفصیل سے جواب دیں۔

1- ضلعی حکومت کی تشکیل اور فرائض بیان کریں۔

2- 1977ء سے 1988ء کے درمیان ''نفاذِ اسلام'' کے سلسلے میں کی گئی کوششوں کا ذکر کریں۔

3- پاکستان کے جوہری پروگرام کی وضاحت کریں۔

4- درج ذیل عنوانات پر جامع نوٹ لکھیں۔

(الف) تحصیل کونسل (ب) تحصیل انتظامیہ (ج) تحصیل ناظم و نائب ناظم

5- میاں نواز شریف کے ادوارِ حکومت کے اہم واقعات بیان کریں۔

6- وزیرِاعظم بے نظیر بھٹو کے ادوارِ حکومت کے اہم واقعات بیان کریں۔

7- 1973ء کے آئین کے اہم پہلو بیان کریں۔

8- درج ذیل کی وضاحت کریں۔

(الف) جہادِ افغانستان (ب) وزیرِاعظم ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں صنعتوں کا قومیانا

سرگرمی: اپنے اُستاد سے ووٹ دینے کے طریقے پر گفتگو کریں۔

باب 7

پاکستان کے خارجہ تعلقات

(Foreign Relations of Pakistan)

تدریسی مقاصد:

اس سبق کے مطالعے سے طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

1- پاکستان کی خارجہ پالیسی کے مقاصد بیان کر سکیں۔
2- پاکستان کے اپنے ہمسایہ ممالک کے ساتھ تعلقات کا جائزہ لے سکیں۔
3- مسئلہ کشمیر کے ارتقا کی وضاحت کر سکیں۔
4- پاکستان کے وسط ایشیائی ممالک کے ساتھ تعلقات کی وضاحت کر سکیں۔
5- پاکستان کے اسلامی کانفرنس کی تنظیم (OIC) کے رکن ممالک کے ساتھ تعلقات پر بحث کر سکیں۔
6- پاکستان کے سارک ممالک کے ساتھ تعلقات بیان کر سکیں۔
7- پاکستان کے امریکا، چین، برطانیہ، روس، فرانس، یورپی یونین اور جاپان کے ساتھ تعلقات بیان کر سکیں۔
8- دنیا میں قیامِ امن کے لیے پاکستان کے کردار کا جائزہ لے سکیں۔
9- اقوامِ متحدہ کی تشکیل، تنظیم اور مقاصد بیان کر سکیں۔

پاکستان براعظم ایشیا کے جنوب میں واقع ہے، جو زرخیز زمین، پہاڑوں، دریاؤں اور خوبصورت وادیوں کا ملک ہے۔ اس کی مشرقی سرحد بھارت، شمالی سرحد چین اور مغربی سرحد افغانستان اور ایران سے ملتی ہے جبکہ جنوب میں بحیرۂ عرب واقع ہے۔

پاکستان کی خارجہ پالیسی کے مقاصد

(Objectives of Pakistan Foreign Policy)

ایک ریاست دوسری ریاستوں سے تعلقات کے قیام میں کچھ بنیادی اصولوں اور مقاصد کو پیش نظر رکھتی ہے۔

اس حوالے سے جو پالیسی بنتی ہے، اسے خارجہ پالیسی کہتے ہے۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی کے مقاصد درج ذیل ہیں:

1-علاقائی خودمختاری اور سالمیت کا تحفظ (Territorial Sovereignty and Security)

پاکستان کی خارجہ پالیسی کا اہم اور بنیادی مقصد ملک کی سرحدوں، آزادی اور خودمختاری کی حفاظت کرنا ہے۔ پاکستان دنیا کے نقشہ پر ابھرا تو ضرورت تھی کہ اس کی سلامتی وتحفظ کا مناسب بندوبست کیا جائے۔ لہٰذا پاکستان نے ملکی سلامتی کو خارجہ پالیسی کی بنیاد بنایا اور بیرون ممالک کے ساتھ تعلقات میں قومی سلامتی کو ہمیشہ اہمیت دی۔ آج بھی پاکستان کی خارجہ پالیسی میں قومی سلامتی بنیادی نصب العین ہے۔ پاکستان دوسرے ممالک کی علاقائی سالمیت کا احترام کرتا ہے اور دوسرے ممالک سے بھی یہی توقع رکھتا ہے کہ وہ بھی پاکستان کی قومی سلامتی کا احترام کریں۔ بھارت نے ایٹمی دھماکہ کیا تو ملکی سالمیت کے پیش نظر پاکستان نے بھی اپنی قوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایٹمی طاقت ہونے کا ثبوت پیش کر دیا۔ پاکستان اقوام متحدہ کے چارٹر کا پابند ہے اور طاقت کے استعمال کے خلاف عالمی مہم میں شریک ہے۔

2-نظریاتی مقاصد (Ideological Objectives)

پاکستان میں نظریے اور خارجہ پالیسی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے اور اس کی بنیاد نظریۂ اسلام ہے۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی کا اہم مقصد پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کا تحفظ ہے۔ پاکستان کا استحکام بھی نظریہ پاکستان کے تحفظ میں مضمر ہے۔ یہ اپنے نظریہ کا تحفظ اسلامی ممالک کے ساتھ بہتر تعلقات قائم کر کے ہی کر سکتا ہے، لہٰذا پاکستان نے ہمیشہ اسلامی ممالک کے ساتھ بہتر تعلقات استوار کیے ہیں۔ اس کے تینوں دساتیر میں اسلامی ممالک کے ساتھ قریبی تعلقات پر زور دیا گیا ہے۔ پاکستان نے اسلامی کانفرنس کی تنظیم اور اقتصادی تعاون کی تنظیم کے قیام میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ دنیا میں جہاں کہیں بھی مسلمانوں کو مسائل پیش آئے پاکستان نے ان کی ہر ممکن مدد کی۔ ان مسائل میں فلسطین، قبرص، بوسنیا، کشمیر، ایتھوپیا، افغانستان اور عراق وغیرہ بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں۔

3-اقتصادی ترقی (Economic Development)

کسی بھی ریاست کے دفاع کے لیے خارجہ پالیسی پر اقتصادی پہلو کا اثر نمایاں ہوتا ہے۔ پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے اور معاشی طور پر اپنی ترقی چاہتا ہے، لہٰذا پاکستان ان تمام ممالک کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کرنا چاہتا ہے جن کے ساتھ تجارت کر کے یا جن ممالک سے معاشی مدد حاصل کر کے معاشی طور پر ترقی کر سکے۔ نئے اقتصادی رجحانات کو مدنظر رکھتے ہوئے پاکستان

نے اپنی خارجہ پالیسی میں اہم تبدیلیاں کی ہیں۔خصوصاً آزاد تجارت، آزاد اقتصادیات اور نجکاری کو اپنایا ہے۔مغربی ممالک سے قریبی رابطوں کا اہم سبب اقتصادی امداد ہے۔امریکہ اور مغربی دنیا سے دوستی کی ایک بڑی وجہ اقتصادی تعاون ہے جو پاکستان کو امریکہ اور مغربی دنیا کے قریب لے گیا۔

4-ثقافتی ترقی *(Cultural Enrichment)*

پاکستان کی خارجہ پالیسی پر مختلف ثقافتی عوامل کا ہمیشہ اثر رہا ہے۔دوسری اقوام کی طرح پاکستانی قوم کو بھی اپنی ثقافت کی حفاظت اور اسے اجاگر کرنے کا حق ہے۔پاکستانی ثقافت اسلامی اقدار کی آئینہ دار ہے۔ہماری ثقافت میں رواداری، احترام انسانیت، شرم وحیا اور بہادری جیسی خصوصیات نمایاں ہیں۔پاکستان اپنی خارجہ پالیسی کے ذریعے ایسے ممالک کے ساتھ دوستانہ اور برادرانہ تعلقات استوار کرنا چاہتا ہے، جن کے ذریعے پاکستانی ثقافت نہ صرف محفوظ رہے بلکہ اُسے فروغ بھی حاصل ہو۔اس مقصد کے حصول کے لیے برادر اسلامی ممالک کے ساتھ ثقافتی تعلقات بڑھائے جاتے ہیں اور ان ریاستوں کے درمیان ثقافتی وفود کے تبادلے عمل میں لائے جاتے ہیں۔دوسرے ممالک میں پاکستانی لباس اور دیگر اشیا پسند کی جاتی ہیں۔اس طرح ریاستوں کے درمیان عوامی ثقافت کی سطح پر تعلقات مضبوط ہوتے ہیں۔

پاکستان کے ہمسایہ ممالک کے ساتھ تعلقات

(Pakistan's Relations with Neighbouring States)

پاک چین تعلقات

1- عوامی جمہوریہ چین پاکستان کا عظیم ہمسایہ ہے جس کی سرحدیں پاکستان کے شمالی علاقوں سے ملتی ہیں۔1949ء میں عوامی جمہوریہ چین کے قیام کے چند ماہ بعد ہی پاکستان نے اسے تسلیم کرلیا۔1954-55ء میں پاک چین تعلقات کا آغاز ہوا اور دونوں ممالک دوستی کے رشتے میں بندھ گئے۔دونوں ممالک کی دوستی عوام کے پُرخلوص جذبوں پر قائم ہے۔دونوں قوموں کے درمیان دلی ہم آہنگی موجود ہے۔امن اور جنگ دونوں زمانوں میں چین بہت ہی قابل اعتماد دوست ثابت ہوا ہے۔

2- پاکستان نے عوامی جمہوریہ چین کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کا مستقل رکن بنائے جانے کی بھرپور حمایت کی۔

3- 1962ء میں چین اور بھارت کے درمیان جنگ ہوئی تو پاکستان نے چین کی ہر ممکن سیاسی، سفارتی اور اخلاقی حمایت کی۔

4- 1965ء اور 1971ء کی پاک بھارت جنگوں میں چین نے پاکستان کو اخلاقی، سیاسی، سفارتی، مالی اور دفاعی شعبوں میں کافی

امداد مہیا کی۔

5- 1974ء میں بھارت کے ایٹمی دھماکے کے بعد چین اور پاکستان نے یکساں ایٹمی پالیسی اختیار کی۔ دونوں نے بحرِ ہند کو ایٹم بم سے پاک علاقہ قرار دیے جانے پر زور دیا۔ 1986ء میں دونوں ممالک نے ایٹمی سمجھوتے پر دستخط کیے اور چین نے مالی اور فنی تعاون کا اعلان کیا۔

6- چین کی مدد سے پاکستان میں قریباً 887 کلومیٹر شاہراہِ ریشم (قراقرم ہائی وے) تعمیر کی گئی جو پاک چین دوستی کی علامت اور ایک درخشاں مثال بن گئی۔

7- دفاعی میدان میں بھی چین اور پاکستان کے درمیان کئی دفاعی معاہدے کیے گئے جن کے تحت چین نے کامرہ کمپلیکس اور پاکستان واہ آرڈیننس فیکٹری کی تعمیر میں پاکستان کی مدد کی۔ اسی طرح خیبر پختونخوا میں ہیوی انڈسٹری الیکٹریکل کمپلیکس کی تعمیر کے لیے 273 ملین روپے مہیا کیے۔ 2013ء میں پاکستان کے وزیرِاعظم نے چین کا دورہ کیا۔ اس دورے کے دوران دونوں ممالک کے درمیان توانائی سمیت دیگر شعبوں میں مختلف معاہدات ہوئے۔

8- 2018ء اور 2019ء میں وزیرِاعظم پاکستان نے چین کے دورے کیے۔ ان دوروں کے دوران دونوں ممالک کے درمیان کئی معاہدوں پر دستخط ہوئے۔ موجودہ دور میں پاک چین تعلقات میں پاک چین اقتصادی راہداری منصوبہ (CPEC) بہت اہمیت کا حامل ہے۔

پاک بھارت تعلقات

1- پاکستان اور بھارت کے درمیان مسئلہ کشمیر سب سے بڑا تنازعہ ہے جس کو حل کیے بغیر تعلقات بہتر نہیں ہو سکتے۔ یہ تنازعہ ختم ہو جائے تو تمام شعبوں میں دونوں ممالک کے درمیان بہتر تعلقات قائم ہو سکتے ہیں۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے پاکستان نے ہمیشہ مثبت رویہ اپنائے رکھا لیکن بھارت اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے سنجیدہ نہیں۔

2- 1960ء میں پاکستان اور بھارت کے درمیان پانی کے مسئلے کے حل کے لیے ''سندھ طاس معاہدہ'' پر دستخط ہوئے، اس کے باوجود بھارت خلاف ورزی کرتا رہا ہے۔ پاکستان اور بھارتی سربراہوں کے درمیان 1971ء کی جنگ کے بعد 1972ء میں ''شملہ معاہدہ'' ہوا۔ اس معاہدے کی رو سے پاکستان اور بھارت نے اپنے اختلافات کو مذاکرات کے ذریعے حل کرنے کا اعلان کیا۔

3- 1986ء میں جنوبی ایشیا کی علاقائی تعاون کی تنظیم ''سارک'' کا دوسرا سربراہی اجلاس بھارت میں منعقد ہوا، جس کے دائرے میں دونوں ممالک نے تعاون بڑھانے کی کوششیں کیں جن کا خاطر خواہ نتیجہ نہ نکل سکا۔ 1988ء میں اسلام آباد میں چوتھی ''سارک سربراہی کانفرنس'' کے موقع پر پاکستان اور بھارت کے وزرائے اعظم کو ملنے کا موقع ملا جس میں ایک معاہدہ طے پایا۔ اس معاہدے کے مطابق دونوں ممالک ایک دوسرے کے جوہری مراکز پر حملہ نہ کرنے کے پابند ہوئے۔

4- 1990ء میں پاکستان اور بھارت کے تعلقات میں کچھ بہتری آئی۔ باہمی تجارت اور لوگوں کی آمدورفت بڑھی۔ یہ تعلقات ایک حد سے آگے نہ بڑھ سکے کیونکہ بھارت مسئلہ کشمیر کو منصفانہ طور پر حل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ پاکستان اب بھی اپنے اس منصفانہ موقف پر قائم ہے کہ مسئلہ کشمیر اقوام متحدہ کی منظور کی ہوئی قراردادوں کے مطابق مظلوم کشمیریوں کی رائے کے ذریعے حل کیا جائے۔

5- 14 تا 17 جولائی 2001ء میں پاکستان کے صدر اور بھارت کے وزیراعظم کے درمیان اپنی نوعیت کی پہلی آگرہ کانفرنس ہوئی۔ اس کانفرنس میں ہونے والے تین روزہ مذاکرات بغیر حتمی فیصلہ کے ختم ہو گئے۔

6- جنوری 2004ء میں اسلام آباد میں منعقد ہونے والی ''سارک کانفرنس'' کے دوران صدر پاکستان اور بھارتی وزیراعظم کے درمیان مذاکرات ہوئے اور کئی سمجھوتے طے پائے۔ 2013ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس کے موقع پر بھی پاکستان اور بھارت کے وزرائے اعظم کے درمیان ملاقات ہوئی اور مذاکرات کو جاری رکھنے کا اعادہ کیا گیا۔

7- اب ''کرتار پور راہداری منصوبے'' سے پاک بھارت تعلقات میں بہتری کی امید کی جاسکتی ہے۔

پاک ایران تعلقات

1- 1947ء میں ایران نے پاکستان کو سب سے پہلے تسلیم کیا۔ ایران اور پاکستان دونوں اسلامی، ایشیائی ہونے کے ساتھ ساتھ پڑوسی ممالک بھی ہیں۔ دونوں ممالک گہرے تاریخی، مذہبی اور ثقافتی رشتوں میں منسلک ہیں۔

2- 1949ء میں پاکستان کے وزیراعظم نے ایران کا دورہ کیا جس کے جواب میں 1950ء میں شاہِ ایران نے بھی پاکستان کا دورہ کیا اور تجارتی روابط قائم ہوئے۔ ایران اور پاکستان نے تجارتی اور ثقافتی سمجھوتے کرنے کے بعد ضروری سمجھا کہ دفاع کے شعبے میں بھی تعاون ہو۔ امریکہ سے دونوں ممالک کے تعلقات بہت اچھے تھے اور دونوں کو سوویت یونین کی جانب سے خطرہ تھا۔ پاکستان، ایران، ترکی، عراق اور برطانیہ نے ایک دفاعی معاہدے پر دستخط کیے جو معاہدۂ بغداد کہلایا۔ امریکہ اس معاہدہ کی پشت پناہی کر رہا تھا۔ 1958ء میں عراقی انقلاب کے بعد عراق معاہدہ سے باہر ہو گیا تو اسے سینٹو (CENTO) کا نام دیا گیا۔ دفاعی سمجھوتہ پاکستان اور ایران کو ایک دوسرے کے بہت قریب لے آیا۔

3- ایران نے مسئلہ کشمیر پر پاکستان کا ہمیشہ بھرپور ساتھ دیا اور پاکستان کے مؤقف کو سراہا۔ اقوام متحدہ کے اندر اور باہر کشمیری عوام کے حق خود ارادیت کی حمایت کی۔ ایران نے ہمیشہ بھارتی افواج کے کشمیری مجاہدین کے خلاف مظالم کی کھل کر مخالفت کی۔

4- 1965ء اور 1971ء کی جنگوں میں ایران پاکستان کے ہم راہ رہا۔ ایران کی سیاسی، اخلاقی، اقتصادی اور فوجی امداد سے پاکستان کی بڑی حوصلہ افزائی ہوئی۔ بنگلہ دیش وجود میں آیا تو جب تک پاکستان نے اُسے تسلیم نہ کیا، ایران نے بھی اُسے تسلیم نہ کیا۔

5- شاہ ایران، صدرِ ترکی اور صدرِ پاکستان کی اعلیٰ سطحی میٹنگ 1964ء میں ہوئی اور معاہدہ استنبول پر دستخط کیے گئے۔ یہ معاہدہ تینوں ممالک کو ایک دوسرے کے بہت قریب لے آیا۔ معاہدہ کے نتیجہ میں آر۔سی۔ڈی (علاقائی تعاون برائے ترقی) کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ ایران، پاکستان اور ترکی نے بہت سے مشترکہ منصوبے مکمل کیے۔ اب اس تنظیم کو ''اقتصادی تعاون کی تنظیم'' (E.C.O) کہا جاتا ہے جس کے ممبران کی تعداد دس ہے۔

6- پاکستان نے 1979ء میں اسلامی انقلاب کے بعد ایران کی نئی حکومت کو تسلیم کیا اور ہر شعبے میں تعاون کو مزید وسعت دی۔

7- 2000ء میں صدر پاکستان نے ایران کا دورہ کیا اور مختلف شعبوں میں تعاون کو مزید فروغ دینے کے لیے ضروری اقدامات اٹھانے کا اعادہ کیا۔ 2013ء میں صدر پاکستان نے ایران کا دورہ کیا۔ اس دورے میں ایران سے پاکستان کے ذریعے بھارت تک گیس پائپ لائن کے منصوبے کا جائزہ لیا گیا۔

8- 2019ء میں وزیرِاعظم پاکستان نے ایران کا دورہ کیا۔ اس دورے میں وزیرِاعظم پاکستان اور ایرانی صدر کے درمیان ملاقات میں سرحدوں پر سیکیورٹی کے لیے مشترکہ فوج بنانے، دہشت گردی کے مسئلے سے نمٹنے، تجارتی تعلقات کو مزید فروغ دینے اور گیس پائپ لائن منصوبے کے لیے اقدامات کرنے پر اتفاق کیا گیا۔ اس منصوبے کی تکمیل سے پاکستان کا توانائی کا مسئلہ کافی حد تک حل ہو سکتا ہے۔

پاک افغانستان تعلقات

1- افغانستان پڑوسی، اسلامی اور ایشیائی ملک ہے۔ دونوں ممالک کے درمیان قدیم مذہبی، تاریخی، ثقافتی، نسلی اور جغرافیائی رشتے موجود ہیں۔

2- پاکستان وجود میں آیا تو دونوں ملکوں میں تعلقات کا آغاز خوش گوار نہیں تھا۔ افغانستان نے پاکستان کو بڑی دیر سے تسلیم کیا اور فروری 1948ء میں سفارتی تعلقات کی ابتدا ہوئی۔

3- برطانوی ہند اور افغانستان کے درمیان بارڈر کے تعین کے مسئلے کو ہمیشہ کے لیے حل کرنے کے لیے 1893ء میں سیکرٹری وزارتِ خارجہ حکومتِ ہند سر ڈیورنڈ نے افغان بادشاہ امیر عبدالرحمان سے مذاکرات کیے اور ایک معاہدہ لکھا گیا جس کی رو سے سرحد کا حتمی تعین کر دیا گیا۔ افغانستان نے ڈیورنڈ لائن کو بین الاقوامی سرحد مان لیا۔

4- افغانستان چاروں اطراف سے خشکی میں گھرا ہوا ملک ہے۔ اسے سمندر تک رسائی حاصل نہیں ہے۔ دوسرے ممالک سے تجارتی تعلقات کے قیام میں افغانستان کو دشواری پیش آ رہی تھی۔ حالات کو دیکھتے ہوئے پاکستان نے افغانستان کو راہداری کی سہولتیں دینے کا اعلان کیا۔ کراچی کی بندرگاہ سے سامان لانے اور لے جانے کی اجازت دے دی گئی۔

5- اپریل 1978ء میں افغانستان میں ایک فوجی انقلاب اور دسمبر 1979ء میں روسی افواج کے افغانستان میں داخلے سے

تعلقات میں دوبارہ تلخی پیدا ہوگئی۔ افغانستان حکومت نے مخالفین کو کچلنے کے لیے روسی فوج کو وسیع پیمانے پر استعمال کیا جس کی وجہ سے لاکھوں افغان باشندے اپنا گھر چھوڑ کر پناہ حاصل کرنے کے لیے پاکستان میں داخل ہوئے۔ پاکستان کی حکومت نے انسانی اور اسلامی جذبے کے تحت انھیں پناہ دی۔

6- 11 ستمبر 2001ء میں ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے حادثے کے بعد امریکہ نے افغانستان پر حملہ کر دیا۔ افغانستان میں طالبان کی حکومت ختم کر دی گئی اور وہاں نئی حکومت قائم ہوگئی۔ حکومت پاکستان نے نئی حکومت کے ساتھ بھی تعاون کا اعلان کیا اور افغانستان کی تعمیر نو کے لیے مالی امداد بھی دی اور مزید امداد دینے کا وعدہ بھی کیا۔

7- 2019ء میں افغانستان کے صدر نے پاکستان کا دورہ کیا اور وزیر اعظم پاکستان سے ملاقات کی۔ اس موقع پر دونوں رہنماؤں نے خطے میں امن اور خوشحالی کے لیے مل کر کام کرنے، تجارتی راہداری اور باہمی تجارت میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنے پر اتفاق کیا۔ مستقبل میں دونوں ممالک کے درمیان اچھے تعلقات کی توقع کی جا رہی ہے۔

مسئلہ کشمیر کی ابتدا اور ارتقا

(Genesis and Development of Kashmir Problem)

پاکستان اور بھارت کے مابین مسئلہ کشمیر شروع ہی سے وجہ تنازعہ چلا آ رہا ہے۔ قیام پاکستان کے وقت کشمیر کی قریباً 80 فیصد آبادی مسلمان تھی۔ وہاں کے مسلمانوں کی خواہش تھی کہ کشمیر کو پاکستان میں شامل کیا جائے، لیکن وہاں کا ڈوگرا راجا ہری سنگھ پاکستان اور مسلمانوں کے خلاف تھا۔ اس نے انتہائی عیاری سے کام لیتے ہوئے کشمیر کا الحاق بھارت سے کر دیا اور بھارتی فوجوں کو کشمیر میں داخل کر کے یہاں بھارت کا تسلط قائم کر دیا۔ اس پر کشمیری مسلمانوں نے علم جہاد بلند کر دیا اور وادی کے قریباً ایک تہائی حصے کو بھارتی فوجوں سے آزاد کرا لیا۔

مسئلہ کشمیر سلامتی کونسل میں

جب بھارتی فوجیں کشمیری مجاہدین کے قبضے سے علاقہ چھیننے میں ناکام ہوگئیں تو مزید ناکامی سے بچنے کے لیے بھارت یہ مسئلہ سلامتی کونسل میں لے گیا۔ بھارت نے وہاں یہ موقف اختیار کیا کہ کشمیر کا باقاعدہ الحاق بھارت سے ہو چکا تھا اس لیے یہ علاقہ اب بھارت کا ہے۔ بھارت نے مزید دعویٰ کیا کہ پاکستان نے کشمیر پر حملہ کیا ہے جس کا مطلب بھارت پر حملہ ہے۔ پاکستان نے کشمیر کی بھارت کے ساتھ الحاق کی قانونی حیثیت کو چیلنج کیا اور سلامتی کونسل کو حقیقتِ حال سے آگاہ کرتے ہوئے زور دیا کہ کشمیر کے مستقبل کے فیصلے کا حق اس کے ہندو راجا کو نہیں بلکہ وہاں کے عوام کو ملنا چاہیے۔ سلامتی کونسل نے ایک قرارداد کے ذریعے کشمیر میں جنگ بندی کی اپیل کی، چنانچہ یکم جنوری 1949ء کو جنگ بندی عمل میں آئی۔

کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ

سلامتی کونسل نے پاکستان کے اس موقف کو تسلیم کر لیا کہ کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ ریاست کے عوام کی مرضی کے مطابق ہوگا اور اس مقصد کے لیے اقوام متحدہ کی زیرِ نگرانی استصواب رائے کرایا جائے گا۔ سلامتی کونسل کی اس قرارداد کو پاکستان اور بھارت دونوں نے منظور کر لیا اور جنگ بند ہو گئی۔ جنگ بندی کی خلاف ورزیوں کو روکنے کے لیے اقوام متحدہ نے جنگ بندی لائن کی نگرانی کے لیے اپنے مبصر مقرر کر دیے۔

بھارت کی ٹال مٹول کی پالیسی

ان ابتدائی مسائل کے طے ہو جانے کے بعد توقع کی جا رہی تھی کہ اقوام متحدہ اپنے زیرِ نگرانی کشمیر میں استصواب رائے کا بندوبست کرے گا۔ اقوام متحدہ نے اس سمت کچھ کوششیں بھی کیں لیکن بھارت اس معاملے میں شروع ہی سے پرخلوص نہ تھا۔ اس نے کشمیر میں آزادانہ استصوابِ رائے کی راہ میں روڑے اٹکانے شروع کر دیے۔ بھارت کو علم تھا کہ کشمیر کے عوام پاکستان ہی کے حق میں ووٹ دیں گے۔ لہٰذا اس نے ٹال مٹول کی پالیسی اختیار کی اور وہاں کثیر تعداد میں فوج متعین کر دی۔ اس صورتِ حال کے بعد بھارت نے کشمیر کو اپنا اٹوٹ انگ قرار دیتے ہوئے استصوابِ رائے سے صاف انکار کر دیا۔ اس طرح مسئلہ کشمیر ابھی تک حل طلب ہے۔

پاکستان کے اسلامی کانفرنس کی تنظیم کے رکن ممالک کے ساتھ تعلقات

(Pakistan's Relations with O.I.C Countries)

پاکستان شروع سے ہی اسلامی ممالک اور مسلمانوں کے اتحاد کا خواہاں ہے اور اس نے ہمیشہ ہم آہنگی اور تعاون کے لیے سازگار ماحول بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ پاکستان نے ہمیشہ مسلمانوں کے حق میں اٹھنے والی تحریکوں کا ساتھ دیا ہے اور اقوام متحدہ میں اپنے مؤقف کی کھل کر بات کی ہے۔

1969ء میں مسجد اقصیٰ میں آگ لگانے کے واقعے کے بعد دنیا بھر کے مسلم ممالک کے نمائندے مراکش کے شہر رباط میں اکٹھے ہوئے۔ پاکستان نے اسلامی کانفرنس کے نام سے ایک مستقل ادارے کی تشکیل کی تجویز پیش کی جس کی تمام اسلامی ممالک نے حمایت کی اور اسلامی کانفرنس کی تنظیم کا قیام عمل میں آیا۔ اس کا صدر دفتر جدہ میں ہے۔ اسلامی کانفرنس کا منشور ترتیب دینے میں پاکستان نے اہم کردار ادا کیا ہے۔

ذیل میں چند اسلامی ممالک کے ساتھ پاکستان کے تعلقات کا ذکر کیا جاتا ہے:

پاکستان اور سعودی عرب

1- پاکستان اور سعودی عرب کے باہمی تعلقات بھائی چارے کی مضبوط بنیادوں پر قائم ہیں کیونکہ سعودی عرب میں مسلمانوں کے مقدس مقامات ہیں جہاں ہر سال ہزاروں پاکستانی فریضۂ حج اور عمرہ کی ادائیگی کے لیے جاتے ہیں۔ مزید یہ کہ دونوں ممالک

کی خارجہ پالیسی میں اتحاد عالم اسلام کے اصول کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ قیام پاکستان سے پہلے سعودی عرب نے تحریکِ پاکستان کی حمایت کی اور قیامِ پاکستان کے بعد سعودی عرب نے پاکستان کو تسلیم کیا۔

2- دفاعی میدان میں پاکستان نے سعودی عرب کے ساتھ فنی تعاون کیا اور سعودی عرب کی فوج کو جدید خطوط پر منظّم کرنے کے لیے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ شاہ فیصل نے اسلام آباد میں فیصل مسجد اور انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کی تعمیر کے لیے خطیر رقم فراہم کی۔

3- 1965ء اور 1971ء کی پاک بھارت جنگوں میں سعودی عرب نے پاکستان کے مؤقف کی بھرپور حمایت کی اور معاشی امداد بھی فراہم کی۔

4- مسئلہ کشمیر پر سعودی عرب کی حکومت نے پاکستان کا ساتھ دیا۔ دوسری اسلامی کانفرنس 1974ء کے انعقاد کے سلسلے میں شاہ فیصل نے پاکستان کی بھرپور معاونت کی۔

5- افغانستان کے مسئلہ پر سعودی حکومت نے پاکستان کے مؤقف کی تائید کی۔ 1991ء کے مشرقِ وسطیٰ کے انتشار میں پاکستان نے سعودی عرب کے مؤقف کی نہ صرف حمایت کی بلکہ مدد بھی فراہم کی۔ سعودی عرب کی مقدس زمین کے تحفظ کے لیے پاک فوج کے دستے بھیجے گئے۔

6- 1998ء میں ''پاک سعودی اکنامک کمیشن'' ریاض میں قائم کیا گیا، جس نے پاکستان میں 155 منصوبوں پر کام کرنا شروع کر دیا اور ان کی تکمیل کے لیے معاشی امداد مہیا کی۔

7- 2018ء میں پاکستان کے وزیراعظم نے سعودی عرب کا دورہ کیا۔ اس دورے میں سعودی حکومت سے پاکستان کو ادھار پر تیل کی فراہمی سمیت کئی معاہدات پر دستخط ہوئے۔ پس پاکستان اور سعودی عرب کے درمیان دوطرفہ قریبی تعلقات موجود ہیں، جس کی بنا پر ایک دوسرے پر اعتماد کی فضا قائم ہے۔ سعودی عرب اور پاکستان کی مضبوط دوستی کو وقت نے بھی ثابت کیا ہے۔

پاکستان اور ترکی

1- قیام پاکستان کے فوراً بعد ترکی نے پاکستان کو تسلیم کر لیا اور مسئلہ کشمیر پر پاکستان کے موقف کی مکمل حمایت کی۔

2- 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں ترکی نے پاکستان کو اسلحہ اور جنگی ساز و سامان دیا۔ 1966ء میں جب ترک صدر پاکستان کے دورے پر آئے تو صدر پاکستان نے جنگ میں مدد کرنے پر ان کا شکریہ ادا کیا۔

3- جولائی 1964ء میں ایران، پاکستان اور ترکی نے باہمی رضامندی سے ''علاقائی تعاون برائے ترقی (R.C.D)'' کی بنیاد رکھی۔ 1985ء میں اس تنظیم کو دوبارہ فعال کیا گیا اور اس کا نیا نام ''اقتصادی تعاون کی تنظیم (E.C.O)'' رکھا گیا۔ اب یہ دس رکنی تنظیم ہے۔ اس تنظیم کے تحت پاکستان اور ترکی کے درمیان معاشی تعاون جاری ہے۔ ترکی اور پاکستان کی تعمیراتی کمپنیاں

باہم ترقیاتی منصوبے سرانجام دے رہی ہیں۔ دونوں ممالک کے درمیان فوجی روابط بھی مضبوط ہیں۔

4- 2002ء میں اسلام آباد میں پاکستان اور ترکی کے وزارتی کمیشن کا اجلاس منعقد ہوا اور مختلف معاہدات پر دستخط ہوئے۔ 2005ء میں پاکستان اور آزاد کشمیر میں آنے والے زلزلے میں ترکی نے پاکستان کی دل کھول کر مدد کی۔

5- 2013ء میں ترکی کے تعاون سے لاہور میں ''لاہور میٹرو بس سروس'' کا آغاز ہوا۔ 2013ء میں ہی پاکستان کے وزیراعظم نے ترکی کا دورہ کیا، جس میں دونوں ممالک کی طرف سے دوطرفہ تعلقات کو مزید بڑھانے پر زور دیا گیا۔

6- وزیراعظم پاکستان نے 2019ء میں ترکی کا دورہ کیا۔ اس دورے میں ترک صدر اور وزیراعظم پاکستان کے درمیان تجارت اور سرمایہ کاری کے فروغ پر بات چیت ہوئی۔ موجودہ دور میں دونوں ممالک کے درمیان زراعت، ٹرانسپورٹ، آٹو موبائل، مواصلات اور تعمیرات سمیت مختلف شعبوں میں تعاون جاری ہے۔ دونوں ممالک کے حکام بھی ایک دوسرے کے ممالک کے دورے کرتے رہتے ہیں۔

مصر، لیبیا، ملائیشیا اور متحدہ عرب امارات کے ساتھ پاکستان کے تعلقات

پاکستان کے مصر، لیبیا، ملائیشیا اور متحدہ عرب امارات کے ساتھ بھی اچھے تعلقات ہیں۔ لاکھوں پاکستانی ان ممالک میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں جو پاکستان کی معیشت کے لیے ایک بڑا سہارا ہے۔ پاکستان کے برادر اسلامی ملک مصر سے انتہائی خوشگوار تعلقات ہیں۔ 1973ء کی مصر اسرائیل جنگ میں پاکستان نے مصر کو نہ صرف فوجی امداد مہیا کی تھی بلکہ سفارتی سطح پر بھی مصر کا بھرپور ساتھ دیا تھا۔ پاکستان نے مصر کو اسلامی ممالک کی تنظیم کی رکنیت دلانے میں بھی اہم کردار ادا کیا تھا۔

پاکستان کے لیبیا کے ساتھ بھی گہرے تعلقات ہیں۔ لیبیا کی آزادی میں پاکستان نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ 1971ء کی پاک بھارت جنگ میں لیبیا نے نہ صرف پاکستان کی سفارتی حمایت کی بلکہ فوجی اور معاشی امداد بھی مہیا کی۔ پاکستان کے اسلامی ملک ملائیشیا کے ساتھ بھی اچھے تعلقات ہیں۔ تجارتی اور اقتصادی لحاظ سے ملائیشیا مسلم دنیا میں ایک اہم مقام رکھتا ہے۔ پاکستان اور ملائیشیا کے درمیان سائنس، ٹیکنالوجی اور دوسرے شعبوں میں تعاون جاری ہے۔ متحدہ عرب امارات نے بھی ہر دور میں پاکستان کی مالی مدد کی ہے جس سے کئی منصوبہ جات مکمل ہو چکے ہیں۔

اسی طرح انڈونیشیا، اردن، عراق، سوڈان اور دیگر تمام اسلامی ممالک کے ساتھ بھی پاکستان کے خوشگوار تعلقات قائم ہیں۔

پاکستان کے وسط ایشیائی ممالک کے ساتھ تعلقات

(Pakistan's Relations with Central Asian Countries)

وسطی ایشیائی ممالک جن میں آذربائیجان، ازبکستان، تاجکستان، ترکمانستان، قازقستان اور کرغیزستان شامل ہیں۔ 1991ء میں یہ ریاستیں متحدہ روس سے علیحدہ ہو کر آزاد ریاستیں بنیں۔ پاکستان نے ان ممالک کے مسائل حل کرنے میں گہری دلچسپی

لی۔ یہ ممالک سمندر سے دور ہیں، اس لیے اپنی تجارت کو پاکستان کے بحری راستے سے فروغ دے سکتے ہیں۔ جب یہ ممالک آزاد ہوئے تو ان کے پاس زرِ مبادلہ نہ ہونے کے برابر تھا۔ پاکستان نے ان ممالک سے مال کے بدلے مال کے طریقے سے تجارت شروع کی اور ان کی غذائی اجناس کی ضروریات کو پورا کیا۔ پاکستان نے ان سے متعدد معاہدات کیے اور صنعت کے فروغ میں ان کی مدد کی۔ پاکستان سے ان ممالک کے تعلقات کی تفصیل ذیل میں پیش ہے:

1- آذر بائیجان

پاکستان نے 1992ء میں آذر بائیجان سے تعلقات قائم کیے۔ 1994ء میں الیکٹرانکس کے شعبے میں دونوں ممالک کے درمیان ایک معاہدہ ہوا۔ آذر بائیجان کے بہت سے طلبہ پاکستان کی یونیورسٹیوں اور دوسرے تعلیمی اداروں میں زیرِ تعلیم ہیں۔ اسی طرح پاکستان کے بہت سے طلبہ آذر بائیجان کے تعلیمی اداروں میں زیرِ تعلیم ہیں۔ آذر بائیجان کے پاس تیل اور گیس کے وافر ذخائر موجود ہیں۔ پاکستان نے اس ملک کو تیل کی تلاش میں مدد دینے کے لیے 2001ء میں ایک معاہدہ کیا۔ دونوں ممالک کے درمیان ایک دفاعی معاہدہ بھی ہو چکا ہے۔ پاکستان اور آذر بائیجان کے درمیان تجارتی اور ثقافتی وفود کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے۔

2- ازبکستان

پاکستان کے وزرائے اعظم میاں محمد نواز شریف اور بے نظیر بھٹو ازبکستان کے دورے کر چکے ہیں۔ حضرت امام بخاریؒ کا مزار اسی ملک میں واقع ہے، جن سے مسلمان خاص عقیدت رکھتے ہیں۔ میاں محمد نواز شریف نے اپنے دورہ ازبکستان کے دوران امام بخاریؒ کے مزار کی مرمت کے لیے 50 ہزار ڈالر کا عطیہ دیا۔ یہاں کے صدر بھی 1992ء میں پاکستان کا دورہ کر چکے ہیں۔ یہ ملک تیل، گیس اور کوئلہ کی دولت سے مالا مال ہے۔ دونوں ممالک کے درمیان پاکستان کو پائپ لائن کے ذریعے گیس کی فراہمی کا معاہدہ بھی ہو چکا ہے۔ 2019ء میں ازبکستان کے نائب وزیرِ اعظم نے پاکستان کا دورہ کیا۔ اس موقع پر دونوں ممالک نے دوطرفہ تجارت اور سرمایہ کاری کو بڑھانے پر اتفاق کیا۔

3- تاجکستان

وسطی ایشیائی ممالک میں یہ ملک پاکستان کے قریب ترین ہے۔ تاجکستان کے صدر 1994ء میں پاکستان کا دورہ کر چکے ہیں۔ اس ملک کے پاس ضرورت سے زیادہ بجلی ہے۔ پاکستان کو بجلی مہیا کرنے کے لیے پاکستان نے اس ملک میں پن بجلی کی پیداوار میں سرمایہ کاری کی ہے۔ 2015ء میں پاکستان کے ایک تجارتی وفد نے تاجکستان کا دورہ کیا اور دونوں ممالک کے درمیان تجارت پر عائد ٹیکس کو کم ترین سطح پر لانے کے لیے اقدامات کرنے پر زور دیا گیا۔ موجودہ دور میں دونوں ممالک کے درمیان مختلف وفود کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے۔

4- ترکمانستان

ترکمانستان کے صدر 1994ء میں پاکستان کا دورہ کر چکے ہیں۔ دونوں ممالک کے درمیان مختلف شعبوں کی ترقی کے لیے کئی معاہدات ہو چکے ہیں۔ پاکستان اس ملک کو اشیائے خوردنی مہیا کرتا ہے۔ 2015ء میں ترکمانستان میں ترکمانستان، افغانستان، پاکستان اور بھارت گیس پائپ لائن منصوبے (تاپی) کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ یہ منصوبہ ابھی تک التوا کا شکار ہے۔

5- قازقستان

یہ وسطی ایشیائی ممالک میں سے سب سے بڑا ملک ہے۔ پاکستان کے وزیراعظم میاں محمد نواز شریف نے 1990ء میں قازقستان کا دورہ کیا اور تجارت کے فروغ کے لیے مختلف معاہدات کیے۔ یہاں کے صدر بھی 1992ء میں پاکستان کا دورہ کر چکے ہیں۔ پاکستان نے قازقستان کو سیمنٹ پلانٹ دینے اور مختلف صنعتیں لگانے میں مدد دینے کے لیے متعدد معاہدات کیے۔ 2015ء میں پاکستان کے وزیراعظم کے قازقستان کے دورے کے موقع پر دونوں ممالک کے درمیان تجارت، توانائی اور تعلیم کے شعبوں میں تعاون اور فضائی روابط کے ذریعے دوطرفہ تعلقات کو فروغ دینے پر اتفاق کیا گیا۔ موجودہ دور میں تجارتی لحاظ سے قازقستان، پاکستانی اشیا کے لیے ایک اہم منڈی ہے۔

6- کرغیزستان

کرغیزستان میں یورینیم کے وسیع ذخائر ہیں۔ پاکستان ایک ایٹمی طاقت ہے، اس لیے پاکستان کو اس ملک کے ساتھ تعلقات بڑھانے میں گہری دلچسپی ہے۔ پاکستان کی وزیراعظم بے نظیر بھٹو نے کرغیزستان کا دورہ کیا۔ دونوں ممالک کے درمیان سڑک کے ذریعے تجارت کو فروغ دینے کا ایک معاہدہ ہو چکا ہے۔ 2019ء میں وزیراعظم پاکستان نے کرغیزستان کے دارالحکومت بشکیک میں شنگھائی تعاون تنظیم کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے غربت کے خاتمے اور باہمی تجارت کے فروغ کے لیے جامع اقدامات کرنے پر زور دیا۔ اس دورے کے موقع پر پاکستان کے وزیراعظم اور کرغیزستان کے صدر نے دونوں ممالک کے درمیان فضائی روابط بڑھانے پر زور دیا۔

پاکستان کے سارک ممالک کے ساتھ تعلقات

(Pakistan's Relations with SAARC Countries)

سارک (SAARC) (South Asian Association for Regional Cooperation) جنوبی ایشیا کے ممالک کی تنظیم برائے علاقائی تعاون ہے جس کے قیام کا خیال بنگلہ دیش کے سابق وزیراعظم جناب ضیاء الرحمٰن نے 1980ء میں پیش کیا لیکن 1985ء میں اس تنظیم کا قیام عمل میں آیا۔ اس تنظیم کا بنیادی مقصد رکن ممالک کے درمیان باہمی تعاون کو فروغ دینا ہے۔ اس تنظیم میں درج ذیل ممالک شامل ہیں:

1 پاکستان	2 بھارت	3 بنگلہ دیش	4 سری لنکا
5 نیپال	6 مالدیپ	7 بھوٹان	8 افغانستان

اس تنظیم کے اہم مقاصد درج ذیل ہیں:

1- جنوبی ایشیا کے عوام کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرنا اوران کے معیار زندگی کو بہتر بنانا۔

2- رکن ممالک کے درمیان معاشی، معاشرتی، ثقافتی، تکنیکی اور سائنسی شعبوں میں باہمی تعاون اور مدد کو فروغ دینا۔

3- جنوبی ایشیا کے ممالک کے درمیان اجتماعی خود انحصاری کو بڑھانا اور مضبوط کرنا۔

تنظیم نے باہمی تعاون کے فروغ کے لیے مختلف شعبوں کا تعین کیا۔ ٹیلی کمیونیکیشن ، میٹرولوجی، ٹرانسپورٹ ، جہاز رانی، سیاحت، زرعی تحقیق ، سائنسی، تکنیکی اور تعلیمی شعبوں وغیرہ میں تعاون کو فروغ دیا گیا۔ سارک ممالک کے درمیان کئی طرح کے سمجھوتے کیے گئے اور علاقائی بنیادوں پر بہت سے فوائد حاصل ہوئے مثلاً سارک کھیلوں کے انعقاد کے نتیجے میں آٹھوں ممالک کے کھلاڑی ہر سال ان کھیلوں میں شرکت کر کے باہمی تعاون کو فروغ دے رہے ہیں۔ نیوکلیائی تنصیبات اور فضائی سروس کے معاہدے ہوئے۔

پاکستان اور بنگلہ دیش

1- پاکستان نے 1974ء میں لاہور میں دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس کے موقع پر بنگلہ دیش کو تسلیم کیا۔

2- جولائی 1976ء میں ڈھاکہ میں دونوں ممالک کے درمیان جہاز رانی، بینکنگ اور ٹیلی مواصلات کے شعبوں کی بہتری کے لیے مختلف معاہدات ہوئے۔

3- 1985ء میں سارک کا پہلا سربراہی اجلاس اور 1993ء میں سارک کا ساتواں سربراہی اجلاس بنگلہ دیش کے دارالحکومت ڈھاکہ میں منعقد ہوا۔ ان میں سارک ممالک کے درمیان تجارت کو فروغ دینے کے لیے بہت سے اقدامات اٹھائے گئے۔

4- 1993ء میں پاکستان اور بنگلہ دیش کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا جس کی رو سے پاکستان آئندہ دو برسوں میں بنگلہ دیش کو 300 ٹریکٹر مہیا کرے گا۔

5- 2005ء میں سارک کی تیرھویں سربراہی کانفرنس ڈھاکہ میں منعقد ہوئی۔ جس میں بنگلہ دیش کی وزیر اعظم خالدہ ضیاء کو اگلے سال کے لیے سارک کی چیئر پرسن منتخب کیا گیا۔ اس اجلاس میں پاکستان نے متنازعہ امور حل کرنے پر زور دیا اور علاقائی مستقبل کی تعمیر کے لیے کشمیر کے مسئلے کے حل کو ناگزیر قرار دیا۔ پاکستان اور بنگلہ دیش کے درمیان کھیلوں کے مقابلے ہوتے رہتے ہیں۔ دونوں ممالک کے درمیان تجارت کو مزید فروغ دیا جا رہا ہے۔ سارک کے پلیٹ فارم سے دونوں ممالک کے درمیان مختلف شعبوں میں تعاون جاری ہے۔

پاکستان اور سری لنکا

1- سری لنکا ایک جزیرہ نما ملک ہے جو چاروں طرف سے سمندر میں گھرا ہوا ہے۔ یہاں کا اہم ذریعہ آمدن ماہی گیری ہے۔ سری لنکا میں چائے، ناریل اور ربڑ عام ہے، اس لیے یہ ملک ان اشیا کو برآمد کر کے کافی زرِمبادلہ کماتا ہے۔ سری لنکا میں

سنہالی اور تامل نسلیں آباد ہیں۔ دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ یہاں تامل اور سنہالی زبانیں بولی جاتی ہیں۔

2- سارک کا چھٹا سربراہی اجلاس 1991ء میں سری لنکا کے شہر کولمبو میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں ایشیا میں تخریب کاری اور تشدد کے بڑھتے ہوئے رجحانات پر قابو پانے کے لیے مختلف تجاویز پر غور کیا گیا۔ پاکستان کے وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے اس خطے میں پائیدار امن کے قیام، اقوام متحدہ کے چارٹر کی پابندی اور ایٹمی ہتھیاروں کے خاتمے کی تجاویز دیں۔

3- 1998ء میں سارک کا دسواں سربراہی اجلاس بھی سری لنکا کے شہر کولمبو میں منعقد ہوا، جس میں سارک ممالک نے غربت کے خاتمے اور باہمی تعاون کو فروغ دینے پر زور دیا۔

4- 2008ء میں سارک کا پندرھواں اجلاس سری لنکا میں ہی منعقد ہوا، جس میں رکن ممالک کی طرف سے توانائی، ماحول، پانی کے وسائل، سیاحت، ثقافت، تجارت، سائنس اور ٹیکنالوجی اور تعلیم وغیرہ کے شعبوں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے کے حوالے سے مختلف تجاویز پیش کی گئیں۔

5- 2010ء میں پاک، سری لنکا آزاد تجارت کا ایک معاہدہ ہوا جس کے تحت دونوں ممالک نے دوطرفہ تجارت کو مزید بڑھانے پر اتفاق کیا۔

6- 2015ء میں سری لنکا کے صدر نے پاکستان کا دورہ کیا اور وزیر اعظم پاکستان نے ملاقات کی۔ اس موقع پر پاکستان اور سری لنکا نے دفاع، ایٹمی توانائی، منشیات کی سمگلنگ روکنے، بحری تجارت اور کھیلوں کے شعبوں میں تعاون سمیت مختلف معاہدوں پر دستخط ہوئے۔

7- 2016ء میں وزیر اعظم پاکستان نے سری لنکا کا دورہ کیا۔ اس دورے کے درمیان مختلف معاہدوں اور یادداشتوں پر دستخط ہوئے۔ موجودہ دور میں پاکستان اور سری لنکا کے درمیان مختلف ثقافتی، سیاحتی اور تجارتی وفود کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے۔

پاکستان اور نیپال

1- نیپال پہاڑی علاقے پر مشتمل ملک ہے۔ اس ملک کی آمدن کا بڑا ذریعہ سیاحت ہے۔ دنیا کی سب سے بڑی پہاڑی چوٹی "ماؤنٹ ایوریسٹ (Mount Everest)" نیپال ہی میں واقع ہے۔

2- 1987ء میں سارک کا تیسرا سربراہی اجلاس نیپال کے دارالحکومت کھٹمنڈو میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں یہ بات کھل کر سامنے آ گئی کہ بھارت کے علاوہ باقی سات ممالک کے درمیان کامل ہم فکری اور ہم آہنگی پائی گئی۔ سارک ممالک میں خوراک کے بحران کے مقابلے کے لیے مختلف اقدامات پر اتفاق کیا گیا۔

3- 2002ء میں سارک کی گیارھویں سربراہی کانفرنس نیپال کے دارالحکومت کھٹمنڈو میں منعقد ہوئی۔ اس اجلاس میں اقتصادی تعاون، غربت کے خاتمے، صحت اور ماحولیات میں تعاون، اطلاعات، سماجی ترقی اور دہشت گردی کے خاتمے کے بارے میں قرارداد پاس کی گئی۔

4- 2014ء میں سارک کی اٹھارہویں سربراہی کانفرنس نیپال میں منعقد ہوئی،جس میں وزیر اعظم پاکستان نے شرکت کی۔کانفرنس کے اختتام پر مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا جس میں رکن ممالک کے ساتھ علاقائی اور اقتصادی تعاون بڑھانے اور سارک ڈویلپمنٹ فنڈ کے قیام پر اتفاق کیا گیا۔رکن ممالک نے توانائی کی شراکت کے معاہدے پر بھی دستخط کیے۔
5- 2018ء میں پاکستان کے وزیر اعظم نے نیپال کا دورہ کیا۔اس موقع پر پاکستان اور نیپال کے وزرائے اعظم نے تجارت،دفاع اور ثقافت کے شعبوں میں تعاون کو مزید فروغ دینے پر اتفاق کیا گیا۔

پاکستان اور مالدیپ

1- مالدیپ بحر ہند میں واقع ایک ہزار سے زائد جزائر پر مشتمل ایک ملک ہے۔یہاں کے عوام کا اہم پیشہ ماہی گیری ہے۔مالے اس کا دارالحکومت ہے۔یہاں سے گھونگے اور سیپیاں اکٹھی کر کے دوسرے ممالک کو بھیجی جاتی ہیں۔
2- 1990ء میں سارک کی پانچویں سربراہی کانفرنس مالدیپ کے دارالحکومت مالے میں منعقد ہوئی۔میزبانی کے فرائض مالدیپ کے صدر نے ادا کیے۔پاکستانی وفد کی قیادت وزیر اعظم نواز شریف نے کی۔اس اجلاس میں کویت سے عراق کی فوج کی واپسی اور سمگلنگ کی روک تھام پر زور دیا گیا۔
3- 1997ء میں سارک کی نویں سربراہی کانفرنس مالدیپ میں منعقد ہوئی،جس میں رکن ممالک کو درپیش مختلف مسائل کے حل پر زور دیا گیا۔سارک کی سترہویں سربراہی کانفرنس بھی 2011ء میں مالدیپ میں منعقد ہوئی۔رکن ممالک نے مشترکہ اعلامیہ میں امن،انسانی حقوق کے تحفظ اور غربت کے خاتمے کا عزم کیا۔
4- 2015ء میں مالدیپ کے صدر، پاکستان کا دورہ کر چکے ہیں۔2017ء میں پاکستان کے وزیر اعظم نے مالدیپ کا دورہ کیا۔اس دورے کے دوران دونوں ممالک نے تجارت، تعلیم اور سیاحت سمیت مختلف شعبوں میں دوطرفہ تعاون کو مزید فروغ دینے کے لیے مفاہمت کی کئی یادداشتوں پر دستخط کیے۔پاکستان اور مالدیپ کے درمیان مختلف اشیا کی تجارت ہوتی رہتی ہے۔

پاکستان اور بھوٹان

1- بھوٹان ایک پہاڑی ملک ہے۔اس کے دارالحکومت کا نام تھمپو ہے۔ بھوٹان میں جنگلات زیادہ ہیں۔لوگ لکڑی کاٹ کر روزی کماتے ہیں۔زیادہ تر آبادی وادیوں میں رہتی ہے۔بھیڑ بکریاں پالنا بھی ایک اہم پیشہ ہے۔بھوٹان کی سرکاری زبان ''ذونکھا (Dzongkha)'' ہے۔
2- 2010ء میں سارک کی سولھویں سربراہی کانفرنس بھوٹان کے دارالحکومت تھمپو میں منعقد ہوئی۔پاکستان کے وزیر اعظم نے کانفرنس میں پاکستان کی نمائندگی کی۔کانفرنس کے اختتام پر مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا،جس میں غربت کے خاتمے،دہشت گردی اور ماحولیاتی تبدیلیوں سے نمٹنے کے لیے موثر اقدامات کرنے پر اتفاق کیا گیا۔

3- 2011ء میں بھوٹان کے صدر نے پاکستان کا دورہ کیا اور پاکستان کے وزیر اعظم سے ملاقات کی۔ دونوں رہنماؤں نے باہمی سیاحت اور تجارت کو مزید فروغ دینے پر اتفاق کیا۔ سارک کے دائرہ کار کے لحاظ سے پاکستان کے بھوٹان کے ساتھ کافی قریبی تعلقات استوار ہو چکے ہیں۔ پاکستان اور بھوٹان کے درمیان مختلف تجارتی اور ثقافتی وفود کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے۔

پاکستان کے امریکہ، چین، برطانیہ، یورپی یونین، روس اور جاپان کے ساتھ تعلقات

(Pakistan's Relations with USA, China, UK, EU, Russia and Japan)

پاک امریکہ تعلقات

1- 1948ء میں امریکی سفیر نے قائداعظمؒ کی خدمت میں اپنی اسنادِ سفارت پیش کیں۔ اس موقعے پر قائداعظمؒ نے امریکہ کو پاکستان کی دوستی کا یقین دلاتے ہوئے کہا کہ ہم تمام آزاد اقوام سے صرف دوستی اور خیر سگالی کے امیدوار ہیں۔

2- امریکی صدر ٹرومین کی دعوت پر پاکستانی وزیر اعظم لیاقت علی خاں نے 1950 میں امریکہ کا دورہ کیا۔ لیاقت علی خاں نے امریکہ میں اپنے خطابات کے ذریعے پاکستان کے قیام کے مقاصد بیان کرنے کے علاوہ پاکستان کی ترقی کی ضروریات بھی بیان کیں۔ ان کا یہ دورہ کامیاب رہا۔ امریکہ نے پاکستان کو فوجی اور معاشی امداد دی، جس سے پاکستان کی ترقی اور تعمیر میں مدد ملی۔

3- 1955ء میں امریکہ اور پاکستان کے نمائندوں کے درمیان تعاون کے ایک سمجھوتے پر دستخط ہوئے جس کے تحت امریکہ نے پاکستان کے ساتھ ری ایکٹروں کی تعمیر، ڈیزائن اور دیگر امور میں کچھ حقوق عطا کیے۔

4- جولائی 1961ء میں صدرِ پاکستان محمد ایوب خاں نے امریکہ کا پانچ روزہ سرکاری دورہ کیا۔ انھوں نے امریکی صدر کینیڈی سے بات چیت کی اور مسئلہ کشمیر کے سلسلے میں پاکستان کا مؤقف بتایا۔ اس دورے کے اختتام پر جاری ہونے والے مشترکہ اعلامیہ میں امریکہ نے دوسرے پانچ سالہ منصوبے کے لیے پاکستان کو امداد کی یقین دہانی کروائی نیز یہ کہ امریکہ کے حواری ممالک کو بھی پاکستان کو امداد دینے پر آمادہ کیا جائے گا۔ امریکہ نے پاکستان کی فوجی اور اقتصادی امداد کی بات کو بھی دہرایا اور امریکہ نے افغانستان اور پاکستان کے درمیان سرحد (ڈیورنڈ لائن) کو تسلیم کر لیا۔

5- 1979ء میں روس نے افغانستان میں اپنی فوج داخل کر کے افغانستان پر قبضہ کر لیا۔ پاکستان اور امریکہ نے کھل کر روسی قبضہ کی مخالفت کی۔ پاکستان، امریکہ اور دیگر مغربی ممالک نے افغان عوام کی مدد کی۔ پاک امریکہ مشترکہ پالیسی کی وجہ سے اس جنگ میں روس کو ناکامی ہوئی اور وہ افغانستان سے اپنی فوج نکالنے پر مجبور ہو گیا۔

6- دسمبر 1982ء میں امریکہ کے نئے صدر ریگن کی دعوت پر جنرل ضیاء الحق امریکہ گئے۔ اس دورے میں دونوں ممالک نے ایک وزارتی کمیشن کے قیام کا اعلان کیا اور پاکستان کو ایف سولہ طیاروں کی پہلی کھیپ دے دی گئی۔ اس کے جواب میں 1983ء میں بھارت اور روس نے بھی ایک معاہدہ کر لیا اور روس نے بھارت کو جدید ترین اسلحہ، بکتر بند گاڑیاں، ٹینک شکن اسلحہ اور دیگر ہتھیار دینے کا اعلان کیا۔

7- 1985ء میں امریکی سینٹ نے ایک قانون کی منظوری دی جس کے تحت طے پایا کہ ایٹمی ہتھیار بنانے والے ممالک کی امداد بند کردی جائے۔ امریکی صدر نے ایک سال کے لیے پاکستان کو اس سے مستثنٰی قرار دیتے ہوئے امداد کی منظوری دے دی۔ پاکستان کو بعد میں بھی اس ترمیم سے مستثنٰی قرار دیا جاتا رہا اور سال بہ سال امداد ملتی رہی۔ اکتوبر 1985ء میں جب جنرل ضیاء الحق اقوام متحدہ کی چالیسویں سالگرہ کی تقریبات میں شرکت کے لیے نیویارک گئے تو امریکی صدر سے بھی ملاقات کی۔

8- 1986ء میں پاکستان کے وزیر اعظم محمد خاں جونیجو امریکہ کے دورے پر گئے۔ اس دورے میں انھوں نے امریکی صدر کے علاوہ دیگر اعلیٰ حکام سے بھی ملاقاتیں کیں۔ اس موقعے پر دونوں ممالک میں حساس ٹیکنالوجی کی منتقلی کا معاہدہ طے پایا لیکن امریکہ نے شرط عائد کی کہ اس ٹیکنالوجی کو ایٹمی پروگرام کے لیے استعمال نہیں کیا جائے گا۔

9- مارچ 1986ء میں امریکہ نے اگلے چھے برس کے لیے پاکستان کو تین ارب بیس کروڑ ڈالر امداد کی منظوری دے دی۔ اس کا زیادہ حصہ فوجی سامان کی خریداری کے لیے تھا اور اس امداد پر شرح سود بہت کم تھی۔

10- 1995ء کے اواخر میں وزیر اعظم پاکستان محترمہ بے نظیر بھٹو نے امریکہ کا دورہ کیا۔ وہاں وہ ایک مقبول شخصیت کے طور پر سامنے آئیں اور اس کے نتیجے میں پاک امریکہ تعلقات میں مزید بہتری کی کیفیت پیدا ہوئی۔

11- جنوری 1992ء میں پریسلر ترمیم (Pressler Amendment) کے خالق اور محرک لیری پریسلر نے امریکی بیرونی امداد کے قانون میں تبدیلی کروائی، جس کے تحت پاکستان کی ہر قسم کی امداد روک لی گئی۔ اس ترمیم میں پاکستان کو ایٹمی ہتھیاروں کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے کہا گیا تھا۔ تاہم چند ماہ بعد بش انتظامیہ نے پاکستان کو تیس کروڑ ڈالر کا اسلحہ فروخت کرنے کی اجازت دی اور پاکستان کی اقتصادی امداد پر سے پابندی جزوی طور پر اٹھالی گئی۔

12- 26 جنوری 1996ء کو صدر بل کلنٹن نے براؤن ترمیم پر دستخط کیے، جس کے تحت پاکستان کے لیے فوجی و اقتصادی امداد کی راہ ہموار ہوگئی۔ اس ضمن میں پاکستان میں اس ترمیم کا خیر مقدم کیا گیا۔ 15 جنوری 1998ء کو امریکی کانگرس نے پاکستان کو ایف 16 طیارے نہ دینے کے سلسلے میں رقم واپس کرنے کی حمایت کردی۔

13- 2004ء میں امریکی افواج کے جنرل اپنے وفد کے ہمراہ پاکستان کے دوروزہ دورے پر آئے۔ اس دوران انھوں نے صدرِ پاکستان سے ملاقات کی اور افغانستان میں جاری آپریشن پر تبادلہ خیال کیا۔ امریکہ نے پاکستان کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جس کے تحت امریکہ پاکستان کو 270 ملین ڈالر کی امداد دے گا، جو مختلف ترقیاتی کاموں پر خرچ ہوگی۔

14- 11 ستمبر 2001ء میں امریکہ میں ہونے والی دہشت گردی (11-9) کے واقعات کے بعد امریکہ نے افغانستان پر حملہ کر دیا۔ اس جنگ میں پاکستان نے امریکہ کا ساتھ دیا مگر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پاکستان کو خود دہشت گردی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ امریکہ نے اپنے مقاصد کے لیے کئی بار پاکستان کے ساتھ دیرپا اور خوشگوار تعلقات رکھنے کا اعادہ کیا ہے۔ 2001ء کے بعد امریکہ پاکستان کو اربوں ڈالر بطور قرض بھی دے چکا ہے۔ البتہ امریکہ نے پاکستان کے دیرپا اقتصادی اور دفاعی فائدے کے لیے کسی بھی بڑے منصوبے کے لیے مدد نہیں دی۔

15- 2019ء میں پاکستان کے وزیراعظم عمران خاں نے امریکہ کا سرکاری دورہ کیا۔ اس دورے کے دوران وزیراعظم اور اس کے وفد نے امریکی انتظامیہ سے ملاقات کی اور بہت سے امور پر تبادلہ خیال کیا۔ وزیراعظم عمران خاں اور امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی ملاقات کا اعلامیہ جاری کیا گیا۔ اعلامیہ کے مطابق دونوں رہنماؤں کی وائٹ ہاؤس میں ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات کے بعد وفود کی سطح پر بھی ملاقات ہوئی۔ اعلامیہ میں کہا گیا کہ دونوں رہنماؤں نے پائیدار شراکت داری سے متعلق بات چیت کی، دونوں رہنماؤں کا مختلف شعبوں میں تعاون جاری رکھنے پر بھی اتفاق ہوا۔ وزیراعظم عمران خاں نے افغان امن عمل نیک نیتی سے جاری رکھنے کا اعادہ کرتے ہوئے کہا کہ افغان امن عمل ہماری مشترکہ ذمہ داری ہے، پرامن ہمسائیگی پاکستان کی خارجہ پالیسی کی ترجیح ہے۔

وزیراعظم عمران خاں نے صدر ٹرمپ کو دورہ پاکستان کی دعوت دی جس کو انھوں نے قبول کرلیا۔ وزیراعظم پاکستان نے امریکی صدر کو اپنے معاشی اور سماجی وژن سے آگاہ کیا۔ صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے عمران خاں کے خطے میں امن کے لیے نقطہ نظر کی تعریف کی اور مسئلہ کشمیر کے حل کے لیے تعاون کی پیش کش کی جس پر وزیراعظم عمران خاں نے کہا کہ مسئلہ کشمیر سمیت تمام تصفیہ طلب مسائل کے حل کے لیے جامع مذاکرات پر یقین رکھتے ہیں اور بھارت کے ساتھ معمول کے تعلقات دونوں کے باہمی مفاد میں ہیں۔

پاک روس تعلقات

1- مئی 1948ء میں دونوں ممالک کے درمیان سفارتی تعلقات قائم ہوئے اور اگلے برس روس میں پاکستان کا سفیر مقرر کیا گیا۔ سفیروں کے تقرر سے پہلے ہی روسی وزیراعظم مارشل جوزف سٹالن کی طرف سے جون 1949ء میں پاکستانی وزیراعظم لیاقت علی خاں کو دورے کی دعوت دی جا چکی تھی۔ اس دورے کے لیے اگست کا مہینہ تجویز کیا گیا تاہم وہ اس کو نظرانداز کر کے امریکہ کے دورے پر چلے گئے۔ اس سال جولائی میں روس سے ایک تجارتی وفد پاکستان آیا اور اس وفد کا دورہ بھی قریباً ناکام ہی رہا کیوں کہ دونوں ممالک کے درمیان کوئی سمجھوتا طے نہ پا سکا۔ روسی دعوت کے بعد امریکی صدر ٹرومین نے بھی پاکستانی وزیراعظم کو دورے کی دعوت دی جسے فوراً قبول کرلیا گیا۔ اس اقدام کے نتیجے میں روس اور پاکستان کے درمیان ایک خلیج حائل ہوگئی۔ لیاقت علی خاں نے 1950ء میں امریکہ کا دورہ کیا اور روس نے پاکستان کو جانبدار ملک قرار دے دیا۔

2- مارچ 1956ء میں روسی دارالحکومت ماسکو میں پاکستانی سفارت خانے نے یوم پاکستان کی تقریب منعقد کی۔ اس میں روسی وزیر خارجہ نے بھی شرکت کی اور پیشکش کی کہ جس طرح روس نے بھارت کو سٹیل ری رولنگ مل کے قیام کے لیے مدد دی ہے۔ اسی طرح کی ایک مل کے لیے روس، پاکستان کو بھی مدد دے سکتا ہے۔

3- روس کے تعاون سے پاکستان میں تیل کی تلاش کے لیے مارچ 1961ء میں دونوں ممالک نے ایک معاہدے پر دستخط کیے۔ روس نے پانچ سال کے لیے گیس کی تلاش کے سلسلے میں اپنے ماہرین کو بھیجنا بھی تسلیم کرلیا۔ اس معاہدے کے نتیجے میں سابقہ تلخی کم کرنے میں کافی مدد ملی۔ دو برس بعد دونوں ممالک کے درمیان فضائی سروس کا بھی اجرا ہوگیا۔ 1964ء میں فنی اور

سائنسی تعاون کا ایک سمجھوتا بھی طے پایا اور یوں دونوں ممالک کے درمیان تعلقات کسی حد تک بہتر ہونے لگے۔

4- 1965ء میں صدرِ پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں نے روس کا دورہ کیا۔ دونوں ممالک کے درمیان تین معاہدوں پر دستخط کیے گئے جن کے تحت سابقہ تجارت کی مالیت بڑھا کر دوگنی کر دی گئی۔ روس نے قرضے کے طور پر پندرہ سے پچیس کروڑ روپے دینے کا اعلان کیا اور ثقافتی معاہدے کے تحت مختلف فنی ماہرین، طلبہ، ادیبوں اور فنکاروں کے ساتھ ساتھ ریڈیو اور ٹی وی پروگراموں کے تبادلے پر بھی اتفاق کیا گیا۔ روس نے پاکستان کے تیسرے پانچ سالہ منصوبے کے لیے بھی امداد دینے کا اعلان کیا۔

5- 1965ء کی پاک بھارت جنگ کے بعد جنوری 1966ء میں روس نے تاشقند کے مقام پر بھارت اور پاکستان کے درمیان معاہدہ کروا کے جنگی قیدیوں کی واپسی اور علاقوں پر قبضے کا مسئلہ حل کروایا۔

6- مشرقی پاکستان کے بنگلہ دیش بننے کے بعد ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ 1971ء میں ذوالفقار علی بھٹو نے اقتدار سنبھالا تو انھوں نے دیکھا کہ امریکہ نے سینٹو اور سیٹو کے معاہدات کے باوجود پاکستان کی کوئی مدد نہیں کی تو انھوں نے ان معاہدات کو چھوڑ نے کا اعلان کر دیا۔

7- 1973ء میں دونوں ممالک کے درمیان ایک معاہدے کی رو سے روس نے تھرمل بجلی گھر کے لیے جنریٹر اور ضروری ساز و سامان دیا۔ اسی سال سٹیل مل کے منصوبے کو آخری شکل دی گئی اور کراچی میں مل کی تعمیر کا کام نومبر میں شروع کیا گیا۔

8- 1988ء میں افغان مسئلے کو حل کرنے کے لیے ایک معاہدہ طے پایا جسے معاہدہ جنیوا کا نام دیا گیا۔ پاکستان اور افغانستان کے علاوہ امریکہ اور روس نے دستخط کیے تھے۔ اس معاہدے کی رو سے روس نے نو ماہ کے اندر اندر اپنی فوجیں بلانے کا فیصلہ کیا چنانچہ 1989ء کے وسط تک افغانستان سے تمام فوجیں واپس نکل گئیں۔

9- اس کے بعد پاکستان اور روس کے تعلقات میں زیادہ گرم جوشی نہ رہی۔ 2007ء میں روس کے وزیر اعظم نے پاکستان کا دورہ کیا اور صدر پاکستان اور وزیر اعظم پاکستان سے ملاقات کی۔ اس طرح پاک روس تعلقات کے نئے دور کا آغاز ہوا۔ 2018ء میں پاکستان اور روس کے وزرائے اعظم کے درمیان شنگھائی (چین) میں ملاقات ہوئی۔ دونوں رہنماؤں نے ملاقات میں تجارت، دفاع اور توانائی کے شعبوں میں تعاون بڑھانے پر اتفاق کیا۔ اب دونوں ممالک کے درمیان مختلف شعبوں میں تعاون جاری ہے۔

پاک برطانیہ تعلقات

1- پاکستان اور برطانیہ مختلف شعبہ ہائے زندگی میں ایک دوسرے کے شانہ بشانہ رہے ہیں ۔ پاکستان بننے کے بعد اسے دولتِ مشترکہ کا ممبر بنا لیا گیا تھا۔ جب 1955ء میں سینٹو کا معاہدہ طے پایا تو اس میں بھی برطانیہ اور پاکستان دونوں شریک تھے۔

2- 1959ء میں برطانیہ نے پاکستان کو 13 کروڑ روپے کا قرضہ دیا۔ 1961ء میں برطانیہ نے سندھ طاس معاہدے کے تحت

نہری پانی کے متبادل انتظامات کے لیے مدد کی ۔ برطانیہ نے پاکستان کے دوسرے پانچ سالہ منصوبے کے لیے ساڑھے 45 کروڑ روپے کی رقم دی۔اس کے علاوہ 1961ء میں ریلوے ویگن خریدنے کے لیے چار کروڑ روپے کے لگ بھگ امداد دی گئی۔اگلے برس دواور قرضے دیے گئے جن میں سے پہلا 9 کروڑ اور دوسرا 13 کروڑ روپے کا تھا۔یہ رقم بحری جہاز اور بسیں خریدنے نیز حیدر آباد میں بجلی گھر کی تعمیر کے لیے دی گئی تھی ۔ 1963ء میں صنعتی قرضہ جات اور سرمایہ کاری کے لیے 13 کروڑ روپے کا ایک اور قرضہ دیا گیا۔ 1966ء میں پاکستان اور برطانیہ کے درمیان ایک سمجھوتے پر دستخط ہو گئے جس کے تحت انتہائی نرم شرائط پر پاکستان کو چالیس لاکھ پاؤنڈ کا قرضہ دیا گیا۔

-3 پاکستان میں 1971ء میں ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت بنی تو انھوں نے 1972ء میں دولتِ مشترکہ سے علیحدگی کا اعلان کیا۔

-4 پاکستان کے وزیرِاعظم محمد خان جونیجو نے 1987ء میں برطانیہ کا دورہ کیا۔انھوں نے کہا کہ پاکستان کے لیے برطانوی امداد اور تعاون قابل ستائش ہے۔وزیرِاعظم جونیجو نے برطانیہ کے دوسرے شہروں کا دورہ کیا اور برطانوی صنعت کاروں کو پاکستان میں سرمایہ کاری کی دعوت دی۔انھوں نے یقین دلایا کہ غیر ملکی سرمایہ کاروں کو مکمل تحفظ دیا جائے گا۔

-5 1989ء میں پاکستان کی وزیرِاعظم محترمہ بینظیر بھٹو نے بھی برطانیہ کا دورہ کیا۔اپنے ایک ہفتے کے دورے میں انھوں نے مسئلہ افغانستان کے علاوہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام اور پاک بھارت تعلقات پر بھی بات چیت کی۔ 1989ء میں پاکستان ایک بار پھر دولت مشترکہ کا ممبر بن گیا۔اگرچہ بھارت نے اس معاملے میں پاکستان کی شدید مخالفت کی لیکن پاکستان کو دولتِ مشترکہ کا ممبر بنالیا گیا۔

-6 2001ء میں امریکہ میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں دہشت گردی (11-9) کے واقعے کے بعد دہشت گردی کے خلاف پاکستان امریکہ اور برطانیہ کا اتحادی بنا۔ 2002ء میں دونوں ممالک نے دہشت گردی اور شدت پسندی کے خاتمے کے لیے ایک دوسرے سے تعاون بڑھانے پر اتفاق کیا۔

-7 2003ء میں صدر جنرل پرویز مشرف لندن پہنچے اور برطانوی وزیرِاعظم ٹونی بلیئر سے ملاقات کی۔صدر پرویز مشرف سے ملاقات کے دوران برطانوی وزیرِاعظم نے تنازعہ کشمیر کے حل میں تعاون کا مکمل یقین دلایا۔ 2005ء میں دولت مشترکہ کا اجلاس یورپ کے ایک ملک جمہوریہ مالٹا میں منعقد ہوا جس میں پاکستان کی نمائندگی وزیرِاعظم شوکت عزیز نے کی۔اس موقع پر انھوں نے کہا کہ پاکستان نے انتہا پسندی اور دہشت گردی کی جنگ میں شامل ہو کر یہ بات واضح کر دی ہے کہ پاکستان دنیا میں امن چاہتا ہے۔

-8 2005ء میں پاکستان اور آزاد کشمیر میں آنے والے زلزلے میں برطانیہ اور دولت مشترکہ کے دوسرے ممبر ممالک نے پاکستان کی بھرپور امداد کی اور اسلام آباد میں منعقد ہونے والی عالمی ڈونر کانفرنس میں دولت مشترکہ کی طرف سے مزید امداد کا اعلان کیا گیا اور کہا گیا کہ اس نازک گھڑی میں دولت مشترکہ کے تمام ممبر ممالک پاکستان کے ساتھ ہیں۔

9- 18 فروری 2008ء کے انتخابات کے بعد پاکستان میں جمہوری حکومت کا قیام عمل میں آیا۔ 2010ء میں صدر پاکستان آصف علی زرداری نے برطانیہ کا دورہ کیا اور برطانوی وزیراعظم ڈیوڈ کیمرون سے ملاقات کی۔ اس موقع پر برطانوی وزیراعظم نے کہا کہ دونوں ممالک کے درمیان نہ ختم ہونے والے تعلقات ہیں کیونکہ یہ دونوں ممالک کے باہمی مقادات پر مبنی ہیں۔ 2011ء میں اپنے دورہ پاکستان کے موقع پر برطانوی وزیراعظم نے کہا کہ پاکستان کا دشمن برطانیہ کا دشمن اور اس کا دوست ہمارا دوست ہے۔ دونوں ممالک کے درمیان تجارت، تعلیم اور ثقافت سمیت تمام شعبوں میں مستحکم تعلقات ہیں۔

10- 2014ء میں پاکستان اور برطانیہ کے وزرائے اعظم کی لندن میں ملاقات ہوئی۔ ملاقات کے دوران دونوں وزرائے اعظم نے تجارت اور دفاع سمیت مختلف شعبوں میں دوطرفہ تعلقات کا جائزہ لیا اور ان تعلقات کو مزید مستحکم بنانے کا عزم کیا۔

11- 2018ء میں لندن میں دولت مشترکہ کے ممالک کا اجلاس منعقد ہوا، جس کی سربراہی ملکہ الزبتھ دوم نے۔ پاکستان کی نمائندگی وزیراعظم پاکستان نے کی۔ اس اجلاس میں رکن ممالک نے تجارت اور دوسرے شعبوں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون بڑھانے پر اتفاق کیا۔ دونوں ممالک کے درمیان اب سیاسی، تجارتی، ثقافتی اور تعلیمی وفود کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے۔

پاکستان اور یورپی یونین کے تعلقات

یورپی ممالک نے باہمی طور پر "ایک یورپ" کے تصور کے تحت یورپین یونین بنائی ہے۔ یورپی یونین 28 ممالک کی ایک تنظیم ہے۔

1- پاکستان اور یورپی کمیونٹی کے تعلقات 1976ء میں قائم ہوئے۔ اب تک یورپی یونین پاکستان میں مختلف پراجیکٹ اور پروگراموں پر 500 ملین یورو سے زائد خرچ کر چکی ہے۔

2- 1980ء کی دہائی میں یورپی کمیونٹی نے پاکستان میں سماجی بہبود کے بہت سے منصوبے شروع کیے جن میں سڑکوں اور پلوں کی تعمیر، ایک مچھلی بندرگاہ کی سہولت، دیہات میں بجلی کی فراہمی، مویشیوں کی بہتری، تعلیم، ووکیشنل ٹریننگ اور دیہی بہبود وغیرہ شامل تھے۔

3- 1990ء کی دہائی میں یورپی یونین نے حکومت پاکستان کی پالیسی کے مطابق انسانی وسائل کی ترقی اور ماحولیاتی آلودگی کے خاتمے کے لیے کچھ منصوبے شروع کیے تھے، جن کے نتائج کافی حوصلہ افزا تھے۔ اس کے علاوہ بہبودِ آبادی، چائلڈ لیبر کے خاتمے، آمدنی میں اضافہ کرنے، منشیات کے استعمال میں کمی کرنے اور دیہات میں صحت کی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے مختلف این۔جی۔او (NGOs) کو مالی امداد فراہم کی۔

4- 2004ء میں یورپی یونین نے ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن (WTO) کے تحت پاکستان کی تجارت کو بڑھانے کے لیے فنی معاونت کا ایک پروگرام (Trade-related Technical Assistance Programme) شروع کیا۔

5- 2002-06ء کے لیے پاکستان کی اقتصادی ترقی کے لیے یورپی یونین نے 75 ملین یورو مختص کیے اور 2001ء سے دہشت گردی کے خلاف اتحادی کا کردار ادا کرنے پر 50 ملین یورو امداد دی۔

6- 8اکتوبر 2005ء کو پاکستان کے شمالی علاقوں اور آزاد کشمیر میں آنے والے زلزلے کے متاثرین کی مدد کے لیے یورپی یونین نے 93.6 ملین یورو کی امداد کا اعلان کیا۔ پاکستان اور یورپی یونین کے تعلقات کو وقت کے جدید تقاضوں کے مطابق ڈھالنے کے لیے 17 جون 2009ء کو بیلجیم کے دارالحکومت برسلز (Brussels) میں پاک، یورپی یونین کانفرنس (EU-Pakistani Summit) کا انعقاد کیا گیا جس میں صدر پاکستان نے بھی شرکت کی۔

7- پاکستان اور یورپی یونین کے تعلقات کو مزید فروغ دینے کے لیے 2015ء میں اسلام آباد میں ایک کانفرنس منعقد کی گئی، جس میں تجارت اور سرمایہ کاری سمیت تمام شعبوں میں باہمی تعاون پر اتفاق کیا گیا۔

8- پاکستان اور یورپی یونین کے درمیان تعلقات کو مزید بڑھانے کے لیے 2019ء میں ایک معاہدہ طے پایا جس کے تحت باہمی امن اور خوشحالی کے فروغ، تجارت اور سرمایہ کاری، تارکین وطن کے امور، پائیدار ترقی، توانائی، ثقافت اور تعلیم وغیرہ کے شعبوں میں باہمی تعاون کیا جائے گا۔ اب یورپی یونین اور پاکستان اہم تجارتی حصہ دار (Trading Partner) ہیں۔

پاکستان اور جاپان کے تعلقات

1- جاپان کا ملک براعظم ایشیا کے مشرق میں چار بڑے اور کئی چھوٹے جزیروں پر مشتمل ہے۔ یہ انتہائی مشرق میں ہے۔ لہٰذا جاپان کو چڑھتے سورج کی سرزمین کہتے ہیں۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد جاپان نے صنعتی لحاظ سے زبردست ترقی کی ہے۔ ٹوکیو، جاپان کا دارالحکومت ہے۔ ٹوکیو قدیم تاریخی شہر ہے۔ اس کی موجودہ اہمیت گذشتہ صدی سے قائم ہونے والی صنعتوں کی بدولت ہے۔

2- جاپان میں مشینری، کپڑا، روزمرہ ضروریات کی چیزیں اور خوراک و مشروبات تیار کرنے والی متعدد فیکٹریاں ہیں۔ بجلی کا سامان، ریڈیو، ٹیلی وژن کیمرے، گھڑیاں اور متفرق سامان تیار کرنے کے بے شمار چھوٹے بڑے یونٹ کام کرتے ہیں۔ بھاری صنعتوں میں فولاد سازی، جہاز سازی اور تیل صاف کرنے کے کئی بڑے کارخانے شامل ہیں۔ یہ کارخانے زیادہ تر ساحل سمندر کے ساتھ واقع ہیں۔

3- جاپان براعظم ایشیا کا ایک ترقی یافتہ ملک ہے۔ پاکستان جاپان سے گاڑیاں اور الیکٹرونکس کی اشیا وغیرہ منگواتا ہے۔ جاپان نے پاکستان میں تعلیم کی بہتری سمیت کئی منصوبوں میں سرمایہ کاری کر رکھی ہے۔ جاپان پاکستانی مچھلی کے خریداروں میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے

4- 9/11 کے واقعے کے بعد شدت پسندی کے خلاف جنگ میں نمایاں کردار ادا کرنے پر جاپان نے پاکستان کی کئی بار امداد کی۔

5- جاپان کی حکومت، پاکستان میں جاپان انٹرنیشنل کوآپریشن ایجنسی (جائیکا) کے ذریعے بہت سے منصوبوں پر کام کر رہی ہے، جس میں تعلیم اور پیشہ ورانہ تربیت، مراکز صحت میں سہولیات کی فراہمی، پانی کی فراہمی کے لیے ٹیوب ویلوں کی

تنصیب، زراعت کی ترقی، قدرتی آفات سے بچاؤ اور سڑکوں کی تعمیر وغیرہ شامل ہیں۔

اقوامِ متحدہ

(United Nations)

پہلی جنگِ عظیم کے خاتمہ پر 1919ء میں انجمنِ اقوام (League of Nations) قائم کی گئی لیکن دوسری جنگِ عظیم چھڑ جانے کی وجہ سے یہ ادارہ ختم ہو گیا۔ جنگ کے بعد تباہی کو دیکھتے ہوئے دنیا بھر کی انسانی برادری نے آئندہ جنگوں کی روک تھام اور باہمی تعاون کے فروغ کے لیے ایک نئے ادارے کی تخلیق کو ضروری سمجھا۔ بڑے ممالک کے سربراہوں نے متعدد بار ملاقاتیں کیں۔ بالآخر 1945ء میں امریکہ کے شہر سان فرانسسکو میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی اور اقوامِ متحدہ (United Nations) بنانے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ پچاس ریاستوں کے نمائندوں نے 25 جون 1945ء کو اقوامِ متحدہ کے چارٹر کی منظوری دی اور یہ ادارہ 24 اکتوبر 1945ء کو وجود میں آ گیا۔ اس کا صدر مقام نیویارک میں ہے۔

اقوامِ متحدہ کے قیام کے مقاصد

1- بین الاقوامی امن کا قیام
2- معاشی و معاشرتی تعاون
3- انصاف کی فراہمی
4- انسانی مسائل کا حل

اقوامِ متحدہ کے ادارے

(Organs of the United Nations)

اقوامِ متحدہ کے مندرجہ ذیل چھے بنیادی ادارے ہیں:

1. جنرل اسمبلی
2. سلامتی کونسل
3. تولیتی کونسل
4. معاشی و معاشرتی کونسل
5. بین الاقوامی عدالت انصاف
6. سیکرٹریٹ

1- جنرل اسمبلی (General Assembly)

جنرل اسمبلی اقوامِ متحدہ کا سب سے بڑا ادارہ ہے۔ تمام رکن ممالک کے نمائندے جنرل اسمبلی کے اجلاس میں شریک ہوتے ہیں۔ اس کا اجلاس ہر سال ستمبر کے مہینے میں منعقد ہوتا ہے۔ سلامتی کونسل کے غیر مستقل ارکان کا انتخاب کرنا، معاشی اور

معاشرتی کونسل کے ارکان کا انتخاب کرنا، نئی ریاستوں کو رکنیت دینا اور کسی ریاست کی رکنیت کو ختم کرنا، اقوام متحدہ کے بجٹ کی منظوری دینا اور دنیا بھر میں امن کے قیام کے لیے اقدامات کرنا وغیرہ اس کے فرائض میں شامل ہیں۔

-2 سلامتی کونسل (Security Council)

یہ اقوام متحدہ کا دوسرا اور بہت اہم ادارہ ہے۔ یہ ادارہ اقوام متحدہ کی مرکزی انتظامیہ کا درجہ رکھتا ہے۔ سلامتی کونسل کے کل ارکان کی تعداد 15 ہے۔ ان میں سے 5 مستقل ارکان امریکہ، روس، برطانیہ، فرانس اور عوامی جمہوریہ چین ہیں۔ سلامتی کونسل کے اجلاس مختصر وقفوں کے ساتھ ہوتے رہتے ہیں۔ کونسل کا صدر ہر ماہ منتخب کیا جاتا ہے۔ سلامتی کونسل کے فیصلے پندرہ میں سے کم از کم نو ارکان کی رائے کے مطابق طے پاتے ہیں لیکن ضروری ہے کہ ان 9 ارکان میں پانچوں مستقل ارکان شامل ہوں۔ اگر کوئی ایک مستقل رکن منفی رائے دے دے تو معاملہ طے نہیں پاسکتا۔ مستقل ارکان کے اس اختیار کو ''ویٹو'' کا نام دیا گیا ہے۔ امن وامان کا قیام، بین الاقوامی تنازعات کا حل، نئے ممالک کی رکنیت اور اس کے خاتمے کی سفارش، بین الاقوامی عدالت انصاف کے ججوں کا چناؤ اور جنرل سیکرٹری کے چناؤ کی سفارشات سلامتی اسمبلی کو بھیجنا اس کے اہم فرائض میں شامل ہے۔

-3 تولیتی کونسل (Trusteeship Council)

اقوامِ متحدہ کے اس ادارے نے دوسری جنگ عظیم کے بعد تباہ حال قوموں کی حالت بہتر بنانے کے لیے انتظام کیا تاکہ وہ ان علاقوں کے عوام کی ثقافتی، تعلیمی، اقتصادی، سماجی اور دیگر ضرورتوں کی تکمیل بطور نگران کرے اور یہ نگرانی اس وقت تک رہے گی جب تک کہ یہ قومیں آزادی حاصل کرنے کے قابل نہیں ہو جاتیں۔ اب یہ ادارہ اپنی افادیت کھو چکا ہے۔

-4 معاشی ومعاشرتی کونسل (Economic and Social Council)

کونسل کے کل ارکان کی تعداد 54 ہے۔ ان کا چناؤ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی اور سلامتی کونسل مل کر کرتی ہیں۔ ہر رکن کی میعاد تین سال ہے۔ 1/3 ارکان ہر سال ریٹائر ہو جاتے ہیں اور اُن کی جگہ نئے ارکان منتخب کر لیے جاتے ہیں۔ کونسل کے اجلاس سال میں تین بار طلب کیے جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ خصوصی اجلاس بھی بلایا جاسکتا ہے۔ معاشی ومعاشرتی کونسل کے ارکان اپنے میں سے ایک رکن کو بطور صدر چُن لیتے ہیں۔ انسانوں کے معیارِ زندگی کو بلند کرنا اور معاشی ومعاشرتی ترقی کی کوشش کرنا، تعلیمی، سائنسی اور ثقافتی شعبوں میں تعاون، بے روزگاری، غربت اور بیماری کو دور کرنے کے لیے منصوبہ بندی کرنا وغیرہ اس کے فرائض میں شامل ہیں۔

-5 بین الاقوامی عدالتِ انصاف (International Court of Justice)

اقوام متحدہ میں بین الاقوامی عدالت انصاف ایک اہم عضو ہے۔ عدالت کے ججوں کی کل تعداد 15 ہے جو مختلف ممالک سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کا چناؤ 9 سالہ مدت کے لیے جنرل اسمبلی اور سلامتی کونسل مل کر کرتی ہیں۔ ایک ملک سے ایک سے زیادہ جج

نہیں لیا جا سکتا۔ عدالت اپنے فیصلے حاضر ارکان کی اکثریت کی رائے کے مطابق کرتی ہے۔

ریاستوں کے مابین تنازعات کا حل کرانا اقوام متحدہ کے منشور میں شامل ہے نیز تمام موضوعات پر مقدمات کی سماعت کرنا، بین الاقوامی قوانین کی تشریح و توضیح کرنا اور اقوام متحدہ کے مختلف اداروں کو قانونی مشورہ دینا اس کے فرائض میں شامل ہے۔

6- سیکرٹریٹ (Secretariate)

یہ اقوام متحدہ کا ریکارڈ آفس ہے اور نیویارک میں قائم ہے۔ سیکرٹریٹ کا سربراہ سیکرٹری جنرل کہلاتا ہے۔ اُس کی معاونت کے لیے کئی سیکرٹری بھی چنے جاتے ہیں۔ جنرل اسمبلی اور سلامتی کونسل، سیکرٹری جنرل کو پانچ سال کے لیے منتخب کرتی ہیں۔ تمام اداروں کے اجلاسوں کی کارروائیوں اور خط و کتابت وغیرہ کا ریکارڈ محفوظ رکھنا اس کے اہم فرائض میں شامل ہے۔

دنیا میں قیامِ امن کے لیے پاکستان کا کردار

(Pakistan's Contribution For Peace in the World)

دنیا میں قیام امن کے لیے پاکستان کا کردار ذیل میں بیان کیا جاتا ہے:

1- پاکستان نے ہمیشہ اقوام متحدہ کے چارٹر کا احترام کیا ہے اور چاہتا ہے کہ دنیا میں جھگڑوں کا فیصلہ پُر امن طریقے سے ہو جائے۔ دنیا میں تخفیفِ اسلحہ کی کوششوں میں اقوام متحدہ کا ساتھ دیا ہے۔

2- جنوبی افریقہ اور رہوڈیشیا (موجودہ زمبابوے) میں نسلی امتیاز کی وجہ سے اقوام متحدہ نے معاشی مقاطعہ (Social Boycott) کی پالیسی اپنائی تو پاکستان نے اس پر عمل کیا اور ان ممالک سے سفارتی تعلقات ختم کر لیے۔

3- ستمبر 1965ء میں پاک بھارت جنگ ہوئی تو اقوام متحدہ کی مداخلت پر پاکستان نے جنگ بندی قبول کر لی۔

4- پاکستان نے محکوم اور غلام قوموں کے حقِ خود ارادیت کی ہمیشہ حمایت کی ہے، اسی وجہ سے پاکستان کشمیر اور فلسطین کے لوگوں کی حمایت کرتا ہے۔

5- پاکستان نے جوہری توانائی پر بین الاقوامی کنٹرول کی ہمیشہ حمایت کی ہے۔

6- پاکستان نے امن کے قیام کے سلسلے میں اقوام متحدہ کے کہنے پر کانگو سمیت دنیا کے کئی ممالک میں اپنی فوج بھیجی۔

7- پاکستان نے انڈونیشیا کی آزادی کا مسئلہ اقوامِ متحدہ میں پیش کیا اور تمام پُر امن ممالک کے لیے اقوام متحدہ کے دروازے کھولنے پر زور دیا۔

8- پاکستان نے سری لنکا، نیپال، کمبوڈیا اور لیبیا کو اقوام متحدہ کا رکن بنوانے میں مدد دی۔

9- پاکستان نے الجزائر کی آزادی کی حمایت کی۔ تیونس اور مراکش کی آزادی و خود مختاری کی بھرپور کوشش کی۔

10- پاکستان نے نہر سویز کے مسئلے پر مصر کے مؤقف کی حمایت کی۔

11- بیت المقدس کو اسرائیل کے قبضے سے خالی کرانے کی قرارداد جنرل اسمبلی میں پیش کی اور اکثریت سے پاس کروائی۔

12- دنیا میں دہشت گردی اور شدت پسندی کے خلاف پاکستان بہت موثر کردار ادا کر رہا ہے۔

مشقی سوالات

(حصہ اوّل)

1 (الف) نیچے دیے گئے ہر سوال کے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب پر (✔) کا نشان لگائیں۔

1- پاکستان اور افغانستان کے درمیان سفارتی تعلقات کی ابتدا ہوئی:

(الف) 1947ء میں　　(ب) 1948ء میں

(ج) 1949ء میں　　(د) 1950ء میں

2- 1979ء میں کس ملک نے افغانستان میں اپنی افواج داخل کیں؟

(الف) امریکہ　　(ب) برطانیہ

(ج) روس　　(د) فرانس

3- اقوام متحدہ کا سب سے بڑا ادارہ ہے:

(الف) جنرل اسمبلی　　(ب) بین الاقوامی عدالتِ انصاف

(ج) سلامتی کونسل　　(د) معاشی و معاشرتی کونسل

4- عوامی جمہوریہ چین کا قیام عمل میں آیا:

(الف) 1947ء　　(ب) 1949ء

(ج) 1951ء　　(د) 1953ء

5- اقوام متحدہ کی "معاشی و معاشرتی کونسل" کے ارکان کی تعداد ہے:

(الف) 34　　(ب) 44

(ج) 54　　(د) 64

6- اسلامی کانفرنس کی تنظیم کا پہلا اجلاس 1969ء میں شہر میں منعقد ہوا:

(الف) رباط　　(ب) جدہ

(ج) کراچی　　(د) تہران

-7 24 اکتوبر 1945ء کو ادارے کا قیام عمل میں آیا:

(الف) اقتصادی تعاون کی تنظیم (ب) اسلامی کانفرنس کی تنظیم
(ج) اقوامِ متحدہ (د) علاقائی تعاون برائے ترقی

-8 پاکستان اور بھارت کے درمیان ''شملہ معاہدہ'' ہوا:

(الف) 1971ء (ب) 1972ء
(ج) 1967ء (د) 1965ء

-9 پاکستان اور یورپی یونین کے تعلقات قائم ہوئے:

(الف) 1966ء (ب) 1976ء
(ج) 1986ء (د) 1996ء

-10 1974ء میں دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس منعقد ہوئی:

(الف) پاکستان (ب) مراکش
(ج) سعودی عرب (د) ایران

-11 امریکہ کے شہر نیویارک میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر (9/11) کا واقعہ پیش آیا:

(الف) 2001ء (ب) 2003ء
(ج) 2005ء (د) 2007ء

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

-1 ''ڈیورنڈ لائن'' سے کیا مراد ہے؟
-2 معاشی و معاشرتی کونسل کون سے فرائض سرانجام دیتی ہے؟
-3 اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی کی تین ذمہ داریاں تحریر کریں۔
-4 برطانوی ہند اور افغانستان کے درمیان سرحدی معاہدہ کب ہوا؟
-5 ''سندھ طاس معاہدہ'' کن ممالک کے درمیان ہوا؟
-6 پاکستان اور عوامی جمہوریہ چین کے درمیان تعلقات کا آغاز کب ہوا؟
-7 اسلامی کانفرنس کی تنظیم کے دس رکن ممالک کے نام تحریر کریں۔
-8 مسئلہ کشمیر اقوامِ متحدہ میں کب پیش ہوا؟

-9 ورلڈ ٹریڈ سنٹر کا واقعہ کب اور کہاں رونما ہوا؟

-10 بھوٹان کا تعارف تین لائنوں میں بیان کریں۔

حصہ دوم (انشائیہ)

2 درج ذیل سوالات کے تفصیل سے جواب دیں۔

-1 پاکستان کی خارجہ پالیسی کے مقاصد بیان کریں۔

-2 پاکستان اور بھارت کے تعلقات کا جائزہ لیں۔

-3 چین پاکستان کا ہمسایہ ملک ہے جس نے ہر مشکل گھڑی میں پاکستان کا ساتھ دیا ہے۔ وضاحت کریں۔

-4 پاکستان کے ہمسایہ اسلامی ملک ایران کے ساتھ تعلقات بیان کریں۔

-5 پاکستان اور افغانستان کے تعلقات کا جائزہ لیں۔

-6 اسلامی کانفرنس کی تنظیم میں پاکستان کا کردار بیان کریں۔

-7 مسئلہ کشمیر کی ابتدا اور ارتقا کی وضاحت کریں۔

-8 پاکستان کے وسط ایشیائی ممالک کے ساتھ تعلقات پر روشنی ڈالیں۔

-9 پاکستان کے سعودی عرب کے ساتھ تعلقات پر بحث کریں۔

-10 پاکستان کے سارک ممالک کے ساتھ تعلقات بیان کریں۔

-11 پاکستان کے امریکہ کے ساتھ تعلقات کی وضاحت کریں۔

-12 دنیا میں قیام امن کے لیے پاکستان کے کردار کا جائزہ لیں۔

سرگرمیاں

- دنیا میں موجود مسلم ممالک کے نام لکھیں۔
- یورپی یونین کے ممالک کے نام لکھیں۔
- مسئلہ کشمیر کے حل کے متعلق ایک مباحثہ کرائیں۔

باب 8

معاشی ترقی

(Economic Development)

تدریسی مقاصد:

اس سبق کے مطالعے سے طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

1- پاکستان میں ہونے والی معاشی ترقی بیان کر سکیں۔

2- دھاتی اور غیر دھاتی معدنیات کے ذخائر، ان کی معاشی قدر اور تقسیم کی وضاحت کر سکیں۔

3- پاکستان کی معیشت میں زراعت کا کردار بیان کر سکیں۔

4- پاکستان کی زرعی پیداواری صلاحیت، مسائل اور پیداوار میں اضافے کے لیے اقدامات کی وضاحت کر سکیں۔

5- پاکستان کے آبی ذرائع اور آبپاشی کے موجودہ نظام سے آگاہی حاصل کر سکیں۔

6- پاکستان کی اہم فصلوں کی پیداوار، تقسیم، مویشی پالنا اور ماہی گیری پر بحث کر سکیں۔

7- زراعت میں جدت پسندی کے طریقۂ کار کی وضاحت کر سکیں۔

8- زراعت کو درپیش اہم مسائل بیان کر سکیں۔

9- معاشی ترقی میں صنعتوں کی اہمیت بیان کر سکیں۔

10- پاکستان کی گھریلو، چھوٹی اور بھاری صنعتوں کی وضاحت کر سکیں۔

11- ترقی کے لیے توانائی کے وسائل کی اہمیت بیان کر سکیں۔

12- پاکستان کے توانائی کے اہم وسائل کی پیداوار اور کھپت سے آگاہی حاصل کر سکیں۔

13- پاکستان کی بین الاقوامی تجارت، اس کی بناوٹ، سمت اور توازن میں تبدیلی کا تجزیہ کر سکیں۔

14- غربت کی وجوہات اور اس کو ختم کرنے کے لیے اقدامات کا جائزہ لے سکیں۔

15- پاکستان کی بندرگاہوں (Sea Ports) کی اہمیت بیان کر سکیں۔

16- پاکستان کی خشک گودیوں کی اہمیت پر بحث کر سکیں۔

معاشی ترقی کی تعریف

پروفیسر آرتھر لیوس (Professor Aurther Lewis) کے مطابق: ''اشیا و خدمات کی پیداوار میں اضافے کا نام معاشی ترقی ہے''۔ معاشی ترقی کے نتیجے میں بہتر زندگی گزارنے کے لیے معیشت میں بنیادی تبدیلیاں لائی جاتی ہیں۔ مختصراً کسی پسماندہ معیشت کا ترقی یافتہ معیشت کی طرف گامزن ہونا ''معاشی ترقی'' کہلاتا ہے۔

پاکستان میں معاشی ترقی کا عشرہ بہ عشرہ جائزہ

(Economic Development in Pakistan through Decades)

پاکستان کی معاشی ترقی کا عشرہ بہ عشرہ جائزہ ذیل میں بیان کیا گیا ہے:

1۔ معاشی ترقی کا پہلا مرحلہ: 1947-50ء

قیامِ پاکستان کے بعد پاکستان کے حصے میں آنے والے صنعتی یونٹ ملکی ضروریات کو پورا کرنے کے قابل نہ تھے۔ لوگوں کا بڑا ذریعہ آمدن زراعت تھا۔ قیام پاکستان سے قبل تجارت اور صنعت زیادہ تر غیر مسلموں کے ہاتھ میں تھی۔ تقسیم ہند کی وجہ سے یہ لوگ بھارت چلے گئے جس سے ملکی تجارت اور صنعت کے میدان میں ایک خلا پیدا ہو گیا۔ اس خلا کو پُر کرنے کے لیے بھارت سے ہجرت کر کے آنے والے مسلمان تاجروں کی اکثریت نے کراچی میں رہائش اختیار کر لی جس سے کراچی ہماری تجارت اور صنعت کا مرکز بنا۔ حکومت نے 1947ء میں ایک صنعتی کانفرنس منعقد کی جس میں میسّر خام مال یعنی پٹ سن، کپاس، چمڑے وغیرہ سے متعلق صنعتی اداروں کے قیام کی سفارش کی۔ ملک میں سرمایہ کاری کو فروغ دینے کے لیے انڈسٹریل بورڈ اور صنعتی مالیاتی کارپوریشن قائم کی گئی جس سے معاشی ترقی کا آغاز ہوا۔

2۔ معاشی ترقی کا دوسرا مرحلہ: 1950-60ء

1950ء سے 1952ء تک کوریا کی جنگ کے دوران حکومتِ پاکستان نے ایک آزاد اور نرم تجارتی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے خوب زرِمبادلہ کمایا۔ جنگ ختم ہونے کے بعد خام مال کی قیمتوں میں کمی ہوئی تو حکومت نے اشیائے صرف کی درآمد پر پابندیاں عائد کر دیں جس سے پاکستان کے صنعتی شعبے نے کافی ترقی کی۔ حکومت پاکستان نے 1952ء میں ایک مالیاتی ادارہ ''پاکستان صنعتی ترقیاتی کارپوریشن'' قائم کیا۔ اس کارپوریشن نے زیادہ تر سرمایہ کاری سیمنٹ، کاغذ، سوئی گیس پائپ لائن، شپ یارڈ وغیرہ کے شعبوں میں کی۔ 1959-60ء میں پاکستان کی خام قومی پیداوار میں صنعتی شعبہ کا حصہ 11.9 فیصد رہا۔ اس عرصہ کے دوران میں بڑے پیمانے کی صنعتوں نے خوب ترقی کی۔ اس دوران میں کئی کارخانوں کا قیام عمل میں آیا۔

پاکستان کا پہلا پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ یکم اپریل 1955ء سے 31 جولائی 1960ء تک کے لیے تھا۔اس کا حجم 1080 کروڑ روپے تھا۔مقاصد کے اعتبار سے یہ منصوبہ نہایت اچھا تھا لیکن یہ پورے ہدف حاصل نہ کر سکا۔شرح ترقی کے لحاظ سے قومی آمدنی میں 11 فیصد اضافہ ہوا، فی کس آمدنی صرف 3 فیصد بڑھ سکی۔ملکی بچتوں کی شرح کم ہوگئی۔صنعتی میدان میں کئی صنعتیں قائم ہوئیں مثلاً کاغذ (نیوز پرنٹ) گتہ، کھاد اور کیمیائی اشیا سے متعلق صنعتیں وغیرہ۔آبادی میں اضافے کی شرح تقریباً 1.6 فیصد سالانہ رہی۔اس عرصے کے دوران برآمدات کو نہ بڑھایا جا سکا بلکہ اس کے برعکس درآمدات کی مقدار میں اضافہ ہوگیا۔توازن ادائیگی خاصا خراب ہوگیا، یہاں تک کہ پہلے چار سالوں کے دوران توازن ادائیگی میں 24 کروڑ روپے کا خسارہ ہوا۔اس دوران زرعی فصلوں کی پیداوار میں زیادہ اضافہ نہ ہوسکا۔

درج بالا اعداد و شمار سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ پہلا پانچ سالہ منصوبہ بیشتر شعبوں میں ناکام رہا۔اس کے باوجود اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس کے تجربات کی بدولت نئی سوچ اور انداز فکر نے جنم لیا جس سے معاشی ترقی کی رفتار کو تیز کرنے اور آئندہ کے ترقیاتی منصوبہ جات کو تشکیل دینے میں مدد ملی۔

3۔معاشی ترقی کا تیسرا مرحلہ: 1960-1970ء

1958ء میں جنرل محمد ایوب خاں نے اقتدار سنبھالنے کے بعد ذخیرہ اندوزوں، سمگلروں اور چور بازاروں کو سخت سزائیں دیں۔اس دوران بھاری مشینری مثلاً سٹیل انڈسٹری اور پیٹرو کیمیکل وغیرہ کی صنعتوں کی طرف توجہ دی گئی۔1965ء کے بعد صنعتی شعبہ کی ترقی کی رفتار سست جبکہ زراعت میں ترقی تیز ہوگئی۔ پاکستان کی معاشی ترقی کے لحاظ سے دوسرے پانچ سالہ منصوبے (1960-1965ء) کو خاص اہمیت حاصل ہے۔دوسرے پانچ سالہ ترقیاتی منصوبے کا حجم 1900 کروڑ روپے مقرر کیا گیا مگر 1961ء میں یہ حجم 2300 کروڑ روپے کر دیا گیا۔

اس منصوبے کے تحت ملک کی معاشی ترقی میں بہتری آئی۔قومی آمدنی میں 30 فیصد سے زائد اضافہ ہوا۔صنعتی شعبہ میں 40 فیصد سالانہ سے زیادہ ترقی ہوئی۔برآمدات میں سات فیصد سالانہ کے حساب سے اضافہ ہوا۔زرعی شعبے میں ترقی 15 فیصد سے زیادہ ہوئی۔روزگار کے مواقع متوقع حد تک نہ بڑھائے جا سکے، دوسرا پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ خاصی کامیابی سے ہم کنار ہوا بلکہ کئی شعبوں میں تو ترقی مقررہ ہدف سے بھی بڑھ گئی۔ پاکستان کی معاشی ترقی کے لحاظ سے دوسرے پانچ سالہ منصوبے کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

1965-1970ء کے دوران تیسرا پانچ سالہ ترقیاتی منصوبہ بنایا گیا۔اس منصوبے کا حجم 5200 کروڑ روپے تھا۔تیسرے پانچ سالہ منصوبہ کے دوران صنعتی میدان میں ترقی صرف 9 فیصد ہوسکی، سرمایہ کاری کی شرح میں تقریباً 4 فیصد کمی ہوئی۔زرعی ترقی میں صرف 4.5 فیصد سالانہ ترقی ہوسکی۔برآمدات میں 7 فیصد سالانہ کے حساب سے اضافہ ہوا۔

تیسرے پانچ سالہ منصوبے کو حقیقی وسائل اور سازگار حالات میسر نہ آسکے جو معاشی ترقی کے پروگرام کے لیے درکار

تھے۔اس لیے یہ پانچ سالہ منصوبہ مکمل طور پر کامیاب نہ ہوسکا۔

4- معاشی ترقی کا چوتھا مرحلہ : 1970-1980ء

سقوطِ مشرقی پاکستان بہت بڑا سانحہ تھا۔1971ء میں جب ذوالفقار علی بھٹو نے اقتدار سنبھالا تو ملک بے شمار مسائل میں گھرا ہوا تھا۔اس عشرہ کے ابتدائی سات سالوں میں معاشی ترقی مایوس کن رہی۔کرنسی کی قیمت میں کمی سے امریکی ڈالر4.67روپے سے 11روپے کا ہوگیا۔گھی کے کارخانوں، تجارتی بنکوں، جہاز ران کمپنیوں، آٹا ملوں، کپاس بیلنے اور چاول چھڑنے والے کارخانوں کو قومی ملکیت میں لینے کے عمل نے معاشی ترقی پر بُرے اثرات مرتب کیے۔جنرل محمد ضیاءالحق کے دورِ حکومت میں ملک معاشی ترقی کی طرف گامزن ہوگیا۔معاشی اصلاحات کا آرڈی نینس مجریہ 1978ء جاری کیا گیا۔زرعی شعبہ سے متعلقہ صنعتی یونٹ سابقہ مالکان کو واپس کر دیے گئے۔جس کے نتیجے میں ملک کی خام قومی پیداوار میں اضافہ ہوا، برآمدات بھی بہتر ہوئیں اور ملک میں فصلیں بھی خوب ہوئیں لیکن حکومت افراطِ زر کو نہ روک سکی۔

چوتھے پانچ سالہ منصوبے(1970-75)ء کے لیے 75ارب روپے مختص کیے گئے تھے۔قومی آمدنی میں اضافہ، زرعی فصلوں کی پیداوار اور فی کس آمدنی میں اضافہ وغیرہ اہداف سے کم رہے۔اندرونِ ملک نامساعد حالات کی وجہ سے چوتھے پانچ سالہ منصوبے پر عمل درآمد نہ ہوسکا اور اس منصوبے کو بالآخر منسوخ کرنا پڑا۔

5- معاشی ترقی کا پانچواں مرحلہ: 1980-1990ء

1980-1990ء کے دور میں کپاس، چاول، گنے اور گندم کی پیداوار میں ریکارڈ اضافہ ہوا۔زرعی ترقی کی رفتار میں 6.2فیصد سالانہ کے حساب سے اضافہ ہوا۔اس کو صنعتی ترقی کا بہترین دور کہا جا سکتا ہے کیونکہ اس عرصہ کے دوران نجی شعبے کا اعتماد بحال کرنے کے لیے اقدامات کیے گئے۔1982ء اور 1984ء کی صنعتی پالیسیوں کے ذریعے متوازن ترقی، روزگار کی فراہمی اور نجی شعبہ کی مضبوطی کو بنیاد بنایا گیا جس کے نتیجے میں پاکستان میں خام پیداوار میں اضافہ کی شرح کافی حوصلہ افزا رہی۔

1978-1983ء کے دوران پانچواں پانچ سالہ منصوبہ شروع کیا گیا۔اس منصوبے کا حجم 21ارب دو کروڑ روپے تھا۔اس دوران ناسازگار حالت کے باوجود شرح ترقی 6فیصد سالانہ رہی۔صنعتی پیداوار میں 9فی صد سالانہ ترقی ہوئی۔ملکی صنعت میں اضافے کی غرض سے صنعتی چھوٹ بھی دی گئی۔افراطِ زر صرف 5فیصد رہ گیا۔اس منصوبے کی مدت کے دوران دیہی علاقوں کی ترقی کی طرف بالخصوص توجہ دی گئی۔کم از کم 20فیصد نادار اور مفلوک الحال لوگوں کو نظام زکوٰۃ کی بدولت معاشی مدد ملی جو سماجی و معاشی انصاف کی طرف ایک بڑا قدم تھا۔

چھٹا پانچ سالہ منصوبہ(1983-1988ء)، یکم جولائی 1983کو شروع کیا گیا۔1985ء سے 1988ء کے دوران وزیر اعظم محمد خاں جونیجو کے پانچ نکاتی پروگرام پر تیزی سے کام ہوا۔صنعتوں اور توانائی پیدا کرنے کے شعبوں میں نجی سرمایہ کاری زیادہ ہوئی۔دیہات میں سڑکیں بنائی گئیں اور انھیں شہری منڈیوں کے ساتھ منسلک کیا گیا۔زکوٰۃ اور نظامِ عشر کے توسط سے مستحقین کی مالی

اعانت کی گئی۔ روزگار کی فراہمی کے لیے مختلف اقدامات کیے گئے۔ دیہی ترقی، پسماندہ علاقوں، چھوٹے اور بڑے شہروں کی ترقی پر خاص طور پر توجہ دی گئی۔ تعلیم اور صحت کے شعبے پر زیادہ توجہ دی گئی۔ خام ملکی پیداوار (G.D.P) میں 6.6 فیصد اضافہ ہوا اور زرعی پیداوار میں 2.3 فیصد اضافہ ہوا۔ برآمدات میں 6 فیصد سالانہ اور درآمدات میں 6 فیصد سالانہ کے حساب سے اضافہ ہوا۔ افراط زر کی شرح 6 فیصد رہ گئی۔ بجلی کی پیداوار میں 13.6 فیصد اضافہ ہوا۔

دسمبر 1988 میں ہونے والے الیکشن کے نتیجے میں محترمہ بے نظیر بھٹو کی حکومت بنی جو 1990ء تک قائم رہی۔ محترمہ بے نظیر بھٹو کے اس پہلے دور میں ملک کی معاشی حالت تسلی بخش رہی۔ 90-1989ء کے دوران ملکی خام پیداوار میں اضافے کی شرح 5.1 فیصد رہی۔ زراعت میں ترقی کا اندازہ 5.2 فیصد تھا لیکن صرف 4 فیصد سالانہ اضافہ ہوا۔ 90-1989ء کے دوران ادائیگی توازن میں بہتری ہوئی۔ بیرونی تجارت کا خسارہ کم ہوا اور ملک میں سرمایہ کاری کی فضا کچھ بہتر ہوئی۔ اپریل 1989ء میں نئی صنعتی پالیسی کا اعلان کیا گیا۔ جس میں ایک دفعہ پھر نجی شعبہ کے لیے نئی ترغیبات کا اعلان کیا گیا۔ نئی صنعتوں کے قیام کو آسان کر دیا گیا اور کئی نئے شعبوں میں سرمایہ کاری کے لیے راہیں کھول دی گئیں۔

6۔ معاشی ترقی کا چھٹا مرحلہ: 2000-1990ء

1990ء اور 1996ء میں محترمہ بے نظیر بھٹو کی حکومت برطرف ہوئی۔ 1993ء اور 1999ء میں میاں محمد نواز شریف کی حکومت ختم ہوئی۔ 1999ء میں جنرل پرویز مشرف نے اقتدار سنبھالا۔ ساتواں پانچ سالہ منصوبہ (1993-1988ء) میں شروع کیا گیا۔ اس دوران خام ملکی پیداوار (G.D.P) میں سالانہ ترقی 5 فیصد ہوئی۔ زرعی شعبہ میں پیداوار کی سالانہ شرح 4.7 فیصد رہی۔ صنعتی شعبہ کی پیداوار میں اضافہ کی شرح 5.9 فیصد رہی۔ قومی بچتوں کی شرح 12.7 فیصد سالانہ رہی۔ شہری علاقوں میں 50 طبی مراکز قائم کیے گئے۔ شرح خواندگی کا تناسب 36 فیصد رہا۔

آٹھواں پانچ سالہ منصوبہ (1998-1993ء) میں شروع کیا گیا۔ اس منصوبے کے دوران بہت سارے قومی ادارے نجی شعبے کے حوالے کر دیے۔ 1998ء میں ایٹمی دھماکے کرنے کی وجہ سے پاکستان کو معاشی پابندیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ 1998ء میں مردم شماری بھی کرائی گئی۔ اس دوران خام ملکی پیداوار (G.D.P) اور زرعی شعبہ کی پیداوار میں سالانہ 6 فیصد کے حساب سے اضافہ ہوا۔ نجی سرمایہ کاری میں 22.8 فیصد اضافہ ہوا وفاقی حکومت کے ٹیکسوں کی وصولی میں 22.6 فیصد اضافہ ہوا۔ برآمدات میں 24.9 فیصد کمی ہوئی۔ خواندگی کی شرح 37.9 فیصد ہو گئی۔ قومی بچتوں میں سالانہ 12.7 فیصد اضافہ ہوا۔

ملک میں آٹھویں پانچ سالہ منصوبہ کے بعد پانچ سالہ منصوبوں کا دور ختم ہو گیا۔ اب سالانہ ترقیاتی منصوبے تیار کیے جاتے ہیں اور اس کے مطابق ملکی ترقی کے لیے اقدامات کیے جاتے ہیں۔

7۔ معاشی ترقی کا ساتواں مرحلہ: 2010-2000ء

جنرل پرویز مشرف کے 9 سالہ دور حکومت میں معاشی ترقی کی رفتار سات فیصد رہی۔ وزیر اعظم شوکت عزیز نے معاشی

ترقی کے لیے متعدد اقدامات اُٹھائے مگر عام آدمی کی زندگی کے مسائل اور مہنگائی میں اضافہ ہوا۔2008ء کے انتخابات میں پاکستان پیپلز پارٹی بڑی جماعت بن کر ابھری۔سید یوسف رضا گیلانی وزیر اعظم بنے۔پیپلز پارٹی کی حکومت نے پاکستان کی اقتصادی صورتحال بہتر بنانے اور عوام کے معاشی مسائل کم کرنے کے لیے کام شروع کیا،لیکن خاطر خواہ کامیاب نہ ہوسکی۔

8۔معاشی ترقی کا آٹھواں مرحلہ:2010-2020ء

پیپلز پارٹی کے دور میں 2010ء کے بعد بجلی کی لوڈ شیڈنگ میں اضافہ ہوا اور معاشی ترقی کی شرح میں وہ اضافہ نہ ہوا،جس کی توقع کی جارہی تھی۔حکومت نے سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ کیا،'بینظیر انکم سپورٹ پروگرام' اور 'وسیلۂ حق پروگرام' کے ذریعے لوگوں کی مدد کی،خواتین کی ترقی وتحفظ اور کسانوں کی حالت بہتر بنانے کے لیے متعدد اقدامات کیے،مگر ملک معاشی ترقی کے لحاظ سے مشکلات کا شکار رہا۔2013ء کے انتخابات کے بعد پاکستان مسلم لیگ (ن) کی حکومت قائم ہوئی۔مسلم لیگ کے پانچ سالہ دور میں 2013ء میں جی ڈی پی کی شرح 3.7 فیصد رہی جو 2018ء میں 5.53 فیصد کی سطح پر پہنچ گئی۔زرعی ترقی کی شرح 2013ء میں 2.68 فیصد سے بڑھ کر 2018ء میں 3.8 فیصد ہوگئی،صنعتی ترقی کی رفتار 2013ء میں 4.5 فیصد سے بڑھ کر 2018ء میں 5.8 فیصد ہوگئی۔اس دوران ملک پر بیرونی قرضوں کا بوجھ بڑھ گیا۔2018ء میں پاکستان میں عام انتخابات کے بعد پاکستان تحریک انصاف کی حکومت قائم ہوئی اور عمران خان وزیر اعظم بنے۔پی ٹی آئی کی حکومت پاکستان کی اقتصادی صورتحال کو بدلنے،سوشل سروسز کو بہتر بنانے، زراعت کی ترقی، پانی کی کمی کو دور کرنے اور عام آدمی کا معیار زندگی بہتر کرنے کے لیے کوشاں ہے۔

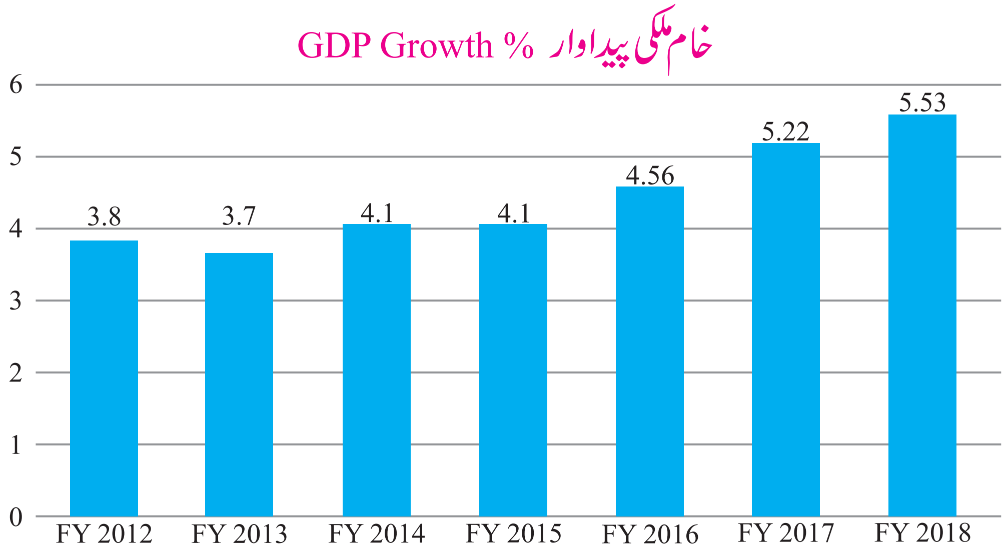

پاکستان کی قومی خام ملکی پیداوار (جی۔ڈی۔پی) کا گراف

(بحوالہ پاکستان اکنامک سروے)

معیشت کے اہم شعبے

(Important Sectors of Economy)

معدنیات، زراعت اور صنعتیں پاکستان کی معیشت میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ذیل میں ان کی تفصیل دی گئی ہے:

(الف) معدنیات *(Minerals)*

پاکستان میں معدنی وسائل کی ترقی کے لیے 1974ء میں پاکستان معدنی ترقیاتی کارپوریشن (Pakistan Mineral Development Corporation) کا قیام عمل میں آیا۔ معدنیات کو دھاتی اور غیر دھاتی دو گروپوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں دھاتی معدنیات میں لوہا، تانبا اور کرومائٹ، وغیرہ جبکہ غیر دھاتی معدنیات میں معدنی تیل، قدرتی گیس، خوردنی نمک، چونے کا پتھر، سنگِ مرمر اور جپسم وغیرہ شامل ہیں۔ پاکستان کی ان معدنیات کی تفصیل ذیل میں دی گئی ہے:

1- معدنی تیل *(Petroleum)*

انسان کے لیے معدنی تیل اور اس سے تیار کردہ مصنوعات کی معاشی اہمیت صنعتوں میں استعمال ہونے والی تمام معدنیات سے بڑھ چکی ہے۔ معدنی تیل کی اہم مصنوعات میں گیسولین، مٹی کا تیل، ڈیزل، موبل آئل، موم اور کول تار وغیرہ شامل ہیں۔ پاکستان میں تیل صاف کرنے کے کارخانے موجود ہیں۔ پاکستان میں آئل اینڈ گیس ڈویلپمنٹ کارپوریشن کے قیام کے بعد تیل کی تلاش کے کام میں کافی پیش رفت ہوئی ہے۔ پاکستان میں سطح مرتفع پوٹھوار کا علاقہ معدنی تیل کی پیداوار کا قدیم خطہ ہے۔ اس علاقے کے معدنی تیل کے کنویں بالکسر، کھوڑ، ڈھلیاں، جویا میر، منوال، ٹُت، کوٹ سارنگ، میال، آدھی اور قاضیاں میں واقع ہیں۔ زیریں سندھ کے معدنی تیل کے اہم پیداواری علاقے خصخیلی، کنار، ٹنڈو الٰہ یار اور زم زمہ ہیں۔ یہ ذخائر ملکی تیل کی ضروریات کو پورا کرنے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

2- قدرتی گیس *(Natural Gas)*

پاکستان میں قدرتی گیس 1952ء میں صوبہ بلوچستان میں سوئی کے مقام سے دریافت ہوئی۔ قدرتی گیس کے اس ذخیرے کا شمار دنیا کے بڑے ذخائر میں کیا جاتا ہے۔ قدرتی گیس توانائی کا ایک سستا ذریعہ ہے۔ یہ گیس نہ صرف گھریلو بلکہ صنعتی ضروریات کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ پاکستان میں اس وقت قدرتی گیس پائپ لائنز کے ذریعے ملک کے قریباً تمام بڑے

شہروں تک پہنچائی گئی ہے۔صوبہ پنجاب میں ڈھوڈک، پیرکوہ، ڈھلیاں اور میال میں قدرتی گیس کے ذخائر ہیں۔ بلوچستان میں اُچ اورزن جبکہ صوبہ سندھ میں خیر پور، مزرانی، ساری، ہنڈی، کندھ کوٹ اور سارنگ میں اس کے ذخائر واقع ہیں۔

3 - تانبا (Copper)

قدیم زمانے میں تانبے سے صرف سکّے اور برتن وغیرہ بنائے جاتے تھے ۔اب پاکستان میں بجلی کی اشیا خصوصاً تاریں وغیرہ بنانے کے لیے اس کو استعمال کیا جاتا ہے۔ بلوچستان میں ضلع چاغی، سینڈک، قلات، ژوب اور بعض دیگر مقامات پر دریافت ہونے والے تانبے کے ذخائر نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔صوبہ خیبر پختونخوا میں تانبے کے ذخائر دیر، چترال اور ہزارہ میں پائے جاتے ہیں۔

4-خام لوہا (Iron Ore)

پاکستان میں خام لوہے کی پیداوار 1957ء میں شروع ہوئی۔ پاکستان میں کئی مقامات سے خام لوہے کے ذخائر دریافت ہوئے ہیں جن میں کالا باغ (ضلع میانوالی)، ڈومل نسار (ضلع چترال)، لنگریال اور چلغازی (ضلع چاغی) کے علاقے خام لوہے کی پیداوار کے لیے اہم ہیں لیکن ذرائع آمدورفت میں مشکلات کے باعث کم منافع ہو رہا ہے۔

5- کوئلہ (Coal)

کوئلے کا شمار توانائی کے اہم اور قدیم ذرائع میں ہوتا ہے۔ پاکستان میں کوئلہ تھرمل بجلی پیدا کرنے، اینٹیں پکانے اور گھریلو ضروریات پوری کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔اس وقت پاکستان میں صوبہ پنجاب میں کوہستان نمک کے علاقے میں زیادہ تر کوئلہ ڈنڈوت، پڈھ اور مکڑوال کے مقامات سے نکالا جاتا ہے۔صوبہ سندھ میں کوئلہ کی کانیں تھر، جھمپیر، سارنگ اور لاکھڑا میں واقع ہیں۔صوبہ خیبر پختونخوا میں صرف ہنگو میں کوئلہ کے ذخائر ہیں جبکہ صوبہ بلوچستان میں خوست، شارگ، ڈیگاری، شیریں آب، مچھ بولان اور ہرنائی میں کوئلہ کی کان کنی ہو رہی ہے۔

6- نمک (Salt)

پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے چٹانی نمک کے بہت بڑے ذخائر سے نوازا ہے جو کھانے کے علاوہ کیمیائی صنعت میں بھی استعمال کیا جا رہا ہے۔ پاکستان میں چٹانی نمک کے وسیع ذخائر کوہستان نمک میں کھیوڑہ (ضلع جہلم) کے مقام پر موجود ہیں۔اس کے علاوہ

کالاباغ (ضلع میانوالی)، واڑچھا (ضلع خوشاب)، اور بہادر خیل (ضلع کرک) میں بھی نمک کے وسیع ذخائر موجود ہیں۔ صوبہ بلوچستان میں لسبیلہ اور مکران کے ساحل کے قریب سے جبکہ ماڑی پور (کراچی) سے بھی آبی نمک حاصل کیا جاتا ہے۔

7- کرومائیٹ (Chromite)

کرومائیٹ ایک اہم دھات ہے جسے زیادہ تر فولاد سازی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں کرومائیٹ کے 25 سے زائد بڑے ذخائر دریافت کیے جا چکے ہیں۔ کرومائیٹ مختلف ممالک کو برآمد کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ کراچی سٹیل مل میں بھی کرومائیٹ استعمال ہوتی ہے۔ صوبہ بلوچستان میں کرومائیٹ کے ذخائر مسلم باغ، چاغی اور خاران کے علاقوں میں واقع ہیں۔ اس کے علاوہ صوبہ خیبر پختونخوا میں اس کے ذخائر مالاکنڈ اور مہمند ایجنسی میں بھی دریافت ہوئے ہیں۔

8- جپسم (Gypsum)

جپسم فاسفیٹ کھاد کی تیاری میں خام مال کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ سیمنٹ کی صنعت، کاغذ سازی، پلاسٹر آف پیرس، سلفیورک ایسڈ، رنگ و روغن کی صنعت، اور ربڑ کی صنعت میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ پاکستان میں کھیوڑہ، ڈنڈوٹ، داؤد خیل، قائد آباد، روہڑی، کوہاٹ، ڈیرہ غازی خاں، لورالائی اور سبی وغیرہ میں جپسم پایا جاتا ہے۔

9- چونے کا پتھر (Lime Stone)

چونے کا پتھر ایک نہایت کارآمد معدنیات ہے۔ یہ شیشہ سازی، صابن بنانے، کاغذ سازی، سیمنٹ سازی، فولاد سازی، بلیچنگ پاؤڈر کی تیاری، عمارتوں کو سفیدی کرنے، رنگ سازی، کھانے والے پان، لائم اور سوڈا ایش کی صنعت میں استعمال ہوتا ہے۔ پاکستان میں چونے کا پتھر زیادہ تر شمالی اور مغربی پہاڑی علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کے ذخائر داؤد خیل، واہ، روہڑی، حیدرآباد، سبی، ڈیرہ غازی خاں، کوہاٹ، نوشہرہ اور خضدار میں پائے جاتے ہیں۔

10- سنگِ مرمر (Marble)

سنگِ مرمر عمارتوں کے فرشوں اور دیواروں پر استعمال ہوتا ہے۔ پاکستان میں یہ مختلف اقسام اور رنگوں میں پایا جاتا ہے۔ سنگِ مرمر کے ذخائر مردان، سوات، نوشہرہ، ہزارہ، چاغی، گلگت اور اٹک وغیرہ میں موجود ہیں۔

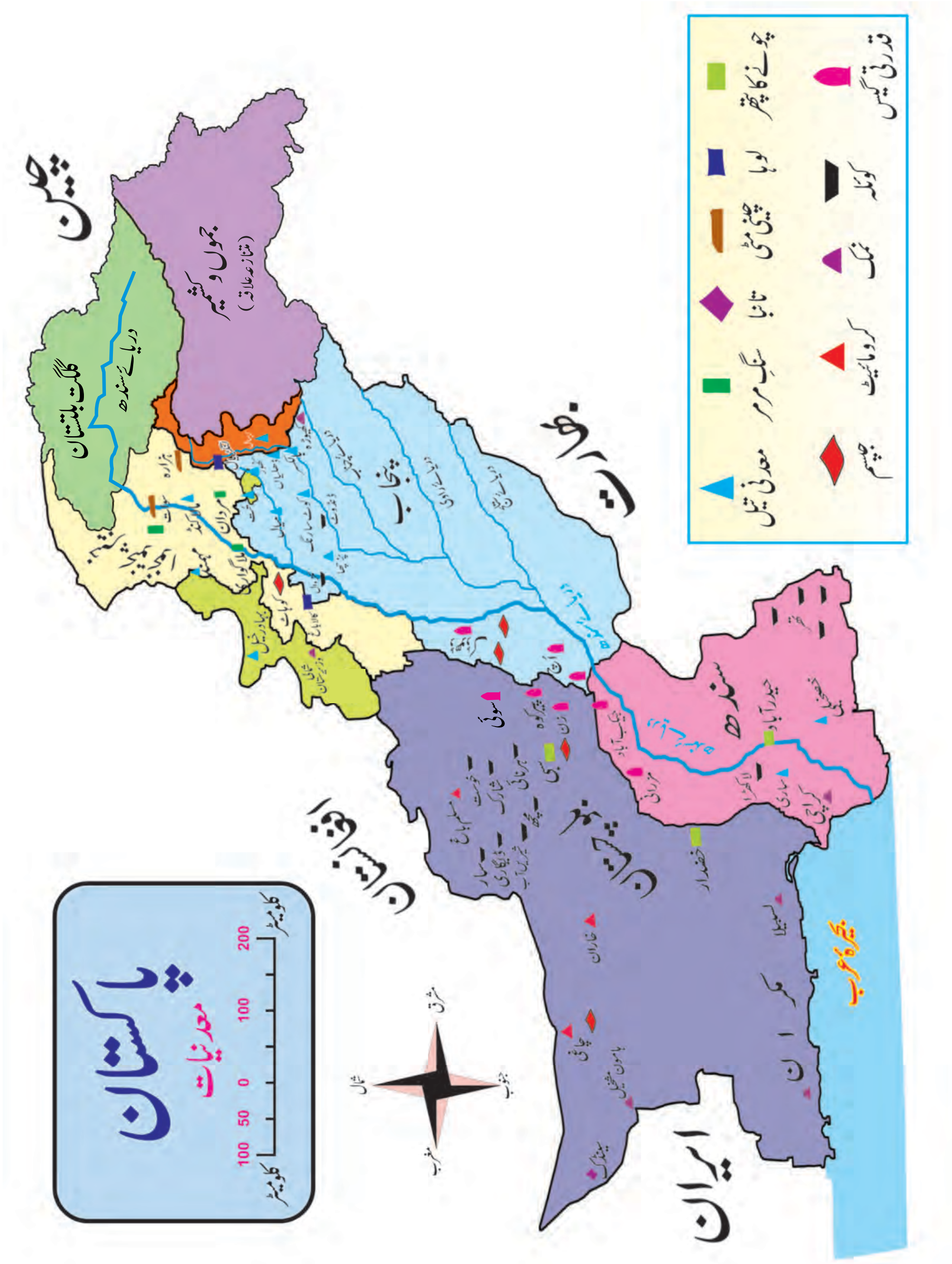
پاکستان
معدنیات
چین
بھارت
ایران
افغانستان
گلگت بلتستان
جموں و کشمیر
(متنازعہ علاقہ)
خیبر پختونخوا
پنجاب
سندھ
بلوچستان
بحیرہ عرب
معدنی تیل
سنگ مرمر
تانبا
چینی مٹی
لوہا
چونے کا پتھر
جپسم
کرومائیٹ
نمک
کوئلہ
قدرتی گیس
100 50 0 100 200
کلومیٹر

11- گندھک (Sulphur)

گندھک کا شمار بھی اہم معدنیات میں ہوتا ہے۔اسلحہ سازی کی صنعت، گندھک کا تیزاب تیار کرنے، کیمیائی صنعتوں، ادویات سازی، ماچس کی صنعت، امونیم سلفیٹ کھاد کی تیاری، رنگ اور پینٹ وغیرہ کی تیاری میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔گندھک صوبہ بلوچستان میں کوہ سلطان (ضلع چاغی)، سنی (ضلع کچھی) اور قلات کے مقام سے حاصل ہوتا ہے۔اس کے علاوہ صوبہ سندھ میں کراچی، حیدرآباد جبکہ صوبہ خیبرپختونخوا میں پشاور اور چترال میں بھی گندھک کے ذخائر موجود ہیں۔

(ب) زراعت (Agriculture)

پاکستان ایک زرعی ملک ہے۔پاکستان کی معیشت میں زراعت کا بہت اہم کردار ہے۔پاکستان کی معیشت میں زراعت کے کردار کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے:

1- خوراک کا حصول (Source of Food)

پاکستان ان چند ترقی پذیر ممالک کی صف میں شامل ہے جہاں زراعت کو معیشت کا اہم ستون سمجھا جاتا ہے۔انسان کی بنیادی ضرورت خوراک ہے جس میں گندم، کپاس، چاول، مکئی، گنا، جوار، باجرہ، دالیں، سبزیاں اور پھل وغیرہ شامل ہیں۔انسانی خوراک کے علاوہ زرعی شعبے سے تمام جانوروں کی غذائی ضروریات بھی پوری ہوتی ہیں، جس میں موسم گرما اور سرما کی چارے کی فصلیں شامل ہیں۔

2- قومی آمدنی کا ذریعہ (Source of National Income)

قیام پاکستان سے ملک کی قومی آمدنی میں سب سے زیادہ حصہ زرعی شعبے کا رہا ہے۔اس طرح زرعی شعبے کی ترقی سے قومی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے جس سے ملک میں خوشحالی آتی ہے۔

3- صنعتوں کے لیے خام مال کی فراہمی (Availability of Raw Material for Industries)

پاکستان کی مختلف صنعتوں مثلاً فلور ملز، شوگر ملز، رائس ملز، کاٹن ٹیکسٹائل انڈسٹری، گھی ملز، صابن کی صنعت، ڈبل روٹی، جوس فیکٹریوں اور پھلوں کی مصنوعات کا انحصار زرعی شعبے سے حاصل شدہ پیداوار پر ہے۔

4-روزگار کا حصول (Employment Opportunities)

پاکستان کی کثیر آبادی بالواسطہ یا بلا واسطہ طور پر زراعت کے شعبے سے وابستہ ہے۔ لاکھوں لوگ جو غلہ منڈیوں، پھلوں اور سبزی کی منڈیوں میں خرید و فروخت سے روزی کماتے ہیں۔ پاکستان اکنامک سروے 19-2018ء کے مطابق ملک کی لیبر فورس کا تقریباً 38.5 فیصد طبقہ زراعت سے وابستہ ہے۔ اس کے علاوہ زراعت سے متعلقہ ٹرانسپورٹ سے وابستہ لوگ بھی اپنی روزی کماتے ہیں۔ اس طرح زراعت پاکستان کے لوگوں کا سب سے بڑا پیشہ ہے۔

5-زرِ مبادلہ کا ذریعہ (Source of Foreign Exchange)

کامیاب زرعی شعبے کی بدولت ہی کوئی ملک زرعی اشیا برآمد کر سکتا ہے۔ پاکستان زرعی پیداوار مثلاً چاول، کپاس اور اس پیداوار پر منحصر صنعتی اشیا غیر ممالک کو برآمد کر کے کثیر زرِ مبادلہ کماتا ہے۔

6-معاشی ترقی کا ذریعہ (Source of Economic Development)

پاکستان اکنامک سروے 19-2018ء کے مطابق پاکستان کی مجموعی قومی پیداوار کا تقریباً 18.5 فیصد زرعی شعبے سے حاصل ہوتا ہے۔ پاکستان کی نہ صرف معاشی بلکہ صنعتی اور تجارتی ترقی کا انحصار بھی زراعت ہی پر ہے کیونکہ زراعت کو معاشی ترقی کے لحاظ سے ملکی معیشت میں اہم مقام حاصل ہوتا ہے۔

پاکستان کی زرعی پیداواری صلاحیت، اس کے مسائل اور پیداوار میں اضافے کے لیے اقدامات

(Agricultural Potential of Pakistan along with Problems and Measures for Maximization of Yield)

پاکستان بنیادی طور پر ایک زرعی ملک اور زرعی پیداواری صلاحیت کے لحاظ سے دنیا بھر میں مشہور ہے لیکن پاکستان کے ہر علاقے میں زرعی زمین کے وسائل ایک جیسے نہیں۔ کہیں زیادہ زرخیز زرعی زمین اور بہترین میدانی علاقے، اچھی آب و ہوا، دریا اور زیرِ زمین بہترین پانی موجود ہے جبکہ کچھ علاقوں میں زرخیز زمین، اچھی آب و ہوا، دریاؤں کے پانی اور زیرِ زمین بہترین پانی کی سہولتیں کم ہیں۔ بعض علاقوں میں آب پاشی نہروں اور ٹیوب ویلوں کے ذریعے کی جاتی ہے اور بعض علاقوں میں زراعت کا انحصار زیادہ تر بارش پر ہے۔ اس علاقائی فرق کی وجہ سے مختلف علاقوں کی زمین کی فی ایکڑ پیداوار کی شرح میں کافی فرق ہے۔ زرعی قدرتی صلاحیت کے باوجود پاکستان میں اکثر فصلوں کی فی ایکڑ پیداوار کم ہے۔ اس کی اہم وجوہات درج ذیل ہیں:

فی ایکڑ اوسط پیداوار میں کمی کی وجوہات:

1- ہم آج تک زرعی میدان میں خود کفالت کی منزل کو نہیں پا سکے کیونکہ ہماری زراعت پسماندگی کا شکار ہے۔ آج ترقی یافتہ ممالک میں جدید ترین مشینوں کے ذریعے کھیتی باڑی ہوتی ہے جبکہ ہمارے ہاں زراعت کے پرانے اور روایتی طریقے استعمال ہوتے ہیں، جس سے فی ایکڑ اوسط پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ نہیں ہو رہا۔

2- پاکستان میں آب پاشی کا وسیع نظام موجود ہے لیکن یہ نہریں ساری زرعی زمین کو پانی مہیا نہیں کر سکتیں، جس سے آبپاشی کے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ یہ بھی فی ایکڑ اوسط پیداوار میں کمی کی ایک وجہ ہے۔

3- قدرتی آفات (سیلاب اور زلزلے وغیرہ)، سیم وتھور کا مسئلہ، غیر معیاری بیجوں اور کھاد کا استعمال، کسانوں کا تعلیم یافتہ نہ ہونا، زرعی قرضے کے حصول میں دشواری اور فصلوں کی بیماریاں وغیرہ بھی فی ایکڑ اوسط پیداوار میں کمی کی وجوہات ہیں۔

زرعی پیداوار میں اضافے کے لیے مختلف اقدامات:

1- زراعت کے شعبے کو ترقی دینے کے لیے سائنسی بنیادوں پر مختلف زرعی آلات اور جدید مشینوں کی مدد سے کھیتی باڑی کو رواج دینا ضروری ہے۔ اس سے ہماری قومی آمدنی بڑھے گی اور ملک خوشحال ہوگا۔

2- زراعت کے پیشے میں بہتری لانے اور زیادہ سے زیادہ فی ایکڑ اوسط پیداوار کے لیے انسانی محنت ومہارت کے علاوہ اچھے بیج، کیڑے مار ادویات اور معیاری کھاد کا استعمال بہت ضروری ہے۔

3- پاکستان میں نہری نظام میں بہتری لا کر اور آبپاشی کے مصنوعی اور جدید طریقوں کے ذریعے فی ایکڑ اوسط پیداوار بڑھائی جا سکتی ہے۔

4- زراعت کے میدان میں تحقیق میں اضافے سے بھی زرعی پیداوار میں اضافہ ممکن ہے۔

پاکستان کے آبی وسائل اور آبپاشی کا موجودہ نظام

(Water Resources of Pakistan and the Existing Irrigation System)

ذرائع آبپاشی

پاکستان مون سون آب وہوا کے خطے کے اُس حصے میں واقع ہے جہاں بارشیں کم ہوتی ہیں۔ پاکستان میں زراعت کی ترقی کا انحصار ذرائع آبپاشی پر ہے۔ ذرائع آبپاشی میں سب سے اہم ذریعہ نہریں ہیں۔ دوسرے ذرائع آبپاشی ٹیوب ویل، کاریز، کنویں اور چشمے وغیرہ ہیں۔

1- نہریں

پاکستان میں 80 فیصد زرعی علاقے کا انحصار نہری پانی پر ہے۔ پاکستان کی زیادہ تر نہریں صوبہ پنجاب میں واقع ہیں۔ ہمارا نہری نظام چھوٹے بڑے ڈیموں، بیراجوں اور رابطہ نہروں پر مشتمل ہے۔ پاکستان کی زیادہ تر نہریں دوامی ہیں، جن میں سارا سال پانی رہتا ہے۔ دوسری نہریں غیر دوامی ہیں جو صرف برسات کے موسم میں بہتی ہیں۔ پاکستان کے پہاڑی علاقوں میں جب برف پگھلتی ہے تو دریاؤں میں پانی کی مقدار میں اضافے کا سیلابی پانی ان نہروں میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ دریائے راوی، چناب، جہلم، ستلج اور سندھ سے اہم نہریں نکالی گئی ہیں جو پاکستان کے مختلف علاقوں کو سیراب کرتی ہیں۔

2- بارش

بارش پانی کی فراہمی کا قدرتی ذریعہ ہے۔ پہاڑوں پر ہونے والی بارشوں اور گلیشیئرز کا پانی پگھل کر ندی نالوں کے ذریعے دریاؤں میں اکٹھا ہو جاتا ہے اور سارا سال ان کو رواں دواں رکھتا ہے۔ نہری علاقوں کے برعکس بارانی علاقوں کی بہتر پیداوار زیادہ تر بروقت مطلوبہ بارشوں کی مرہون منت ہوتی ہے۔ تربیلا اور منگلا ہمارے اہم آبپاشی ڈیم ہیں جن میں نہ صرف لاکھوں ایکڑ فٹ پانی جمع کیا جاتا ہے بلکہ سستی پن بجلی بھی پیدا کی جاتی ہے۔ پانی کے ان دو بڑے ذخائر کے علاوہ کوئی پانچ لاکھ ایکڑ فٹ پانی چشمہ بیراج میں بھی ذخیرہ کیا جاتا ہے۔

3- ٹیوب ویل

پاکستان میں نہری پانی کی کمی کو پورا کرنے کے لیے ٹیوب ویلوں کے ذریعے زیرِ زمین پانی حاصل کیا جاتا ہے۔ اس وقت ملک میں لگ بھگ بارہ لاکھ ٹیوب ویل ہیں۔ بجلی کی موٹر یا ڈیزل انجن کی مدد سے سینکڑوں میٹر کی گہرائی سے پانی حاصل کیا جاتا ہے۔ زیادہ تر ٹیوب ویل صوبہ پنجاب میں ہیں۔ ٹیوب ویلوں کا پانی فصلوں کے لیے موزوں نہیں کیونکہ یہ زمین میں کلر پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے لیکن نہری پانی کی کمی کی وجہ سے کاشتکار یہ پانی استعمال کرنے پر مجبور ہیں۔

4- کاریز

سطحِ زمین کے نیچے چھوٹی نہریں یا نالیاں بنائی جاتی ہیں جن کو کاریز کہا جاتا ہے۔ صوبہ بلوچستان میں زمین دوز نالیوں کے ذریعے آبپاشی کی جاتی ہے۔ پہاڑوں کے دامنی علاقوں میں کنوئیں کھود کر پانی اکٹھا کر لیا جاتا ہے اور زمین دوز نالیوں کے ذریعے قابلِ کاشت رقبے میں پانی لایا جاتا ہے تاکہ عملِ تبخیر کی وجہ سے پانی راستے میں ضائع نہ ہو سکے۔ اس طرح کی زیرِ زمین نالیاں

پہاڑوں کے دامنی علاقوں میں پائی جاتی ہیں۔ یہ چند کلومیٹر سے کئی کلومیٹر تک لمبی ہوسکتی ہیں۔ کاریز زیادہ تر ان علاقوں میں بنائی جاتی ہیں جہاں عملِ تبخیر زیادہ ہو اور پانی کی مقدار کم ہو۔ لہٰذا لوگوں کے گروپ مل کر کاریز بناتے ہیں تاکہ پانی کو آبی بخارات بننے سے بچا کر اسے استعمال میں لایا جاسکے۔ اس طرح کی زیرِ زمین نہروں کی صفائی کے لیے تھوڑے وقفے پر سطح زمین سے نیچے سے بہنے والے پانی تک بلاک رکھ دیے جاتے ہیں تاکہ ضرورت کے وقت انھیں ہٹا کر کاریز کو صاف کرلیا جائے۔

5- کنوئیں

زمین کے زیریں حصوں سے تازہ پانی حاصل کرنے کا قدیم ترین طریقہ کنویں ہیں۔ پاکستان میں جہاں نہری پانی نہیں پہنچا وہاں کنوئیں کھود کر رہٹ لگائے جاتے ہیں، جن سے کھیتوں کو پانی مہیا کیا جاتا ہے۔ کنویں کم گہرے ہوتے ہیں۔ برسات کے موسم میں زیرِ زمین پانی کی سطح بلند ہونے سے یہ بھرے رہتے ہیں جبکہ خشک سالی کے موسم میں زیرِ زمین پانی کی سطح نیچے گرنے سے یہ اکثر خشک ہوجاتے ہیں۔

6- چشمے

پانی کا ایسا ذریعہ جو زمین کے اندر سے قدرتی طور پر سطح زمین کے اوپر پھوٹے، اسے چشمہ کہتے ہیں۔ پاکستان کے شمالی پہاڑی علاقوں میں اس طرح کے بے شمار چشمے موجود ہیں جو کہ وہاں پانی کا اہم ترین ذریعہ ہیں۔ ان سے تھوڑی آبادی اور محدود کھیتی باڑی کے لیے پانی مہیا ہوجاتا ہے۔ ریگستانی علاقوں میں بھی بعض اوقات قدرت کی طرف سے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔

آبپاشی کا نظام

پاکستان میں نہروں کا ایک وسیع اور مربوط نظام موجود ہے۔ یہ نہری نظام چھوٹے بڑے ڈیموں، بیراجوں، آبپاشی انہار اور رابطہ نہروں پر مشتمل ہے۔ ہمارے ملک کی نہریں تین اقسام کی ہیں:

☆ دوامی نہریں:

یہ نہریں سارا سال آبپاشی کے لیے پانی فراہم کرتی ہیں۔ اپر چناب، لوئر چناب، اپر جہلم، لوئر جہلم اور لوئر باری دوآب اہم دوامی نہریں ہیں۔

☆ غیر دوامی نہریں:

دوسری نہریں غیر دوامی ہیں، یہ صرف برسات کے موسم یا موسم گرما میں بہتی ہیں۔ پہاڑی علاقوں میں جب برف پگھلتی

ہے تو دریاؤں میں پانی کی مقدار کے اضافے سے اِن نہروں میں پانی چھوڑ دیا جاتا ہے۔موسم سرما میں یہ نہریں بند رہتی ہیں۔ دریائے ستلج پر واقع اسلام بیراج سے نکلنے والی بہاول اور قائم پور نہروں کے علاوہ گدو بیراج کی سب نہریں غیر دوامی ہیں۔

☆سیلابی نہریں:

سیلابی نہروں میں صرف شدید سیلاب کے دنوں میں پانی چھوڑا جاتا ہے تاکہ سیلاب کی تباہ کاریوں کو روکا جا سکے۔موسم گرما اور برسات میں جب دریاؤں میں پانی کی سطح بلند ہو جائے یا دریاؤں میں شدید طغیانی کے وقت پانی خطرے کے نشان تک پہنچ جائے تو بیراج کو نقصان سے بچانے کے لیے ان نہروں میں پانی چھوڑ دیا جاتا ہے۔دریائے سندھ اور چناب سے نکلنے والی بہت سی نہروں کا تعلق اسی قسم سے ہے۔

پاکستان کی اہم نہریں

پاکستان کی اہم نہریں درج ذیل ہیں:

1-دریائے راوی کی نہریں

دریائے چناب اور جہلم کو رابطہ انہار کے ذریعے دریائے راوی سے منسلک کیا گیا ہے اور پھر یہاں سے انہار نکالی گئی ہیں۔بلوکی سلیمانکی لنک کینال 1، 2 اور لوئر باری دوآب کے علاوہ سدھنائی بیراج سے نکالی جانے والی سدھنائی نہر دریائے راوی کی اہم نہریں ہیں جو باری دوآب اور نیلی بار کے علاقے کو سیراب کرتی ہیں۔

2-دریائے چناب کی نہریں

دریائے چناب کی اہم انہار میں اپر چناب اور لوئر چناب ہیں جو رچنا دوآب کو سیراب کرتی ہیں۔مزید برآں حویلی نظام بھی اسی دوآب میں واقع ہے، جس کا ہیڈ ورکس تریموں بیراج ہے جہاں سے میلسی کینال کے علاوہ رنگ پور اور حویلی کینال نکالی گئی ہیں۔

3-دریائے ستلج کی نہریں

بلوکی سلیمانکی رابطہ انہار کے ذریعے دریائے ستلج کو رواں دواں رکھا گیا ہے۔سلیمانکی اور اسلام بیراج سے نہریں نکال کر نیلی بار اور بہاول پور کا زرعی علاقہ سیراب کیا جا رہا ہے۔

4-پنجند بیراج سے نکالی گئی نہریں

صوبہ پنجاب میں سے بہنے والے پانچوں دریا پنجند کے مقام پر ایک ہو جاتے ہیں، جہاں پنجند بیراج بنا کر دو انہار پنجند اور عباسیہ نکالی گئی ہیں جو بہاول پور اور رحیم یار خاں کے اضلاع کو سیراب کرتی ہیں۔

5-دریائے جہلم کی نہریں

اپر جہلم اور لوئر جہلم کی نہریں چج دوآب کی اہم نہریں ہیں۔ اِن نہروں کی وجہ سے بہت سا رقبہ زیر کاشت آ گیا ہے اور زرعی پیداوار میں اضافہ ہوا ہے۔علاوہ ازیں اپر جہلم، اپر چناب اور لوئر باری دوآب ٹرپل کینال پروجیکٹ کا حصہ ہیں۔ رسول قادر آباد، قادر آباد بلوکی اور بلوکی سلیمانکی لنک کینال مشرقی اور مغربی دریاؤں کو آپس میں ملاتی ہیں۔ یہ دریائے جہلم کا پانی دریائے چناب میں، دریائے چناب کا دریائے راوی میں اور راوی کا ستلج میں ڈالتی ہیں تا کہ معاہدہ سندھ طاس کے تحت مشرقی دریاؤں میں آنے والی پانی کی کمی کو مغربی دریاؤں سے رابطہ نہروں کے ذریعے پورا کیا جا سکے۔

6-دریائے سندھ کی نہریں

- کالاباغ کے مقام پر جناح بیراج سے تھل کینال نکال کر تھل کے صحرائی علاقے کو سیراب کیا جا رہا ہے۔
- چشمہ بیراج سے ایک رابطہ نہر چشمہ جہلم نکالی گئی ہے جو دریائے سندھ کا پانی دریائے جہلم میں ڈالتی ہے جبکہ دائیں طرف سے ایک آبپاشی نہر نکالی گئی ہے تا کہ ڈیرہ اسماعیل خاں کے علاقوں کو سیراب کیا جا سکے۔
- تونسہ بیراج سے نکالی گئی نہریں مظفر گڑھ، راجن پور اور ڈیرہ غازی خاں کے علاقوں کو سیراب کرتی ہیں۔
- گڈو بیراج سے چار نہریں نکالی گئیں ہیں جو صوبہ سندھ کے علاوہ اور صوبہ بلوچستان کے کچھ رقبے کو بھی سیراب کرتی ہیں۔
- سکھر بیراج سے سات بڑی نہریں نکال کر صوبہ سندھ کے رقبے کو سیراب کیا جا رہا ہے۔
- کوٹری بیراج بھی پاکستان کا بہت اہم بیراج ہے جس سے چار آبپاشی نہریں نکالی گئی ہیں۔

نئے منصوبے

حکومت نے آبپاشی کے ذخائر میں اضافے کے لیے کئی نئے منصوبے شروع کیے ہیں، جن میں گومل زیم ڈیم، گریٹر تھل کینال، رینی کینال، میرانی ڈیم، سبک زئی ڈیم اور ست پارہ ڈیم کے علاوہ منگلا ڈیم کی توسیع بھی شامل ہے۔

سندھ طاس معاہدہ

(Indus Water Treaty)

1947ء میں برصغیر پاک و ہند کی تقسیم کے وقت دریائے ستلج پر موجود فیروز پور ہیڈ ورکس اور دریائے راوی پر مادھو پور بھارت کے پاس چلے گئے جبکہ ان سے نکلنے والی نہریں پاکستان کے ایک وسیع رقبے کو سیراب کرتی تھیں۔ بھارت نے ان نہروں کا پانی بند کر دیا تو دونوں ممالک کے درمیان پانی کا تنازعہ کھڑا ہو گیا۔ اس تنازعہ کو حل کرنے کے لیے 1960ء میں عالمی بینک کے تعاون سے پاکستان اور بھارت کے مابین سندھ طاس کا معاہدہ طے پایا۔ اِس معاہدے کے مطابق تین مغربی دریا (سندھ، جہلم اور چناب) پاکستان کے حصے میں آئے جب کہ تین مشرقی دریا (راوی، ستلج اور بیاس) بھارت کے حصے میں چلے گئے۔

سندھ طاس کا منصوبہ

تین مشرقی دریا بھارت کی تحویل میں جانے سے ان دریاؤں میں پانی کی دستیابی ختم ہوگئی تو اس کمی کو پورا کرنے کے لیے آبپاشی کا ایک وسیع منصوبہ تشکیل دیا گیا جو سندھ طاس کا منصوبہ کہلاتا ہے۔ اِس منصوبے کے تحت دو بڑے ڈیم، چھے بیراج اور سات رابطہ نہریں بنائی گئیں۔ ان رابطہ نہروں کے ذریعے مغربی دریاؤں کا پانی مشرقی دریاؤں میں ڈالا گیا تاکہ مشرقی دریاؤں کے زیر کاشت رقبے کو سیراب کیا جا سکے۔ تربیلا ڈیم دریائے سندھ پر اور منگلا ڈیم دریائے جہلم پر بنایا گیا جو سندھ طاس منصوبے کا حصہ ہیں۔

رابطہ نہریں

سندھ طاس منصوبے کے تحت سات رابطہ نہریں بھی بنائی گئی ہیں اِن رابطہ نہروں کی کل لمبائی تقریباً 590 کلومیٹر ہے جو درج ذیل ہیں۔

1. رسول، قادر آباد
2. قادر آباد، بلوکی
3. بلوکی، سلیمانکی
4. تریموں، سدھنائی
5. سدھنائی، میلسی، بہاول پور
6. تونسہ، پنجند
7. چشمہ، جہلم

پاکستان کی اہم فصلوں کی پیداوار اور تقسیم

(Production and distribution of major crops of Pakistan)

پاکستان میں کاشت کی جانے والی فصلوں کو موسم کی مناسبت سے دو بڑے گروپوں (فصل ربیع اور فصل خریف) میں تقسیم

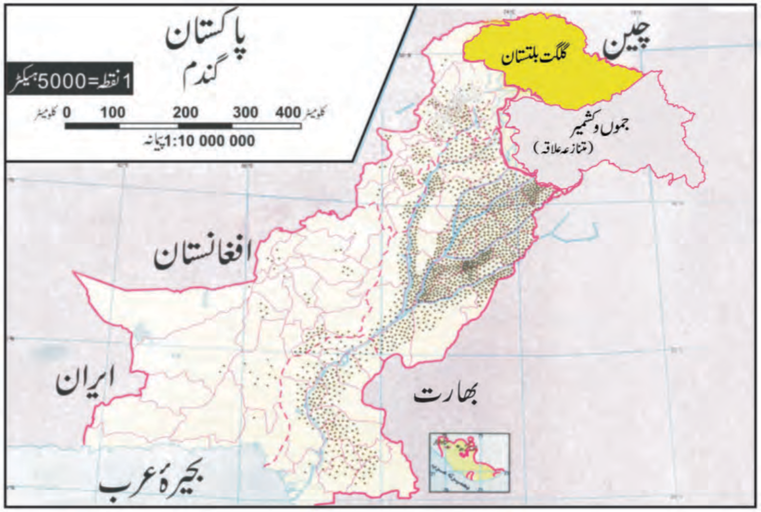
پاکستان
گندم
1 نقطہ=5000 ہیکٹر
0 100 200 300 400 کلومیٹر
پیمانہ 1:10 000 000
چین
گلگت بلتستان
جموں وکشمیر
(متنازعہ علاقہ)
افغانستان
ایران
بھارت
بحیرۂ عرب

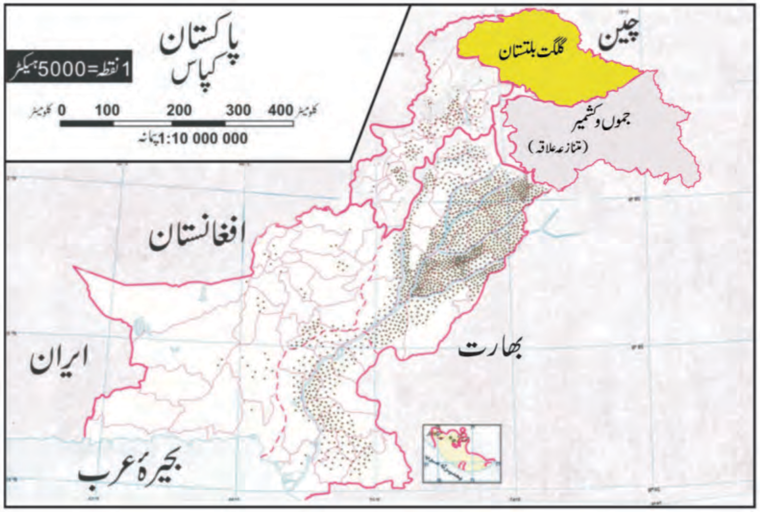
پاکستان
کپاس
1 نقطہ=5000 ہیکٹر
0 100 200 300 400 کلومیٹر
پیمانہ 1:10 000 000
چین
گلگت بلتستان
جموں وکشمیر
(متنازعہ علاقہ)
افغانستان
ایران
بھارت
بحیرۂ عرب

پاکستان
گنا
1 نقطہ=5000 ہیکٹر
0 100 200 300 400 کلومیٹر
پیمانہ 1:10 000 000
چین
گلگت بلتستان
جموں وکشمیر
(متنازعہ علاقہ)
افغانستان
ایران
بھارت
بحیرۂ عرب

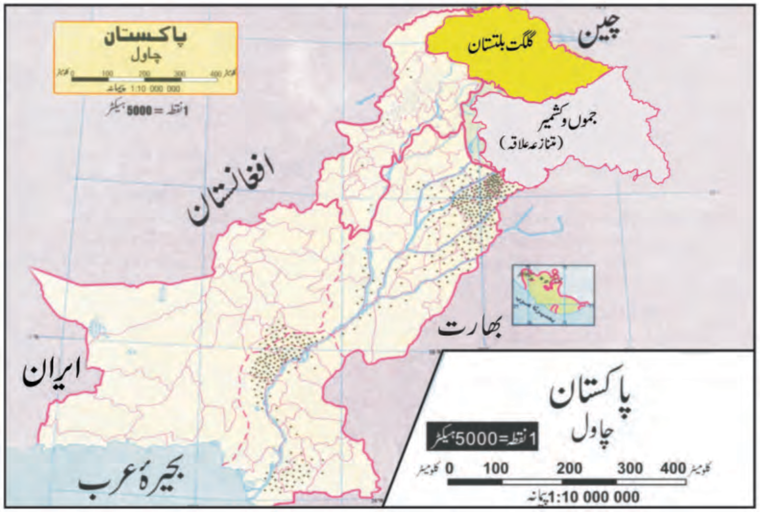
پاکستان
چاول
1 نقطہ=5000 ہیکٹر
0 100 200 300 400 کلومیٹر
پیمانہ 1:10 000 000
چین
گلگت بلتستان
جموں وکشمیر
(متنازعہ علاقہ)
افغانستان
ایران
بھارت
بحیرۂ عرب

کیا جاتا ہے۔

-1 فصل ربیع (Rabi Crops)

فصل ربیع کا موسم ستمبر سے اپریل تک رہتا ہے، جس میں زیادہ تر گندم، جو، چنے اور تیل دار اجناس کی کاشت کی جاتی ہے۔

-2 فصل خریف (Kharif Crops)

خریف کا موسم اپریل سے اکتوبر تک رہتا ہے، جس کی اہم فصلیں چاول، مکئی، کپاس، گنا، جوار اور باجرہ وغیرہ ہیں۔

پاکستان کی اہم فصلوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

-1 گندم (Wheat)

گندم پاکستان کی اہم غذائی فصل ہے جو ملک کی بیشتر آبادی کی من پسند خوراک ہے۔ ماہرین زراعت کے مطابق گندم کی بہتر پیداوار کے لیے چکنی میرا زمین بڑی مفید ہے۔ زمین کی سطح ہموار ہونی چاہیے تاکہ سارے کھیت کو زرعی مداخلات یکساں فراہم ہو سکیں۔

دو تہائی سے زیادہ یہ فصل نہری آبپاشی کے علاقوں میں کاشت کی جاتی ہے۔ ہر سال قریباً 8 ملین ہیکٹر رقبہ پر گندم کی کاشت ہوتی ہے۔ نہری آبپاشی کی زمینوں کے علاوہ صحرائی، نیم صحرائی اور پہاڑی علاقوں میں بھی گندم کاشت کی جاتی ہے۔

پاکستان اکنامک سروے 19-2018ء کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں 25.195 ملین ٹن گندم کی پیداوار حاصل ہوئی۔ صوبہ پنجاب میں ملتان، ساہیوال، فیصل آباد، سرگودھا، مظفر گڑھ، جھنگ، بہاولپور اور ڈیرہ غازی خاں، صوبہ سندھ میں سکھر، حیدرآباد، نواب شاہ اور خیر پور، صوبہ خیبر پختونخوا میں ڈیرہ اسماعیل خاں، پشاور، بنوں، چارسدہ اور مردان جبکہ صوبہ بلوچستان میں نصیر آباد، خضدار، لورالائی اور قلات وغیرہ پاکستان میں گندم کی پیداوار کے اہم علاقے ہیں۔

-2 چاول (Rice)

پاکستان کی ایک اہم فصل چاول ہے۔ اس کی کاشت کے لیے گرم مرطوب آب وہوا، بارش اور زرخیز ونرم مٹی والے ہموار میدان موزوں ہیں۔ یہ پاکستان کی دوسری اہم غذائی فصل ہے جو غذائی ضروریات کے علاوہ زرِمبادلہ کمانے کا ایک اہم ذریعہ بھی ہے۔

پاکستان اکنامک سروے 19-2018ء کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں چاول کی پیداوار 7.202 ملین ٹن ہے۔ پاکستان میں سب سے زیادہ چاول صوبہ پنجاب کے اضلاع گوجرانوالہ، حافظ آباد، شیخوپورہ، سیالکوٹ، نارووال، قصور، لاہور اور اوکاڑہ وغیرہ میں کاشت کیا جاتا ہے۔ صوبہ سندھ کے نہری علاقے چاول کی کاشت کے لیے مشہور ہیں۔ صوبہ خیبر پختونخوا میں پشاور اور کرم ایجنسی کے علاوہ صوبہ بلوچستان میں نصیر آباد کے علاقے میں چاول کی کاشت کی جاتی ہے۔

3- مکئی (Maize)

مکئی خریف کی ایک اہم فصل ہے جسے غذائی مقاصد اور جانوروں کے لیے چارہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ زیادہ تر کوہستان کے دامنی علاقوں، پشاور و مردان کے میدانوں اور پنجاب میں پاکپتن، ساہیوال، فیصل آباد، سرگودھا، مظفر گڑھ، جھنگ، بہاولپور، ڈیرہ غازی خاں اور اوکاڑہ کے علاقوں میں کاشت کی جاتی ہے۔ اس سے کارن آئیل، کسٹرڈ پاؤڈر، پوپ کارن اور جیلی وغیرہ بھی بنائی جاتی ہے۔

پاکستان اکنامک سروے 19-2018ء کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں مکئی کی کل سالانہ پیداوار 6.309 ملین ٹن ہے۔

4- کپاس (Cotton)

کپاس پاکستان کی خریف کی نقد آور فصل ہے جس کی کاشت وادیٔ سندھ میں 3000 سال قبل مسیح سے کی جا رہی ہے۔ پانی کے اچھے نکاس والی زمین اس کی کاشت کے لیے بہت موزوں ہوتی ہے۔ اس کی چنائی عموماً اکتوبر سے دسمبر تک رہتی ہے۔ کپاس کے زیر کاشت کل رقبے کا تین چوتھائی حصہ پنجاب میں ہے اور باقی حصہ دوسرے صوبوں میں ہے۔ کپاس کی فصل سے کپڑے اور بناسپتی گھی کی صنعتوں کے لیے خام مال دستیاب ہوتا ہے۔

صوبہ پنجاب میں کپاس کی کاشت زیادہ تر جنوبی اور وسطی پنجاب میں ہوتی ہے۔ صوبہ پنجاب میں ڈیرہ غازی خاں، مظفر گڑھ، جھنگ، بہاولپور، ملتان، ساہیوال اور لودھراں، صوبہ سندھ میں ٹھٹھہ، بدین، سکھر، حیدرآباد، سانگھڑ، نواب شاہ، خیر پور اور تھرپارکر، صوبہ خیبر پختونخوا میں ڈیرہ اسماعیل خاں اور بنوں جبکہ صوبہ بلوچستان میں نصیر آباد، جعفر آباد اور قلات کپاس کی پیداوار کے اہم علاقے ہیں۔

پاکستان اکنامک سروے 19-2018ء کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں کپاس کی کل سالانہ پیداوار 9.8 ملین گانٹھیں ہیں۔

5- گنا (Sugarcane)

گنا بھی خریف کی ایک نقد آور فصل ہے جو چینی حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ گنے کی کاشت کے لیے عمدہ

زمین اور کافی پانی درکار ہوتا ہے۔ اس کی کاشت فروری کے مہینے سے شروع ہو جاتی ہے۔ اس کی کاشت زیادہ تر ملک کے نہری آبپاشی کے علاقوں میں کی جاتی ہے۔

پاکستان اکنامک سروے 19-2018ء کے اعدادوشمار کے مطابق پاکستان میں گنے کی کل سالانہ پیداوار 67.174 ملین ٹن ہے۔ پنجاب کے میدانی نہری علاقوں کے علاوہ صوبہ خیبر پختونخوا میں پشاور اور مردان کے اضلاع اس فصل کی کاشت کے لیے مشہور ہیں۔

6- تمباکو *(Tobacco)*

تمباکو سگریٹ سازی کی صنعت کے لیے خام مال کا ذریعہ ہے۔ اس کی کاشت کے لیے زیادہ زرخیز مٹی درکار ہے۔ یہ عام طور پر آبپاشی کی مدد سے کاشت کیا جاتا ہے۔ اس فصل کو کھاد زیادہ مقدار میں درکار ہوتی ہے۔ پاکستان میں یوں تو تھوڑا بہت تمباکو ہر ضلع میں بویا جاتا ہے لیکن خاص طور پر اس کی کاشت سوات، مردان، صوابی، اٹک، ساہیوال، گجرات، وہاڑی، ٹوبہ ٹیک سنگھ، سکھر، قلات اور مستونگ کے علاقوں میں کی جاتی ہے۔

پاکستان اکنامک سروے 19-2018ء کے اعدادوشمار کے مطابق پاکستان میں تمباکو کی کل سالانہ پیداوار 107 ہزار ٹن ہے۔

پھل، سبزیاں اور دالیں *(Fruits, Vegetables and Pulses)*

پاکستان میں ملتان، خیرپور اور قلات ڈویژن میں دنیا کے مشہور ترین کھجوروں کے باغات ہیں۔ پاکستان کی نیم خشک آب وہوا میں پیدا ہونے والے پھلوں میں کینو، مالٹے اور لیموں شامل ہیں۔ ملتان آموں کی پیداوار کے لیے مشہور ہے۔ اعلیٰ قسم کے سیب، آڑو، آلو بالو (چیری) اور انار کوئٹہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ سیب، بادام، آلو بخارہ، خوبانی اور ناشپاتی پشاور، مردان، ہزارہ اور کوئٹہ کے اضلاع میں پیدا ہوتے ہیں، جہاں بارش زیادہ تر موسم سرما میں ہوتی ہے۔

پاکستان میں اعلیٰ قسم کی سبزیاں مثلاً آلو، گوبھی، ٹماٹر، پیاز، سبز مرچ، مولی، گاجر، کھیرے، بھنڈی توری، کدو، شلجم، بینگن اور مٹر وغیرہ بھی پیدا ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے ملک میں مختلف اقسام کی دالیں اور تیل کے بیج بھی پیدا ہوتے ہیں۔

مویشی پالنا

(Livestock)

پاکستان میں زراعت میں مویشی پالنے کا شعبہ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ جن علاقوں میں چراگاہیں ہیں وہاں زیادہ تر لوگوں کا پیشہ گلہ بانی ہے۔ یہ ملکی معیشت میں بڑا اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہ وہ شعبہ ہے جو کاشتکار، غیر کاشتکار اور بے زمین ہر ایک کا مشکل وقت میں سہارا بنتا ہے۔

بیل زمین میں ہل چلانے اور فصلوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ گائے، بھینس، بھیڑ، بکری وغیرہ پالتو مویشی ہیں جو دودھ، مکھن، گھی، گوشت کے لیے پالے جاتے ہیں جبکہ ان کی کھالیں چمڑے کی مصنوعات بنانے میں استعمال ہوتی ہیں۔ حکومت نے مویشی پالنے کے لیے کئی اقدامات کیے ہیں اور سہولتیں بھی دی ہیں اس سلسلے میں لاہور میں قائم یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینیمل سائنسز (UNIVERSITY OF VETERINARY AND ANIMAL SCIENCES) میں جدید تعلیم کے ذریعے جانوروں کی صحت اور ریسرچ کا کام ہوتا ہے تاکہ صحت منداور اچھی نسل کے جانور پیدا کیے جاسکیں۔ حکومت کے دیگر اقدامات میں افزائش نسل والے جانوروں کی درآمد، متعلقہ افراد کی تربیت لائیوسٹاک اور ڈیری کی درآمدات پر کسٹم ڈیوٹی کا خاتمہ وغیرہ شامل ہیں۔

2018-19ء کے اعداد وشمار کے مطابق پاکستان میں مختلف اقسام کے مویشیوں کی اندازاً تعداد (ملین) ذیل میں دی گئی ہے۔

بھینس	بکری	بھیڑ	گائے	اونٹ	گدھے	گھوڑے
40 ملین	76.1 ملین	20.9 ملین	38 ملین	1.1 ملین	5.4 ملین	0.4 ملین

ماہی گیری

(Fishing)

ماہی گیری کا شمار پاکستان کے قدیم ترین پیشوں میں ہوتا ہے جبکہ ماہی پروری، مچھلیوں کی افزائش نسل کا مصنوعی طریقہ ہے۔ پاکستان کی قومی آمدنی میں اضافے اور خوراک کی کمی کو پورا کرنے میں ماہی گیری کا ایک اہم کردار ہے۔ یہ مٹن، بیف اور پولٹری پر ہونے والے دباؤ کو کم کرتی ہے۔

پاکستان میں 4 لاکھ سے زائد ماہی گیر اور ان کے خاندان اس پیشے سے وابستہ ہیں۔ مچھلی کو انسانی غذا میں بہت اہمیت حاصل ہے کیونکہ یہ پروٹین مہیا کرنے کا اہم ذریعہ ہے۔ پاکستان کے ساحلی علاقے جھینگا اور دوسری اقسام کی مچھلی کے لیے مشہور

ہیں۔ ہمارے ملک کے دریا، جھیلیں اورفش فارم بھی مچھلی مہیا کرتے ہیں۔ایک اندازے کے مطابق پاکستان میں مچھلی کی سالانہ پیداوار پانچ لاکھ میٹرک ٹن سے زائد ہے۔

زراعت میں جدّت پسندی

(Pattern of Modernisation in Agriculture)

1- مشینوں اور کھادوں کا استعمال

پاکستان میں زرعی شعبہ میں مشینوں کے استعمال سے پیداوار میں بہت اضافہ ہوا ہے۔زمین کی تیاری اور کاشت کے لیے ٹریکٹر اور ڈرل کا استعمال، کٹائی کے لیے کمبائن ہارویسٹر کا استعمال اور زمین کو ہموار کرنے کے لیے لیزر لینڈ لیولنگ ٹیکنالوجی کا استعمال ہورہا ہے۔بہترین کھادوں کے استعمال سے بھی فی ایکڑ پیداوار میں کافی اضافہ ہوا ہے۔

2- اچھے بیجوں کا استعمال

پاکستان میں زراعت کی ترقی کے لیے اچھے بیجوں کا استعمال کیا جارہا ہے جو مختلف فصلوں کی فی ایکڑ پیداوار بڑھانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔اندرون ملک تیار ہونے کے علاوہ یہ بیج دوسرے ممالک سے درآمد بھی کیے جاتے ہیں۔

3- کیڑے مار ادویات

ہمارے ملک کی آب وہوا فصلی بیماریوں اور کیڑے مکوڑوں کے لیے سازگار ہے۔اس سلسلے میں اندرون ملک کیڑے مار ادویات تیار کرنے کے علاوہ کئی مفید ادویات درآمد کی جاتی ہیں اوران کا استعمال ہوتا ہے تاکہ فصلی بیماریوں اور کیڑے مکوڑوں کو ختم کیا جاسکے اور پیداوار میں اضافہ ہوسکے۔

4- آبپاشی کے نظام میں بہتری

نہری نظام میں بہتری، ڈیموں کی پانی ذخیرہ کرنے کی صلاحیت میں اضافہ اور بیراجوں کی تعمیر سے پاکستان میں آبپاشی کے نظام میں بہتری ہوئی ہے۔روایتی کھالوں کی بجائے اصلاح کردہ کھالوں سے آبپاشی کی جارہی ہے۔آبپاشی کے لیے ڈرپ اور سپرنکلر جیسے کفایتی اور جدید طریقوں کا استعمال ہورہا ہے۔

5- سیم وتھور

سیم وتھور جیسے مسئلے پر قابو پانے کے لیے مختلف منصوبے بنائے گئے ہیں، جس سے سیم زدہ وسیع رقبہ دوبارہ کاشت کے قابل بنایا گیا ہے۔مزید علاقوں کو سیم زدہ ہونے سے بچانے کے لیے اقدامات کیے گئے ہیں۔

6- نئی سڑکیں

کاشت کاروں کو اپنی اجناس منڈیوں تک لانے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اس سلسلے میں بعض دور دراز علاقوں میں نئی سڑکیں بنائی گئی ہیں۔

ہماری زراعت کو درپیش اہم مسائل

(Main Problems Associated with our Agriculture)

ہماری زراعت کو درپیش اہم مسائل میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

1- زرعی مداخلات کی کمی (Lack of Agriculatural Inputs)

زرعی شعبہ کے ہمارا کسان پسماندگی کا شکار ہے۔اس کی مالی حالت بہت خراب ہے۔وہ انسان جو دوسروں کے لیے خوراک فراہم کرتا ہے،اسے دو وقت کی روٹی میسر نہیں ہے۔اچھے بیج، کیمیائی کھادیں ، کیڑے مار ادویات ، ٹریکٹر، تھریشر، ہارویسٹر اور آبپاشی کے جدید ذرائع جیسے مداخلات کی فراہمی اور ان کا استعمال ایک اوسط درجے کے کسان کے لیے بہت مشکل ہے۔

2- قابلِ کاشت رقبہ کا غیر معیاری استعمال (Inefficient use of Cultivable Area)

پاکستان میں لاکھوں ایکڑ اراضی کو استعمال میں لانے کے لیے کوئی منصوبہ بندی نہیں۔سرمائے کی کمی اور آبپاشی کی ناکافی سہولتوں کی وجہ سے قابل کاشت رقبہ کا بہت کم حصہ استعمال ہوتا ہے۔ہر سال زمین کی زرخیزی بحال رکھنے کے لیے زمین کا ایک بڑا حصہ خالی چھوڑ دیا جاتا ہے۔

3- قدرتی آفات (Natural Disasters)

ملک میں سیلاب، زلزلے، آندھیاں اور خشک سالی وغیرہ جیسی قدرتی آفات کسان کے لیے پریشان کن ہیں۔ان سے فصلوں کو شدید نقصان پہنچتا ہے۔

4- ناکافی ذرائع آبپاشی (Inadequate Irrigation Facilities)

پاکستان کے نہری نظام کے باوجود ہمارے آبپاشی کے ذرائع ناکافی ہیں۔کھالوں اور کھیتوں میں پانی ضائع ہوجاتا ہے۔ دریاؤں کا بہت سا پانی سمندر کی نذر ہوجاتا ہے اور اسے ذخیرہ کرنے کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں۔ضرورت سے زیادہ بجلی کی لوڈ شیڈنگ سے ٹیوب ویل سے پانی حاصل کرنا مشکل ہوجاتا ہے،جس سے فصلیں متاثر ہوتی ہیں۔

5- جدید طریقہ کار پر توجہ نہ دینا (Lack of Modernized Cultivation)

ہمارے ملک میں فصلوں کے نئے بیج، کیمیائی کھادوں اور زرعی مشینری کے استعمال کا رجحان کم ہے۔زرعی زمینوں پر زیادہ سے زیادہ فصلیں کاشت کرنے کی طرف بہت کم توجہ دی جاتی ہے۔

6- زرعی قرضوں کی عدم دستیابی (Lack of Agricultural Credit)

زرعی قرضہ دینے والے اداروں کی کمی کے باعث کسان یہ قرضے عام طور پر آڑھتیوں اور ساہوکاروں سے لیتے ہیں جن کی شرح سود بہت زیادہ ہوتی ہے۔وہ کسانوں کا استحصال کرتے ہیں جس سے کسان پریشان رہتے ہیں۔

7- سیم وتھور (Water Logging and Salinity)

ہماری زرعی زمین کا بہت بڑا حصہ سیم وتھور کی وجہ سے قابلِ کاشت نہیں رہا۔اس کے علاوہ ہر سال بہت سی زمین کٹاؤ کا شکار ہورہی ہے، جس سے زرخیز رقبہ کم ہوجاتا ہے۔

8- اچھے ذرائع نقل وحمل کی کمی (Lack of Efficient Means of Transportation)

ہمارے ملک میں دیہاتوں سے منڈیوں تک زرعی اجناس غیر ترقی یافتہ ذرائع آمدورفت کی وجہ سے پہنچانا بہت مشکل ہے۔کسانوں کے لیے منڈیوں تک رسائی نہ ہونے کی وجہ سے آڑھتی ان کو مناسب معاوضہ نہیں دیتے جس سے ان کی مالی حالت بھی کمزور رہتی ہے۔

9- فصلوں کی بیماریاں (Plant Diseases)

فصلوں کی بیماریوں سے پودے کمزور یا تباہ ہوجاتے ہیں۔ایک اندازے کے مطابق اس وجہ سے پاکستان میں 25 فیصد پیداوار کم ہوجاتی ہے۔

10- کسانوں کی پسماندگی (Backwardness of Farmers)

ناخواندگی کسانوں کی پسماندگی کی ایک بڑی وجہ ہے۔اس بنا پر نہ تو وہ زراعت کے جدید طور طریقے سیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی بہتر پیداوار کے لیے منصوبہ بندی کرسکتے ہیں۔

11- زرعی پیداوار کی قیمتیں (Prices of Agricultural Goods)

پاکستان میں صنعتی اشیا کی نسبت زرعی پیداوار کی قیمتیں بہت کم ہیں۔کسان کاشتکاری کی بجائے دیگر ملازمتوں اور کاروبار کو ترجیح دیتے ہیں جس سے زراعت متاثر ہورہی ہے۔

زرعی مسائل کا حل

(Solution of Agricultural Problems)

پاکستان میں زرعی مسائل کو حل کرنے کے لیے درج ذیل اقدامات کیے جاسکتے ہیں:

1- کسانوں کو زرعی کاشت کے جدید طریقوں کے لیے بلاسود قرضے دیے جائیں اور زرعی ترقی کے لیے ان قرضوں کے استعمال کی نگرانی کی جائے تاکہ قرضوں کی رقوم فضول خرچی میں ضائع نہ کی جائیں۔

2- فصلوں کو پانی کی فراہمی کے لیے بارشوں کا پانی ڈیم بنا کر ذخیرہ کیا جائے، جس سے سیلاب پر قابو پانے کے علاوہ بجلی کی پیداوار بڑھانے میں مدد ملے گی۔

3- جہاں نہری پانی میسر نہ ہو وہاں ٹیوب ویل اور کنوئیں کھودنے کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ ٹیوب ویلوں کے لیے مفت یا بہت کم نرخوں پر بجلی مہیا کی جائے۔

4- پاکستان کی زرعی ترقی کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ سیم وتھور ہے، جس کی وجہ سے زرعی زمین قابلِ کاشت نہیں رہتی۔ اس بیماری پر قابو پانے کے لیے طویل المدت منصوبہ بندی کی ضرورت ہے تاکہ قابلِ کاشت رقبہ کو خراب ہونے سے بچایا جا سکے۔ سیم وتھور کی وجہ سے خراب ہونے والی زمینوں کو دوبارہ کاشت کے قابل بنانے کے لیے اقدامات کیے جائیں اور زمینوں کو کٹاؤ سے بچانے کے لیے زیادہ سے زیادہ شجرکاری کی جائے۔

5- قابلِ کاشت رقبہ کو مکمل طور پر استعمال کیا جائے۔ بنجر اور ویران زمینوں کو کاشت کے قابل بنایا جائے۔

6- گندم، چاول اور دیگر زرعی اجناس کی فی ایکٹر پیداوار بڑھانے کے لیے بیج، کیمیائی کھادیں اور سائنسی کاشت کے جدید طریقوں کو فروغ دیا جائے۔ زرعی تحقیقاتی مراکز قائم کیے جائیں۔

7- انتشارِ اراضی کے نقصانات سے کسان کو بچانے کے لیے اشتمالِ اراضی کے لیے آسان اور بہتر قانون سازی کی جائے۔

8- سیلابوں اور دیگر ناگہانی آفات سے بچاؤ کی تدابیر کی جائیں۔ دریاؤں کے پیندے کو گہرا کرنے کے علاوہ کناروں پر پشتے تعمیر کیے جائیں۔

9- زرعی اجناس کی بہتر قیمتوں کے ذریعے کاشتکاروں کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ زراعت پر مبنی صنعتوں کو فروغ دینے کے لیے کسانوں کو مفت مشورے اور بنیادی ضروریات فراہم کی جائیں۔ ان صنعتوں کو متعلقہ علاقوں کے قریب قائم کیا جائے۔

10۔ منڈیوں تک زرعی اجناس پہنچانے کے لیے ذرائع نقل وحمل کو ترقی دی جائے۔کسانوں کے مفادات کو منڈیوں میں تحفظ فراہم کیا جائے۔منڈیوں کے نظام کو جدید بنایا جائے تا کہ کسانوں کی حوصلہ افزائی ہو اور زراعت ترقی کرے۔

پاکستان کی صنعتیں

(Industries of Pakistan)

کسی بھی ملک کی معاشی ترقی میں صنعت کا کردار بہت اہم سمجھا جاتا ہے۔یہ صنعتی اشیا اور صنعتی خام مال پیدا کر کے ہماری زیادہ سے زیادہ ضرورتیں پوری کرتی ہے۔ذیل میں پاکستان کی گھریلو، چھوٹی اور بھاری صنعت کو بیان کیا گیا ہے:

1- گھریلو صنعتیں (Cottage Industries)

وہ صنعت یا پیداواری عمل جو گھروں پر یا چھوٹے پیمانے پر سرانجام دیا جاتا ہے، گھریلو صنعت کے زمرے میں آتا ہے۔

گھریلو صنعتوں میں زیادہ تر وہ صنعتیں شامل ہیں جن میں ہمارے ملک کے کاریگر پرانی وضع کے سیدھے سادے اوزاروں اور روایتی طور طریقے استعمال کرتے ہیں۔ان صنعتوں میں مقامی خام مال استعمال ہوتا ہے۔ملک کی صنعتی ترقی میں گھریلو صنعتیں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ملکی مصنوعات کی برآمد میں ان اشیا کا قریباً 30 فیصد حصہ ہے۔ ہماری مشہور گھریلو صنعتوں میں درج ذیل شامل ہیں:

- چرخے سے کاتنے کا کام
- دستی اوزاروں سے سوتی، اونی اور پٹ سن کی اشیا بُننا
- چمڑے کا سامان بنانا
- دھاتی اشیا اور چاقو چھریاں بنانا
- مٹی کے برتن بنانا
- کھیلوں کا سامان بنانا
- لکڑی اور لوہے کا کام کرنا
- سونے اور چاندی کا کام کرنا
- ہاتھ سے بنے ہوئے قالینوں اور چٹائیوں کا کام
- پتھر کا کام کرنا
- پتوں اور بید سے بنی ہوئی مختلف روزمرہ استعمال کی مختلف اشیا کا کام
- مٹی کے کھلونے بنانے کا کام
- کپڑے پر کشیدہ کاری کا کام وغیرہ

دستی صنعت کاری قدیم زمانے سے پاکستان کے ہر صوبے اور گاؤں میں اپنی اپنی تہذیب وتمدن کے مطابق کی جارہی ہے

اور آج بھی فروغ پا رہی ہے۔

-2 چھوٹی صنعتیں (Small Industries)

پاکستان کے صنعتی شعبے میں لوگوں کی ایک کثیر تعداد چھوٹے پیمانے کی صنعت سے منسلک ہیں۔ چھوٹی صنعت سے مراد وہ صنعت ہوتی ہے جس سے مقامی طور پر مزدوروں کو ملازم رکھ کر مختلف اشیا بنائی جاتی ہے۔ ہماری چھوٹی صنعت میں چند اہم صنعتیں درج ذیل ہیں:

- ڈیری فارم کی صنعت
- مرغی خانہ
- شہد بنانے کی صنعت
- قالین سازی
- برتن بنانے کی صنعت
- کھیلوں کا سامان بنانے کی صنعت
- پنکھے، بجلی کی موٹریں بنانے کی صنعت
- لوہے کی روزمرہ استعمال کی اشیا بنانے کی صنعت وغیرہ۔

آج کے جدید دور میں چھوٹی صنعت کو منڈیوں کی سہولتیں مشکل سے ملتی ہیں۔ ان کا مقابلہ بڑی صنعتوں سے ہوتا ہے جو زیادہ اچھا مال بیچتی ہیں۔ اس مقابلے میں چھوٹی صنعت کو نقصان ہوتا ہے۔

-3 بڑے پیمانے کی صنعتیں (Large Scale Industries)

پاکستان کی اہم بڑی صنعتیں درج ذیل ہیں:

- چینی بنانے کی صنعت
- لوہے اور فولاد کی صنعت
- پٹرولیم اور پٹرولیم کی اشیا پیدا کرنے کی صنعت
- آٹو موبائل (جیپ، کاریں) انڈسٹری
- دفاعی سامان بنانے کی صنعت
- بھاری مشینری بنانے کی صنعت
- سیمنٹ کی صنعت
- کیمیائی کھادیں پیدا کرنے کی صنعت
- بسیں، ٹریکٹر بنانے کی صنعت
- موٹر سائیکل بنانے کی صنعت
- مشینری، ٹی وی سیٹ کی صنعت
- ریفریجریٹر، ائیر کنڈیشنر بنانے کی صنعت
- تمباکو اور سگریٹ بنانے کی صنعت
- ٹیکسٹائل اور ٹیکسٹائل سے متعلقہ دیگر صنعتیں
- چمڑہ اور چمڑے سے بننے والی مختلف اشیا کی صنعت
- کاغذ اور کاغذ سے بننے والی مختلف اشیا کی صنعت
- کاسمیٹکس اشیا کی صنعت
- ٹائر اور ٹیوبز بنانے کی صنعت

توانائی کے مختلف وسائل
(Different Sources of Energy)

اہمیت

کسی بھی ملک کی معاشی ترقی کے لیے توانائی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ترقی پذیر ملک کے لیے اپنے توانائی کے وسائل کی پیداوار اور ملکی ضروریات کے مابین توازن رکھنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ایسا نہ کرنے کی صورت میں وہ مسائل سے دوچار ہوسکتا ہے۔ بجلی توانائی کا ایک اہم ذریعہ ہے جو صنعتی اور گھریلو ضروریات کو پورا کرتی ہے۔قدرتی گیس تھرمل بجلی پیدا کرنے، گھروں، صنعتوں، گاڑیاں چلانے اور دوسری ضروریات کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ پاکستان میں توانائی کے حصول کے لیے معدنی تیل بھی بہت اہمیت کا حامل ہے۔ پاکستان اپنی توانائی کی زیادہ ضروریات معدنی تیل سے پورا کرتا ہے۔کوئلہ بھی صنعتوں میں استعمال ہورہا ہے۔ پٹرولیم اور گیس کی قیمتوں میں اضافے کی وجہ سے کوئلے کی اہمیت میں اضافہ ہوگیا ہے۔توانائی کے دوسرے ذریعے تلاش کیے جا رہے ہیں، کوئلہ جن میں سے ایک ہے۔بجلی، گیس، معدنی تیل اور کوئلہ پاکستان کے اہم توانائی کے وسائل ہیں، جن کی تفصیل ذیل میں دی گئی ہے۔

1- بجلی (Electricity)

پاکستان میں بجلی درج ذیل ذرائع سے حاصل کی جارہی ہے:

(i) پن بجلی (Hydro-Electric Power)

ہمارے ملک میں پن بجلی پیدا کرنے کے موزوں علاقے شمال اور شمال مغرب میں موجود پہاڑی سلسلوں میں پائے جاتے ہیں، جہاں بجلی پیدا کرنے کے لیے قدرتی ماحول میسر ہے جبکہ میدانی علاقوں میں دریاؤں اور نہروں میں تیز بہاؤ پیدا کرکے پن بجلی پیدا کرنے کے مواقع موجود ہیں۔ملک میں پن بجلی کے بڑے منصوبے درج ذیل ہیں:

1- تربیلا ڈیم دریائے سندھ پر پن بجلی کی پیداوار کا سب سے بڑا منصوبہ ہے۔غازی بروتھا پروجیکٹ پاکستان کا دوسرا بڑا پروجیکٹ ہے۔

2- دریائے جہلم پر واقع منگلا ڈیم پاکستان میں پن بجلی کی پیداوار کا تیسرا بڑا ذریعہ ہے۔ وارسک ڈیم دریائے کابل پر تعمیر کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ چشمہ پن بجلی گھر، مالاکنڈ، درگئی پن بجلی کے منصوبے اور رسول پن بجلی گھر وغیرہ سے بھی پن بجلی پیدا کی جاتی ہے۔

(ii) تھرمل بجلی (Thermal-Electric Power)

پاکستان میں تھرمل بجلی گھر گیس، تیل اور کوئلے کی مدد سے بجلی پیدا کرتے ہیں۔ کراچی، لاہور، ملتان، ساہیوال، فیصل آباد، گدو، جام شورو، مظفر گڑھ، سکھر، لاڑکانہ، کوٹری، پسنی اور کوٹ ادو وغیرہ میں تھرمل بجلی کے اہم پیداواری یونٹ کام کر رہے ہیں۔ مستقبل میں پاکستان کی بجلی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کئی منصوبے بنائے گئے ہیں اور بعض منصوبوں پر تیزی سے کام ہو رہا ہے۔

مختلف ذرائع سے بجلی کی پیداوار (فیصد)	
پن بجلی	25.8 فیصد
تھرمل بجلی	62.1 فیصد
ایٹمی بجلی	8.2 فیصد
دوسرے ذرائع (شمسی اور ہوائی بجلی وغیرہ)	3.9 فیصد
کل	100 فیصد

Source: Pakistan Economic Survey

(iii) ایٹمی توانائی (Nuclear Power)

پاکستان اٹامک انرجی کمیشن (PAEC) ملک میں نیوکلیئر پاور پلانٹس کی منصوبہ بندی کرنے، لگانے اور چلانے کا ذمہ دار ہے۔ ایٹم موجودہ دور میں توانائی حاصل کرنے کا سب سے ترقی یافتہ اور پیچیدہ ذریعہ ہے جو دنیا کی تیزی سے بڑھتی ہوئی توانائی کی ضروریات پوری کرنے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔

پاکستان میں 1971ء میں ایٹمی توانائی متعارف ہوئی اور 1972ء میں کراچی میں پہلا پلانٹ "کراچی نیوکلیئر پاور پلانٹس (کینوپ KANUPP)" قائم کیا گیا۔ چار ایٹمی بجلی گھر چشمہ کے مقام پر لگائے گئے ہیں جنھیں "چشمہ نیوکلیئر پاور پلانٹس C-4, C-3, C-2, C-1" کے نام دیے گئے ہیں اور یہ نیشنل گرڈ کے ساتھ منسلک ہیں۔

(iv) شمسی توانائی (Solar-Electric Power)

سورج سے حاصل ہونے والی توانائی کو شمسی توانائی کہتے ہیں اور شمسی توانائی سے بجلی پیدا کی جا رہی ہے۔ اس وقت پاکستان میں چھوٹے پیمانے پر شمسی توانائی سے فائدہ اٹھایا جا رہا ہے مثلاً چھوٹی مشینیں اور چھوٹی موٹریں چلانے کے لیے شمسی توانائی سے مدد لی

جا رہی ہے۔ مستقبل قریب میں شمسی توانائی دنیا میں توانائی حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہوگی کیونکہ دوسرے ذرائع توانائی مہنگے بھی ہیں اور ان تک رسائی بھی مشکل ہے۔

(v)- ہوا سے بجلی کی پیداوار (Wind-Electric Power)

ہوائی توانائی حاصل کرنے کے لیے تیز ہوا کو بجلی پیدا کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں ہوا سے بجلی پیدا کرنے پر کام کیا جا رہا ہے۔ پاکستان کے ساحلی علاقوں، سندھ اور بلوچستان میں ہوا سے بجلی پیدا کرنے کے سازگار حالات موجود ہیں اور چھوٹے پیمانے پر اس سے استفادہ کیا جا رہا ہے۔

وِنڈمل کھمبے پر لگے تین یا چار بڑے بڑے پروں اور ٹربائنز پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہ پر وِنڈمل کے ٹربائنز کو گھماتے ہیں۔ جب ٹربائنز گھومتے ہیں تو اس سے بجلی پیدا ہوتی ہے۔

2- قدرتی گیس (Natural Gas)

ایک اندازے کے مطابق پاکستان میں قدرتی گیس کی اوسط روزانہ پیداوار چار ہزار ملین مکعب فٹ سے زائد ہے۔ اس سے 40.3 فیصد سے زائد ملکی توانائی کی ضروریات پوری کی جا رہی ہیں۔ قدرتی گیس توانائی کا نہایت ارزاں اور صاف ستھرا ذریعہ ہے جو کوئلہ اور معدنی تیل کا بہترین نعم البدل ہے۔ قدرتی گیس گھریلو استعمال کے علاوہ کھاد، ریان، پلاسٹک اور بہت ساری دوسری صنعتوں کے لیے خام مال بھی فراہم کرتی ہے۔ سوئی کے مقام پر پاکستان کا سب سے بڑا گیس کا ذخیرہ موجود ہے جو 1952ء میں دریافت ہوا۔ قدرتی گیس کے کچھ ذخائر صوبہ سندھ میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ پنجاب کے علاقے پوٹھوار سے بھی گیس دریافت ہوئی ہے۔ پاکستان پٹرولیم لمیٹڈ (PPL) کے مطابق 30 جون 2018ء کو پاکستان میں گیس کے قابلِ حصول محفوظ ذخائر قریباً 2091 بلین مکعب فٹ تھے۔

پاکستان کے مختلف شعبوں میں گیس کی کھپت	
گیس کی کھپت کے شعبے	گیس کی مقدار (فیصد)
تھرمل بجلی پیدا کرنے کے لیے	36.5
گھریلو استعمال کے لیے	23
تجارتی	2.3
صنعتوں کے لیے	16.8
کھاد بنانے کے لیے	16.7
ٹرانسپورٹ (سی این جی)	4.7
کل	100 فیصد

Source: Pakistan Economic Survey

3-معدنی تیل (پٹرولیم) (Petroleum)

ایک اندازے کے مطابق پاکستان میں معدنی تیل کی اوسط روزانہ پیداوار قریباً 80 ہزار بیرل سے زائد ہے۔ پاکستان تیل اور گیس تلاش کرنے کے لیے 1961ء میں ''آئل اینڈ گیس ڈویلپمنٹ کمپنی لمیٹڈ'' (OGDCL) کا ادارہ قائم ہوا۔ معدنی تیل توانائی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ ملکی توانائی کی لگ بھگ 35 فیصد ضروریات معدنی تیل سے پورا ہوتی ہیں۔ پاکستان کے جیولوجیکل حالات اس بات کے شاہد ہیں کہ یہاں معدنی تیل کے وسیع امکانات ہیں۔ پاکستان میں معدنی تیل کے ذخائر زیادہ تر زیریں سندھ اور سطح مرتفع پوٹھوار کے علاقوں میں واقع ہیں۔

4- کوئلہ (Coal)

ایک اندازے کے مطابق پاکستان میں کوئلے کی سالانہ پیداوار قریباً پانچ ملین ٹن سے زائد ہے۔ کوئلہ ایک سستا ایندھن ہے۔ پاکستان میں اس کے محفوظ ذخائر کا اندازہ 185 بلین ٹن سے زائد لگایا گیا ہے۔ بلوچستان، پوٹھوار اور جنوبی سندھ میں کوئلے کے ذخائر پائے جاتے ہیں۔ سندھ میں تھر کے علاقے میں پاکستان کا کوئلے کا سب سے بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ ساہیوال کول پاور پروجیکٹ (ساہیوال۔ پنجاب) اور پورٹ قاسم پاور پروجیکٹ (کراچی۔ سندھ) وغیرہ کوئلے سے بجلی پیدا کرنے کے اہم منصوبے ہیں۔

پاکستان کے مختلف شعبوں میں کوئلے کی کھپت	
کوئلے کی کھپت کے شعبے	فیصد حصہ
تھرمل بجلی پیدا کرنے کے لیے	2
اینٹوں کے بھٹوں کے لیے	47
سیمنٹ کی صنعت کے لیے	51
کل کھپت	**100 فیصد**

Source: Pakistan Economic Survey

پاکستان کی بین الاقوامی تجارت

(International Trade of Pakistan)

بعض ممالک میں معدنی ذخائر وافر مقدار میں ہوتے ہیں تو بعض ممالک زرعی میدان میں بہت آگے ہیں۔ بعض ممالک اپنی ضروریات کی اشیا کم لاگت پر خود تیار کر سکتے ہیں جبکہ کچھ ممالک اپنی افرادی قوت کو بیرون ملک بھیجنے پر مجبور ہیں۔ اشیائے ضرورت کا یہ غیر متوازن پھیلاؤ ہی بین الاقوامی تجارت کے آغاز کا باعث بنتا ہے۔ ہر ملک کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنی ضروریات کو محدود کر کے کم سے کم اشیا دوسرے ممالک سے منگوائے۔ دوسری جانب یہ کوشش بھی کی جاتی ہے کہ اپنی تیار کردہ اشیا زیادہ سے زیادہ مقدار میں دوسرے ممالک کے ہاتھوں فروخت کر کے دولت کمائی جائے۔

پاکستان کی برآمدات

(Exports of Pakistan)

پاکستان اکنامک سروے 2018-19ء کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان کی برآمدات کا کل حجم قریباً 19.17 بلین امریکی ڈالر ہے۔ پاکستان کی اہم برآمدات درج ذیل ہیں:

1-چاول

(Rice)

پاکستان میں چاول کی بہترین اقسام پیدا ہوتی ہیں۔ بیرونی ممالک سے چاول کی تجارت ایک سرکاری ادارے ''رائس ٹریڈنگ کارپوریشن'' کے سپرد ہے۔ یہ ادارہ نجی اداروں اور کارخانوں سے چاول خرید کر سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، کویت، ابوظہبی، عراق، ایران، برازیل، لیبیا، سری لنکا، سنگاپور، انڈونیشیا، برطانیہ، کینیڈا، جرمنی اور امریکہ وغیرہ کو برآمد کرتا ہے۔ پاکستان اکنامک سروے 2018-19ء کے مطابق پاکستان نے قریباً 1487 ملین ڈالر کا چاول برآمد کیا۔

2- کپاس اور کپاس کی مصنوعات

(Cotton and Cotton Products)

ہمارے ملک میں مختلف اقسام کی کپاس کاشت کی جاتی ہے۔ پاکستان اکنامک سروے 2018-19ء کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان نے کپاس اور اس کی مصنوعات سے قریباً 9991 ملین ڈالر کا زرِمبادلہ کمایا۔ پاکستان کپاس اور اس کی درج ذیل مصنوعات برآمد کرتا ہے:

(i) خام روئی

عمدہ معیار اور نفاست کی وجہ سے پاکستانی خام روئی کی بیرونی ممالک میں بڑی مانگ ہے۔ پاکستان کپاس زیادہ تر کینیڈا، امریکہ، جاپان، ہانگ کانگ، برطانیہ، اٹلی، فرانس، پولینڈ، جرمنی اور بیلجیم وغیرہ کو برآمد کرتا ہے۔

(ii) سوتی کپڑا

سوتی کپڑے کو پاکستان کی برآمدات میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ پاکستان سوتی کپڑا زیادہ تر برطانیہ، امریکہ، سری لنکا، افغانستان، روس، جرمنی، ہانگ کانگ اور پولینڈ وغیرہ کو برآمد کرتا ہے۔

(iii) سوتی دھاگا

پاکستان میں نہایت عمدہ اور نفیس سوتی دھاگا بہت بڑی مقدار میں تیار ہوتا ہے جس کی بیرونی ممالک میں بڑی مانگ ہے۔ پاکستانی دھاگہ خریدنے والے ملکوں میں روس، سوڈان، امریکہ، پولینڈ، جرمنی، ایران، برطانیہ اور فرانس وغیرہ کے علاوہ کچھ افریقی ممالک بھی شامل ہیں۔

(iv) ہوزری کا سامان

کپاس کی دوسری مصنوعات کی طرح ہوزری کی صنعت بھی پاکستان میں ترقی پذیر ہے جہاں بنیانیں، جرابیں، رومال، سویٹر اور تولیے وغیرہ تیار ہوتے ہیں۔ ہوزری کا سامان مشرق وسطیٰ کے ممالک، امریکہ اور یورپ وغیرہ کو بڑی مقدار میں برآمد کیا جاتا ہے۔

(v) تیار شدہ ملبوسات

پاکستان میں تیار شدہ ملبوسات بھی غیر ممالک میں بہت مقبول ہو رہے ہیں۔ پاکستان کے تیار شدہ ملبوسات سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، ایران، عراق، فرانس، جرمنی، برطانیہ، سری لنکا، ملائیشیا اور امریکہ وغیرہ کو برآمد کیے جاتے ہیں۔

3- کھیلوں کا سامان

(Sports Goods)

کھیلوں کے سامان کی تیاری کے لیے پاکستان کے شہر سیالکوٹ اور لاہور بہت مشہور ہیں۔ اس سلسلے میں والی بال، فٹ بال، کیرم بورڈ، ہاکی اور کرکٹ کا سامان خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ ہالینڈ، بیلجیم، فرانس، اٹلی، برطانیہ، جرمنی اور امریکہ وغیرہ پاکستان

کے کھیلوں کے سامان کے اہم خریدار ہیں۔ پاکستان اکنامک سروے 19-2018ء کے اعداد وشمار کے مطابق پاکستان سے کھیلوں کے سامان کی برآمد قریباً 222 ملین ڈالر ہے۔

4- چمڑا اور اس کا سامان

(Leather and Leather Goods)

مویشیوں سے جہاں دودھ، مکھن اور گوشت حاصل ہوتا ہے وہاں ان کی کھالیں بھی انسانی ضروریات پوری کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ملک میں چمڑا رنگنے اور تیار کرنے کے لیے ٹینر یز کافی تعداد میں موجود ہیں۔ چمڑے سے سوٹ کیس، بیگ، تھیلوں، جیکٹ اور دیگر سامان کے علاوہ جوتے بنانے کی صنعت بھی کافی ترقی کر چکی ہے۔ چمڑے سے تیار شدہ سامان زیادہ تر جاپان، جرمنی، فرانس، برطانیہ، امریکہ، اٹلی، روس، سپین، چین بنگلہ دیش اور مشرق وسطیٰ وغیرہ کے ممالک کو برآمد کیا جاتا ہے۔ پاکستان اکنامک سروے 19-2018ء کے اعداد وشمار کے مطابق پاکستان سے چمڑا اور اس کی مصنوعات کی برآمد قریباً 546 ملین ڈالر ہے۔

5- قالین، کمبل اور چٹائیاں

(Carpets, Blankets and Mats)

پاکستان قالین بافی میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔ لاہور، فیصل آباد، ملتان، جھنگ اور سانگلہ ہل کے علاقے قالین بافی کے لیے مشہور ہیں۔ پاکستان اپنے قالین، کمبل اور چٹائیاں جرمنی، سوئیزر لینڈ، بیلجیم، اٹلی، فرانس، امریکہ اور برطانیہ وغیرہ کو برآمد کرتا ہے۔ پاکستان اکنامک سروے 19-2018ء کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان نے قالین بافی، کمبلوں اور چٹائیوں سے قریباً 50 ملین ڈالر کا زرِمبادلہ کمایا۔

6- سیمنٹ

(Cement)

پاکستان نے سیمنٹ کی صنعت میں کافی ترقی کر لی ہے۔ یہ ملکی ضروریات پوری کرنے کے بعد سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، کویت اور بحرین وغیرہ کو برآمد کیا جاتا ہے۔ پاکستان اکنامک سروے 19-2018ء کے اعداد وشمار کے مطابق پاکستان نے قریباً 221 ملین ڈالر کا سیمنٹ برآمد کیا۔

7- آلات جراحی اور طبی سامان

(Surgical Instruments and Medical Equipment)

پاکستان کے بنے ہوئے آلات جراحی اور طبی سامان دنیا بھر میں مشہور ہے۔ یہ آلات لاطینی امریکہ، افریقہ، برطانیہ،

فرانس، جرمنی وغیرہ کو برآمد کیے جاتے ہیں۔ پاکستان اکنامک سروے 2018-19ء کے اعداد وشمار کے مطابق پاکستان نے آلاتِ جراحی اور طبی سامان سے قریباً 280 ملین ڈالر کا زرمبادلہ کمایا۔

8- مچھلی اور مچھلی کی مصنوعات

(Fish and Fish Products)

مچھلی کو انسانی غذا میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ دنیا بھر میں پاکستانی جھینگوں کی مانگ میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ چین، متحدہ عرب امارات، تھائی لینڈ، کوریا، ملائیشیا، انڈونیشیا، ہانگ کانگ، مڈل ایسٹ اور سری لنکا وغیرہ پاکستانی مچھلی اور مچھلی کی مصنوعات کے خریداروں میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ پاکستان اکنامک سروے 2018-19ء کے اعداد وشمار کے مطابق پاکستان نے قریباً 294 ملین ڈالر کی مچھلی اور مچھلی کی مصنوعات برآمد کیں۔

9- خشک میوہ جات، پھل اور سبزیاں

(Dry Fruits, Fruits and Vegetables)

پاکستان سے خشک میوہ جات اٹلی، برطانیہ، امریکہ، عرب ممالک، سری لنکا، سنگاپور اور ملائیشیا کو برآمد کیے جاتے ہیں۔ پھل اور تازہ سبزیاں ایران، جرمنی، مشرق وسطیٰ اور یورپ وغیرہ کے علاوہ چند دوسرے ممالک کو برآمد کی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ پاکستان میں تیار شدہ اچار، شربت، چٹنیاں، مربے اور جام وغیرہ عرب ممالک کو برآمد کیے جاتے ہیں۔ پاکستان اکنامک سروے 2018-19ء کے اعداد وشمار کے مطابق پاکستان نے خشک میوہ جات، پھل اور سبزیوں سے قریباً 537 ملین ڈالر کا زرمبادلہ کمایا۔

10- کیمیکلز اور ادویات

(Chemicals and Pharmaceutical Products)

پچھلے کئی سالوں سے پاکستان میں کیمیائی اور ادویات سازی کی صنعت نے کافی ترقی کی ہے۔ مشرق وسطیٰ اور افریقہ کے کئی ممالک پاکستان کے کیمیکلز اور ادویات کے خریدار ہیں۔ پاکستان اکنامک سروے 2018-19ء کے اعداد وشمار کے مطابق پاکستان نے قریباً 840 ملین ڈالر کے کیمیکلز اور ادویات برآمد کیں۔

پاکستان کی درآمدات

(Imports of Pakistan)

پاکستان اکنامک سروے 2018-19ء کے اعداد وشمار کے مطابق پاکستان کی درآمدات کا کل حجم قریباً 45.47 بلین ڈالر

ہے۔ پاکستان کی اہم درآمدات درج ذیل ہیں:

1-پٹرولیم اور پٹرولیم کی مصنوعات (Petroleum and Petroleum Products)

پٹرولیم کی درآمد پر پاکستان کو بہت سا زرِمبادلہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اس رقم میں کمی لانے کے لیے اب پٹرول اور گیس سے بننے والی بہت سی اشیا پاکستان ہی میں بنائی جا رہی ہیں۔ پاکستان اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے تیل، پٹرول، ڈیزل اور پٹرولیم کی دیگر مصنوعات مثلاً پلاسٹک وغیرہ سعودی عرب، کویت، ابوظہبی، ایران اور عراق وغیرہ سے حاصل کرتا ہے۔ پاکستان اکنامک سروے 19-2018ء کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان نے پٹرولیم اور پٹرولیم کی مصنوعات کی درآمد پر قریباً 8002 ملین ڈالر خرچ کیے۔

2-لوہا اور فولاد (Iron and Steel)

لوہے کی کمی کو پورا کرنے اور اپنے کارخانوں کو چلانے کے لیے لوہا، فولاد اور اس سے بنی ہوئی دوسری مصنوعات جرمنی، بیلجیم، برطانیہ، فرانس، امریکہ، جاپان اور آسٹریلیا وغیرہ سے درآمد کی جاتی ہیں۔ پاکستان میں روس کی مدد سے کراچی میں فولاد سازی کے لیے سٹیل مل قائم کی گئی ہے۔ پاکستان اکنامک سروے 19-2018ء کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان نے قریباً 1658 ملین ڈالر کا لوہا اور فولاد کی مصنوعات درآمد کیں۔

3-مشینری (Machinery)

ٹیکسلا میں فولاد اور بھاری مشینری بنانے کا ایک بہت بڑا کارخانہ قائم کیا گیا ہے۔ مختلف کارخانوں کے لیے بھاری مشینری بھی پاکستان میں تیار کی جاتی ہے، تاہم بجلی کے جنریٹر اور اعلیٰ درجے کی مشینری اب بھی مختلف ممالک سے درآمد کی جاتی ہے۔ پاکستان اکنامک سروے 19-2018ء کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان نے مشینری کی درآمد پر قریباً 4604 ملین ڈالر خرچ کیے۔

4- کیمیائی کھاد (Fertilizer)

پاکستان میں کیمیائی کھاد بنانے کے کافی کارخانے قائم ہیں لیکن اس کے باوجود ملکی ضروریات پوری کرنے کے لیے کھاد کی کچھ اقسام عراق، تیونس، اٹلی اور امریکہ وغیرہ سے بھی درآمد کی جاتی ہیں۔ پاکستان اکنامک سروے 19-2018ء کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان نے قریباً 716 ملین ڈالر کی کیمیائی کھاد درآمد کی۔

5- کھانے کا تیل (Edible Oil)

پاکستان کھانے کا تیل زیادہ تر امریکہ، سری لنکا اور ملائیشیا وغیرہ سے درآمد کرتا ہے۔ پاکستان اکنامک سروے 19-2018ء

کے اعداد وشمار کے مطابق پاکستان نے کھانے کے تیل کی درآمد پر قریباً 1454 ملین ڈالر خرچ کیے۔

6- چائے (Tea)

پاکستان میں چائے کا استعمال بہت زیادہ ہے۔ پاکستان زیادہ تر چائے بنگلہ دیش کینیا اور سری لنکا وغیرہ سے منگواتا ہے۔ جس پر کافی زرِمبادلہ خرچ ہو رہا ہے۔ پاکستان اکنامک سروے 19-2018ء کے اعداد وشمار کے مطابق پاکستان نے قریباً 446 ملین ڈالر کی چائے درآمد کی۔

7- متفرقات (Miscellaneous)

پاکستان مختلف ممالک سے ادویات، کاغذ، دفاعی سامان، دودھ کی مصنوعات، خشک میوہ جات، مسالا جات، دالیں، بجلی کا سامان، کرم کش ادویات، کمپیوٹرز، موبائل اور گاڑیاں بھی منگواتا ہے جس پر کثیر زرِمبادلہ خرچ ہوتا ہے۔

پاکستان کی تجارت کے اجزائے ترکیبی

(Components of Pakistani Trade)

برآمدات کے اجزائے ترکیبی *(Components of Exports)*

پاکستان اکنامک سروے 19-2018ء کے اعداد وشمار کے مطابق پاکستان کی کل برآمدات میں تین شعبوں کپاس اور کپاس کی مصنوعات (58.5 فیصد)، چاول (8.7 فیصد) چمڑا اور چمڑے کی مصنوعات (3.1 فیصد) کا مجموعی حصہ 70.3 فیصد ہے۔ پاکستان کی کل برآمدات میں اشیائے صرف کا حصہ قریباً 15 فیصد، نیم تیار شدہ اشیا کا حصہ قریباً 10 فیصد اور تیار شدہ اشیا کا حصہ قریباً 75 فیصد ہے۔

درآمدات کے اجزائے ترکیبی *(Components of Imports)*

پاکستان اکنامک سروے 19-2018ء کے اعداد وشمار کے مطابق پاکستان کی کل درآمدات میں صرف آٹھ شعبوں (مشینری، پٹرولیم اور پٹرولیم کی مصنوعات، پلاسٹک کا سامان، ٹرانسپورٹ، کھانے کا تیل، لوہا اور سٹیل، کھاد اور چائے) کا حصہ قریباً 51 فیصد ہے۔ پاکستان کی کل درآمدات میں بڑی اشیا کا حصہ قریباً 30 فیصد، بڑی اشیا کے لیے خام مال کا حصہ قریباً 10 فیصد، اشیائے صرف کے لیے خام مال کا حصہ قریباً 51 فیصد اور اشیائے صرف کا حصہ قریباً 9 فیصد ہے۔

پاکستان کی تجارت کے رجحانات

(Directions of Pakistani Trade)

پاکستان اکنامک سروے 19-2018ء کے اعداد وشمار کے مطابق پاکستان کی زیادہ تر برآمدات امریکہ، چین، برطانیہ، جرمنی، افغانستان، سپین، متحدہ عرب امارات، اٹلی، بنگلہ دیش اور فرانس وغیرہ کے ساتھ ہوتی ہیں۔ نیچے دیے گئے ٹیبل کے مطابق پاکستان کی برآمدات میں ان ممالک کا حصہ 59 فیصد ہے۔

پاکستان کی برآمدات کی سمتیں (برآمدات کی بڑی مارکیٹیں)	
ملک کا نام	فیصد حصہ
امریکہ	17
چین	8
برطانیہ	7
جرمنی	6
افغانستان	6
سپین	4
متحدہ عرب امارات	3
اٹلی	3
بنگلہ دیش	3
فرانس	2
ذیلی میزان	59
دوسرے ممالک	41
کل	100 فیصد

Source: Pakistan Economic Survey

پاکستان اکنامک سروے 2018-19ء کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان کی زیادہ تر درآمدات چین، متحدہ عرب امارات، سعودی عرب، انڈونیشیا، امریکہ، جاپان، بھارت، کویت، ملائیشیا اور جرمنی وغیرہ کے ساتھ ہوتی ہیں۔ نیچے دیے گئے ٹیبل کے مطابق پاکستان کی درآمدات میں ان ممالک کا حصہ 66 فیصد ہے۔

پاکستان کی درآمدات کی سمتیں (درآمدات کی بڑی مارکیٹیں)	
ملک کا نام	فیصد حصہ
چین	24
متحدہ عرب امارات	14
سعودی عرب	5
انڈونیشیا	5
امریکہ	5
جاپان	4
بھارت	3
کویت	2
ملائیشیا	2
جرمنی	2
ذیلی میزان	66 فیصد
دوسرے ممالک	34
کل میزان	100 فیصد

Source: Pakistan Economic Survey

تجارت کا توازن
(Balance of Trade)

کسی ملک کی برآمدات اور درآمدات کی مالیت میں مقررہ وقت کے دوران فرق کو تجارت کا توازن کہتے ہیں۔ اگر برآمدات کی مالیت درآمدات کی مالیت سے زیادہ ہو تو اس تجارتی توازن کو ملک کے لیے منافع بخش کہیں گے۔ اس کے برعکس اگر کسی

ملک کی درآمدات کی مالیت اس کی برآمدات کی مالیت سے زیادہ ہو جائے تو اسے خسارہ کی تجارت کہیں گے۔اس قسم کی تجارت ملک کے لیے غیر منافع ہوگی،جس سے ملک قرضے کا شکار ہو جائے گا۔پاکستان اکنامک سروے 19-2018ء کے اعداد وشمار کے مطابق پاکستان کی برآمدات 19.17 بلین امریکی ڈالر اور درآمدات 45.47 بلین امریکی ڈالر ہیں۔اس طرح پاکستان کی تجارت کا خسارہ 26.3 بلین امریکی ڈالر ہے۔

غربت کی وجوہات اور اس کے خاتمے کے لیے اقدامات

غربت پاکستان کا ایک اہم مسئلہ ہے۔ ورلڈ بینک کی رپورٹ کے مطابق 1.25 ڈالر یومیہ سے کم کمانے والا غربت کی سب سے نچلی سطح پر ہوگا۔اس وقت دنیا کی 7 ارب آبادی میں سے قریباً 21 فیصد افراد غربت کا شکار ہیں کیونکہ یہ روزانہ ایک ڈالر سے بھی کم کماتے ہیں۔ایک اندازے کے مطابق پاکستان کی قریباً 24.3 فیصد آبادی غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہی ہے۔ غربت کی وجہ سے عوام میں مایوسی پھیلتی ہے اور معاشی ترقی کی رفتار سست ہو جاتی ہے۔

پاکستان میں غربت کے اسباب

- ☆ پاکستان کی آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔اس کے مقابلے میں پیداواری وسائل میں کم اضافہ ہو رہا ہے۔
- ☆ افراطِ زر کی شرح زیادہ ہے۔
- ☆ توانائی کے بحران کی وجہ سے روزگار کے مواقع کم ملتے ہیں۔
- ☆ ناخواندگی اور ٹیکنیکل تعلیم کے کم ہونے بھی ہمارا ملک غربت کا شکار ہے۔
- ☆ پاکستان میں معاشی ترقی کی سست رفتار ہے اور تجارتی سرگرمیاں بھی محدود ہیں۔
- ☆ ملکی حالات کی وجہ سے اندرونی اور بیرونی سرمایہ کاری کے مواقع کم ہیں ۔

غربت میں کمی کے لیے اقدامات

- ☆ ملک میں مختلف محکموں میں نئی ملازمتیں پیدا کی جائیں۔
- ☆ نوجوانوں کے لیے قرضہ سکیمیں شروع کی جائیں تاکہ وہ اپنا کاروبار شروع کر سکیں۔
- ☆ تعلیمی اداروں میں مستحق طلبہ کی امداد کی جائے۔
- ☆ عوام کو ضروری بنیادی سہولتیں فراہم کی جائیں۔
- ☆ بیت المال اور زکوٰۃ فنڈ سے مستحق افراد کی امداد کی جائے۔

پاکستان کی بندرگاہوں کی اہمیت

(Importance of Sea-ports of Pakistan)

پاکستان کی بندرگاہیں بہت اہمیت کی حامل ہیں۔ پاکستان کی قریباً ساری تجارت بحری راستوں سے ہوتی ہے۔اس مقصد کے لیے پاکستان کی سب سے پرانی بندرگاہ کراچی میں ہے۔ یہ بندرگاہ بین الاقوامی معیار کی حامل ہے۔ یہاں بحری جہازوں اور آئل ٹینکرز سے سامان تجارت کو لادنے اور اتارنے کی سہولتیں حاصل ہیں۔ ملک کی بڑھتی ہوئی ضروریات کی خاطر کراچی سے مشرق کی جانب بن قاسم بندرگاہ تعمیر کی گئی ہے۔ پہلے مرحلے میں یہاں جہاز ٹھہرانے کے آٹھ برتھ بنائے گئے ہیں۔ بن قاسم بندرگاہ، پاکستان سٹیل ملز کے قریب واقع ہے۔ لہٰذا اسے اس بڑے کارخانوں کے سامان اور خام لوہے کی ترسیل کے لیے استعمال کیا جارہا ہے۔

صوبہ بلوچستان کے ساحل پر چین کی مدد سے جدید سہولتوں کے ساتھ ایک نئی بندرگاہ گوادر کے مقام پر تعمیر کی گئی ہے۔تجارت کے لیے بندرگاہ کی سہولتوں کے ساتھ ساتھ بحری جہازوں کو بھی اہمیت حاصل ہے جو پاکستان نیشنل شپنگ کارپوریشن کی نگرانی میں کام کرتے ہیں۔تجارتی مال غیر ممالک کو پہنچانے کے لیے پاکستان کے پاس کئی بحری مال بردار جہاز موجود ہیں۔ یہ جہاز مشرق میں جاپان اور چین کی بندرگاہوں کو اور مغرب میں مسلم ممالک کے علاوہ یورپی، برطانوی اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی بندرگاہوں کو مال پہنچاتے ہیں اور ان ممالک کا مال پاکستان لاتے ہیں اور کثیر منافع کماتے ہیں۔

پاکستان کی خشک گودیوں کی اہمیت

(Importance of Dry-ports of Pakistan)

پاکستان میں پہلی خشک گودی 1973ء میں لاہور میں تعمیر کی گئی۔اس کی کامیابی کے بعد کراچی (1974ء)، کوئٹہ (1984ء)، پشاور (1986ء)، ملتان (1988ء) اور راولپنڈی (1990ء) میں خشک گودیاں بنائی گئیں۔ان کے علاوہ نجی شعبے میں بھی کئی خشک گودیاں تعمیر کی گئیں،جن میں سیالکوٹ خشک گودی (1984ء) اور فیصل آباد خشک گودی (1994ء) اہم ہیں۔ ان خشک گودیوں کے باعث ملکی تجارت میں مثبت تبدیلیاں ہوئی ہیں جس سے تجارت میں اضافہ ہوا ہے۔

مشقی سوالات

(حصہ اوّل)

1 (الف) نیچے دیے گئے ہر سوال کے چار ممکنہ جواب میں سے درست پر (✔) کا نشان لگائیں۔

1۔ معاشی ترقی سے مراد ہے:

(الف) قومی آمدنی میں اضافہ　(ب) زرعی آمدنی میں اضافہ

(ج) روزگار میں اضافہ　(د) اشیا و خدمات کی پیداوار میں اضافہ

2۔ حکومت پاکستان نے میں ایک مالیاتی ادارہ "پاکستان صنعتی ترقیاتی کارپوریشن" قائم کیا:

(الف) 1942ء میں　(ب) 1948ء میں

(ج) 1952ء میں　(د) 1956ء میں

3۔ پاکستانی معیشت ہے:

(الف) ترقی یافتہ　(ب) ترقی پذیر

(ج) انتہائی ترقی یافتہ　(د) انتہائی غریب

4۔ پاکستان میں پانچ سالہ منصوبہ بندی کا آغاز ہوا:

(الف) 1950ء　(ب) 1955ء

(ج) 1958ء　(د) 1960ء

5۔ پہلی خشک گودی 1973ء میں تعمیر کی گئی:

(الف) کراچی　(ب) لاہور

(ج) سیالکوٹ　(د) پشاور

6۔ پاکستان کھانے کا تیل امریکہ اور سری لنکا کے علاوہ درآمد کرتا ہے:

(الف) ایران　(ب) سعودی عرب

(ج) ہانگ کانگ　(د) ملائیشیا

7۔ پاکستان میں پن بجلی کی پیداوار کا سب سے بڑا منصوبہ ہے:

(الف) غازی بروتھا پروجیکٹ (ب) منگلا ڈیم

(ج) تربیلا ڈیم (د) وارسک ڈیم

8۔ عالمی بینک کے تعاون سے پاکستان اور بھارت کے مابین سندھ طاس معاہدہ طے پایا:

(الف) 1950ء (ب) 1958ء

(ج) 1960ء (د) 1962ء

9۔ پاکستان کی معیشت کا سب سے بڑا شعبہ ہے:

(الف) تجارت (ب) صنعت

(ج) زراعت (د) خدمات

10۔ 1958ء میں پاکستان کا اقتدار سنبھالا:

(الف) جنرل سکندر مرزا (ب) جنرل محمد ایوب خاں

(ج) جنرل یحییٰ خاں (د) جنرل ضیاء الحق

(ب) درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

1- پروفیسر آرتھر لیوس کی معاشی ترقی کی تعریف کریں۔

2- پاکستان میں معدنی وسائل کی ترقی کے لیے کس کارپوریشن کا قیام عمل میں آیا؟

3- چھوٹی صنعت سے کیا مراد ہے؟

4- پاکستان میں زرعی مسائل کو حل کرنے کے لیے تین تجاویز پیش کریں۔

5- برآمدات اور درآمدات سے کیا مراد ہے؟

6- جپسم پر نوٹ کریں۔

7- پاکستان کے پانچ ایسے شہروں کے نام لکھیں، جہاں خشک گودیاں قائم ہیں۔

8- پاکستان کھیلوں کا سامان کن ممالک کو برآمد کرتا ہے؟

9- پاکستان کے زرعی شعبہ کو درپیش چار اہم مسائل بیان کریں۔

2 درج ذیل سوالات کے جوابات تفصیل سے تحریر کریں۔

1- ہماری زراعت کو درپیش اہم مسائل بیان کریں۔

2- پاکستان کی گھریلو، چھوٹی اور بھاری صنعتوں کی وضاحت کریں۔

3- ترقی کے لیے توانائی کے وسائل کی اہمیت بیان کریں۔

4- پاکستان کے توانائی کے اہم وسائل کی پیداوار اور کھپت پر بحث کریں۔

5- پاکستان کی بین الاقوامی تجارت، اس کی بناوٹ، سمت اور توازن میں تبدیلی کا تجزیہ کریں۔

6- پاکستان کی بندرگاہوں اور خشک گودیوں کی اہمیت بیان کریں۔

7- 1947ء سے 1970ء کی دہائی تک پاکستان میں ہونے والی معاشی ترقی کا جائزہ لیں۔

8- دھاتی اور غیر دھاتی معدنیات کے ذخائر، ان کی معاشی قدر اور تقسیم کی وضاحت کریں۔

9- پاکستان کی معیشت میں زراعت کے کردار پر بحث کریں۔

10- پاکستان میں 1980ء کے بعد ہونے والی معاشی ترقی کا حال بیان کریں۔

سرگرمیاں

i- کلاس کو تین گروہوں میں تقسیم کریں اور ہر گروپ کو کوئلہ، پٹرولیم اور قدرتی گیس میں سے ایک عنوان دیں پھر توانائی کے وسائل کی افادیت اور ذخائر کے بارے میں بحث کریں۔ پندرہ منٹ بعد ہر گروپ کو اپنے بحث کردہ نکات پیش کرنے کا موقع دیں۔

ii- پاکستان کے نقشے کا مشاہدہ کریں جس میں معدنیات کے علاقے دکھائے گئے ہیں اور بتائیں کہ قدرتی گیس، پٹرولیم، کوئلہ، سنگِ مرمر، تانبا اور نمک وغیرہ معدنیات پاکستان میں کہاں کہاں پائی جاتی ہیں؟

iii- پاکستان کی برآمدات اور درآمدات کا چارٹ بنائیں اور کمرہ جماعت میں آویزاں کریں۔

باب 9

آبادی، معاشرہ اور پاکستان کی ثقافت

(Population, Society and Culture of Pakistan)

تدریسی مقاصد:

اس سبق کے مطالعے سے طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

1- پاکستان میں افزائش آبادی اور تقسیم کی وضاحت کر سکیں۔

2- پاکستان میں دیہی اور شہری آبادی کی تقسیم کا جائزہ لے سکیں۔

3- پاکستان میں آبادی کی صنفی تقسیم سے آگاہی حاصل کر سکیں۔

4- پاکستانی معاشرے کے بنیادی خدوخال اور اہم معاشرتی مسائل کی وضاحت کر سکیں۔

5- پاکستان میں تعلیم اور صحت کی صورتحال سے واقفیت حاصل کر سکیں۔

6- پاکستانی ثقافت کی نمایاں خصوصیات کے بارے میں آگاہی حاصل کر سکیں اور علاقائی ثقافتی مماثلتیں ذریعہ یکجہتی اور یگانگت کی وضاحت کر سکیں۔

7- پاکستان کی قومی اور علاقائی زبانوں کی اہمیت بیان کر سکیں۔

8- پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے کردار کی وضاحت کر سکیں۔

پاکستان میں افزائش آبادی اور تقسیم

(Growth and Distribution of Population in Pakistan)

پاکستان ایک گنجان آباد ملک ہے۔ آبادی کی گنجانیت سے مراد یہ ہے کہ ایک مربع کلومیٹر کے رقبے میں اوسطاً کتنے افراد بستے ہیں۔ پاکستان اکنامک سروے 2018-19ء کے اعداد و شمار کے مطابق ملک کی آبادی قریباً 212.82 ملین ہے اور اس میں

2.4 فیصد سالانہ کی شرح سے اضافہ ہو رہا ہے۔

پاکستان کی آبادی کتنی تیزی سے بڑھ رہی ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ 2017ء کی مردم شماری کے مطابق پاکستان کی آبادی قریباً 207.7 ملین تھی جو 2019ء میں 212 ملین سے تجاوز کر چکی ہے۔ آبادی کے سلسلے میں دو اہم باتوں کو مدنظر رکھا جاتا ہے: ایک آبادی کی تقسیم اور دوسری اس کے بڑھنے کی شرح۔ 2017ء کی مردم شماری کے مطابق پاکستان کی آبادی کی گنجانیت (Density) قریباً 261 افراد فی مربع کلومیٹر تھی، جبکہ جدید اعداد و شمار کے مطابق پاکستان کی آبادی کی موجودہ گنجانیت 267 افراد فی مربع کلومیٹر سے زائد ہے۔ گویا رقبہ وہی ہے مگر آبادی میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ اسی وجہ سے پاکستان کا شمار گنجان آباد ممالک میں کیا جاتا ہے۔

پاکستان کی آبادی کے بارے میں اہم معلومات	
پاکستان کی آبادی	قریباً 212.82 ملین
پاکستان کی شہری آبادی	77.40 ملین
پاکستان کی دیہی آبادی	135.42 ملین
خواتین کی اوسط عمر	قریباً 68.2 سال
مردوں کی اوسط عمر	قریباً 65.8 سال

Source: Pakistan Economic Survey

صوبوں کے لحاظ سے آبادی کی گنجانیت

صوبہ پنجاب، آبادی کے لحاظ سے پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے۔ پاکستان کی آبادی کا قریباً 53 فیصد صوبہ پنجاب میں رہتا ہے اور پنجاب میں ایک مربع کلومیٹر کے علاقے میں 535 افراد بستے ہیں۔ بلوچستان میں فی مربع کلومیٹر صرف 35 افراد بستے ہیں۔ سندھ میں 339 افراد فی مربع کلومیٹر جبکہ خیبر پختونخوا میں 349 افراد فی مربع کلومیٹر آباد ہیں۔

مردم شماری (Census)

کسی ملک کے متعلق با مقصد اور کامیاب منصوبہ بندی کے لیے آبادی کے مختلف پہلوؤں کے متعلق ضروری کوائف مثلاً کل آبادی اور اس کی علاقائی تقسیم، شہری و دیہاتی آبادی کا تناسب، شرح افزائش، فی کلومیٹر آبادی، تعلیم و تعلیمی قابلیت اور لوگوں کے اہم پیشوں وغیرہ کے متعلق معلومات ہونا ضروری ہیں۔ آبادی کے ان کوائف کو جاننے کا عمل مردم شماری کہلاتا ہے۔ مردم شماری عموماً ہر دس سال بعد ہوتی ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں پہلی مردم شماری 1881ء میں ہوئی۔ پاکستان کے وجود میں آنے سے لے کر اب تک پاکستان میں چھ بار مردم شماری ہو چکی ہے جس کی تفصیل ذیل کے ٹیبل میں دی گئی ہے:

پاکستان میں مردم شماری کا سال	آبادی
1951ء	قریباً 33.7 ملین
1961ء	قریباً 42.8 ملین
1972ء	قریباً 65.3 ملین
1981ء	قریباً 84.2 ملین
1998ء	قریباً 132.3 ملین
2017ء	قریباً 207.7 ملین

آبادی کی تقسیم اور گنجانی پر اثر انداز ہونے والے عوامل

کسی ملک کی آبادی کی تقسیم اور گنجانیت ایک جیسی نہیں ہوتی۔ بعض علاقوں میں آبادی بہت زیادہ، بعض میں بہت کم اور بعض میں اوسط درجے کی ہوتی ہے۔ آبادی کی تقسیم اور گنجانی پر بہت سے عوامل اثر انداز ہوتے ہیں ان میں کچھ طبعی عوامل اور کچھ انسانی عوامل شامل ہیں جن کی تفصیل ذیل میں درج ہے:

1- جغرافیائی عوامل

کسی علاقے کی زمین ہموار، نرم اور زرخیز ہو تو اسے آباد کرنا آسان ہوتا ہے۔ اس میں کھیتی باڑی اور باغبانی کے ذریعے پیداوار اور وسائلِ زندگی بآسانی حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ ایسے علاقوں میں رہنا، گھر بنانا اور ضروریاتِ زندگی حاصل کرنا نسبتاً آسان

ہوتا ہے۔اس لیے ان علاقوں میں آبادی زیادہ ہوتی ہے۔اس کے برعکس دشوار گزار علاقے، پہاڑ، جنگل یا بنجر اور بے آب و گیاہ زمین رہائش کے لیے موزوں نہیں ہوتی، اس لیے ایسے علاقوں کی آبادی بہت کم ہوتی ہے۔ پاکستان کے میدانی علاقے جن کی مٹی زرخیز اور قابل کاشت ہے وہاں کی آبادی گنجان ہے جیسے پاکستان میں دریائے سندھ کا میدان، پشاور اور مردان کی وادی وغیرہ۔

2- آب و ہوا

جن علاقوں کی آب و ہوا اچھی ہو وہاں انسانی صحت اچھی رہتی ہے۔ بارشیں بروقت ہوں تو پیداوار زیادہ ہوتی ہے اور خوراک بکثرت میسر آتی ہے، اس لیے ان علاقوں میں عموماً آبادی زیادہ ہوتی ہے۔ بڑے بڑے قدیم شہر دریاؤں کے کنارے ہی آباد ہیں۔ معتدل اور نیم گرم آب و ہوا والے علاقے جہاں بارش زیادہ ہوتی ہے، گنجان آباد ہوتے ہیں۔ پاکستان کے شمالی پہاڑی سلسلوں کی آب و ہوا شدید سرد ہے اور سطح مرتفع بلوچستان اور صحرائی علاقوں کی آب و ہوا نہایت گرم ہے، جس کی وجہ سے یہ علاقے کم گنجان آباد ہیں۔ صوبہ پنجاب کے شمالی علاقوں اور کراچی کی آب و ہوا معتدل ہے جس کی وجہ سے یہ گنجان آباد ہیں۔

3- معدنی وسائل

وہ علاقے جہاں قیمتی معدنیات پائی جاتی ہیں مثلاً کوئلہ، لوہا، تیل، گیس یا قیمتی پتھر وغیرہ، وہاں روزگار حاصل کرنے کے لیے انسانوں کی کافی تعداد جمع ہو جاتی ہے۔ ایسے علاقوں میں نقل و حمل کی سہولتیں بھی موجود ہوتی ہیں۔ معدنی علاقوں کے قریب کارخانے اور فیکٹریاں بھی قائم ہو جاتی ہیں۔ بڑے بڑے صنعتی شہر وجود میں آ جاتے ہیں اور آبادی بڑھ جاتی ہے، جیسے پاکستان میں سطح مرتفع پوٹھوار کے علاقے وغیرہ۔

4- آبی ذخائر

دنیا میں زیادہ تر آبادی آبی ذخائر کے آس پاس موجود ہے۔ مثلاً بحیرۂ عرب کے ساحل پر پاکستان کا سب سے بڑا اور گنجان آباد شہر کراچی ہے۔ اس کے علاوہ صوبہ پنجاب اور سندھ میں دریاؤں کے آس پاس زیادہ آبادی ہے جبکہ آبی ذخائر سے دور دراز کے علاقوں میں پانی کی کمی کی وجہ سے آبادی کم ہے۔

5- تجارتی اور صنعتی علاقے

جو مقامات یا علاقے تجارتی شاہراہوں پر یا ان کے آس پاس واقع ہوں وہاں کی آبادی بڑھ جاتی ہے۔ خشکی کے علاوہ بحری اور ہوائی راستے بھی بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ ایسے شہر اور علاقے جہاں تجارتی منڈیوں کے علاوہ بڑی بندرگاہیں اور

ہوائی اڈے ہیں ان کی آبادی بڑھ جاتی ہے۔ایسے علاقے جہاں صنعتیں قائم ہوتی ہیں وہاں روزگار کے وسائل میسر ہوتے ہیں اس لیے یہاں آبادی زیادہ ہوتی ہے۔ پاکستان میں فیصل آباد صنعتی ترقی کی وجہ سے پاکستان کا آبادی کے لحاظ سے تیسرا بڑا شہر بن گیا ہے۔کراچی، لاہور، گوجرانوالہ اور سیالکوٹ وغیرہ میں زیادہ آبادی ہونے کی ایک وجہ یہاں پر موجود صنعتیں ہیں۔

6-سیاسی اور معاشرتی حالات

ایسے علاقے جہاں سیاسی حالات پرسکون ہوں، لوگوں کو معاشرتی آزادیاں اور معاشی سہولتیں میسر ہوں، وہاں آبادی زیادہ ہوتی ہے۔بعض دفعہ سیاسی، مذہبی یا سماجی وجوہات کی بنا پر آبادی ایک علاقے سے دوسرے علاقوں میں منتقل ہونے پر مجبور ہو جاتی ہے، جس طرح تقسیم کے وقت ہندوستان سے لاکھوں مسلمان ہجرت کر کے آئے تھے اور پاکستان کے مختلف علاقوں میں آباد ہو گئے۔

شہری اور دیہی بنیاد پر آبادی کی تقسیم

2018-19ء کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان کے شہری علاقوں میں قریباً 77.40 ملین افراد جبکہ دیہی علاقوں میں 135.42 ملین افراد آباد ہیں۔شہری آبادی میں دیہاتی علاقوں کے مقابلے میں بجلی، گیس، ٹیلی فون، سڑکوں اور تعلیم وغیرہ کی سہولتیں نہ صرف بہت زیادہ بلکہ بہتر بھی ہوتی ہیں۔

موجودہ دور میں شہروں کی آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔لوگ نہ صرف بہتر تعلیمی، طبی اور روزگار کی سہولتوں کے لیے شہروں کا رُخ کرتے ہیں بلکہ اپنا معیارِ زندگی بہتر کرنے کے لیے بھی شہروں کی طرف نقل مکانی کو ترجیح دیتے ہیں۔

گزشتہ چند سال میں جن شہروں کی آبادی میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے ان میں لاہور، کراچی، اسلام آباد، فیصل آباد، حیدر آباد، نواب شاہ، راولپنڈی اور گوجرانوالہ وغیرہ شامل ہیں۔ پاکستان میں کل آبادی کا قریباً دو تہائی دیہات میں آباد ہے، دیہات میں روزگار کا زیادہ تر انحصار زراعت پر ہے۔ دیہاتوں میں زندگی کی جدید سہولتوں جیسے پانی، بجلی، سکولوں، کالجوں، ہسپتالوں اور تجارتی مراکز کا فقدان ہوتا ہے۔ دیہی علاقوں میں معاشی سرگرمیاں اور روزگار کے مواقع کم ہونے کے باعث لوگ تیزی سے شہروں کا رُخ کر رہے ہیں۔نقل مکانی کے اس رجحان کے باعث شہری علاقوں میں آبادی کا بوجھ مسلسل اور پریشان کن حد تک بڑھ رہا ہے، جس سے وہاں رہائش، روزگار، تعلیم، تفریح، ٹرانسپورٹ اور بہت سی دیگر ضروریاتِ زندگی کے مسائل جنم لے رہے ہیں۔

2017ء کی مردم شماری کے مطابق پاکستان کی دیہی، شہری آبادی کی بناوٹ اور جغرافیائی تقسیم (مردم شماری رپورٹ 2017ء)

انتظامی یونٹ	2017 میں آبادی	دیہی آبادی	شہری آبادی	آبادی کا تناسب فیصد
پاکستان	207774520	132189531	75584989	100.0
پنجاب	110012442	69625144	40387298	53
سندھ	47886051	22975593	24910458	23
خیبر پختونخوا	30523371	24793737	5729634	15
بلوچستان	12344408	8943532	3400876	6
اسلام آباد	2006572	991747	1014825	1
فاٹا	5001676	4859778	141898	2

صنفی لحاظ سے آبادی کی تقسیم

صنفی لحاظ سے تقسیم سے مراد، مرد اور عورت کی بنیاد پر آبادی کی تقسیم ہے۔ 19-2018ء کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں مردکل آبادی کا قریباً 51 فیصد ہیں جبکہ خواتین کی تعداد قریباً 49 فیصد ہے۔ دیہی علاقوں سے لوگ کام کی تلاش میں شہری علاقوں کا رخ کرتے ہیں۔ ان میں زیادہ تعداد مردوں کی ہوتی ہے، جس کی وجہ سے دیہی علاقوں میں مردوں کی تعداد کم اور شہروں میں مردوں کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے۔ اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ پاکستان میں مردوں کی شرح پیدائش عورتوں کی نسبت زیادہ ہے۔ یہ اعداد و شمار معاشی ترقی اور سرگرمیوں میں اضافہ کے لیے انتہائی موزوں قرار دیے جاسکتے ہیں۔ پاکستان اکنامک سروے 19-2018ء کے مطابق پاکستان کی قریباً 65.50 ملین آبادی لیبر فورس پر مشتمل ہے جس میں مرد 50.74 ملین اور خواتین کی تعداد 14.76 ملین ہے۔ پاکستان میں افرادی قوت کو ہنرمند بنا کر معاشی ترقی میں اضافہ ممکن ہے۔

پاکستان میں شرح خواندگی

پاکستان اکنامک سروے 19-2018ء کے مطابق پاکستان میں دس سال یا اس سے زائد آبادی میں خواندگی کی شرح قریباً 62.3 فیصد ہے۔ شہری آبادی میں یہ شرح قریباً 76.6 فیصد اور دیہی آبادی میں قریباً 53.3 فیصد ہے۔ پاکستان اکنامک سروے 19-2018ء کے مطابق تعلیم کے شعبے کو درپیش مسائل سے نمٹنے کے لیے حکومت نے ایک قومی تعلیمی پالیسی فریم ورک تیار کیا ہے، جس میں درج ذیل چار ترجیحات کو مدنظر رکھا گیا ہے:

1- سکول نہ جانے والے بچوں کا سکول میں داخلہ کرنا

2- یکساں نظامِ تعلیم رائج کرنا

3- معیارِ تعلیم میں بہتری لانا

4- ہنرمندی کے فروغ کے لیے پیشہ ورانہ تربیت کا اہتمام کرنا

پاکستان اور چاروں صوبوں کی شرح خواندگی			
علاقہ/صوبہ	شرح خواندگی فیصد	شہری آبادی میں شرح خواندگی فیصد	دیہی آبادی میں شرح خواندگی فیصد
پاکستان	62.3	76.6	53.3
پنجاب	64.7	77.2	56.9
سندھ	62.2	78.4	44.1
خیبرپختونخوا	55.3	66.8	52.7
بلوچستان	55.5	68.5	50.5

Source: Pakistan Economic Survey

پاکستان میں تعلیم کی صورتِ حال

(Educational Condition in Pakistan)

حکومتِ پاکستان تعلیم کو ہر شہری کا بنیادی حق سمجھتی ہے اور اس کی ترقی کے لیے بھی کوشاں ہے۔ ترقی یافتہ ممالک کے تجربات ظاہر کرتے ہیں کہ مجموعی تعلیمی آمدنی میں اضافہ تعلیمی شعبہ کی ترقی سے مشروط ہے۔ معاشی و معاشرتی حوالے سے آگے بڑھنے کے لیے تعلیمی شعبہ میں سرمایہ کاری اہمیت کی حامل ہے۔ تعلیم اور معاشرتی و معاشی ترقی باہمی طور پر لازم و ملزوم ہیں۔ پاکستان میں اگرچہ ایک طویل عرصے تک اس شعبے پر پوری توجہ نہ دی گئی، لیکن اب تعلیم کے فروغ کے لیے بہتر منصوبہ بندی کی جارہی ہے۔ 19-2018ء کے اعداد و شمار کے مطابق دس سال یا اس سے زائد آبادی میں شرح خواندگی قریباً 62.3 فیصد ہے، جو چند دیگر ترقی پذیر ممالک کے مقابلے میں اب بھی کم ہے۔ معاشی ترقی میں افزائش کے لیے ضروری ہے کہ شرح خواندگی زیادہ ہو۔

پاکستان کا تعلیمی ڈھانچہ

(Educational Structure of Pakistan)

پاکستان کے تعلیمی ڈھانچے کو درج ذیل مراحل میں تقسیم کیا جاتا ہے:

1- پریپ اور پرائمری تعلیم (Prep and Primary Education)

اول جماعت سے پہلے کی تعلیم پریپ یا کچی جماعت کی تعلیم کہلاتی ہے۔اس میں عموماً 3 سے 4 سال کے بچے شامل ہوتے ہیں۔ جماعت اوّل سے پنجم تک پرائمری تعلیم ہوتی ہے جو پرائمری اور مسجد مکتب سکولوں میں بچوں کو دی جاتی ہے۔وفاقی اور صوبائی حکومتیں کوشش کررہی ہیں کہ ہر گاؤں کی سطح پر بھی پرائمری سکول قائم کیے جائیں تاکہ تمام لوگوں کو یکساں تعلیم کی سہولت میسر آئے۔

2-مڈل،ثانوی واعلیٰ ثانوی تعلیم

(Middle, Secondary and Higher Secondary Education)

پاکستان میں مڈل کی تعلیم کا سلسلہ چھٹی سے آٹھویں جماعت اور ثانوی حصہ نویں سے دسویں جماعتوں تک چلتا ہے جبکہ اعلیٰ ثانوی گیارھویں اور بارھویں جماعتوں پر مشتمل ہے۔اعلیٰ ثانوی تعلیم کا کورس دوسال کا ہے جس میں آرٹس،سائنس اور کامرس وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ پانچویں اور آٹھویں جماعتوں کے امتحانات محکمہ ایجوکیشن کی زیرنگرانی منعقد ہوتے ہیں جبکہ نویں سے بارھویں جماعتوں کے امتحانات بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن منعقد کرواتا ہے۔

3-یونیورسٹی کی تعلیم (University Education)

اعلیٰ ثانوی تعلیم کے بعد یونیورسٹی کی تعلیم شروع ہوتی ہے جس کے لیے ملک میں کئی یونیورسٹیاں قائم ہیں۔یونیورسٹی کی تعلیم کی کئی اقسام ہیں۔ یہ تعلیم بی۔اے، بی۔ایس سی ، ایم۔اے، ایم ۔ایس سی، ایم فل اور پی ایچ ڈی وغیرہ پر مشتمل ہے۔ یونیورسٹیوں کے علاوہ بہت سارے کالجوں میں بھی اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہے۔پیشہ ورانہ تعلیم کے لیے طلبہ کو متعلقہ پیشہ ورانہ کالجوں میں داخلہ لیناپڑتا ہے۔اس طرح کامرس،زراعت اور دیگر فنی علوم کی تعلیم کے حصول کے لیے کالج اور یونیورسٹیاں بھی قائم ہیں۔

پاکستان کے تعلیمی مسائل

(Educational Problems of Pakistan)

پاکستان کے اہم تعلیمی مسائل درج ذیل ہیں:

- پاکستان افراطِ آبادی کے مسئلے سے دوچار ہے، جس کی وجہ سے تعلیمی اداروں کی کمی ہوتی جارہی ہے اور طلبہ کو تعلیم حاصل کرنے کے مناسب مواقع نہیں مل رہے۔ پاکستان میں طلبہ کی اکثریت غریب اور متوسط گھرانوں سے تعلق رکھتی ہے۔ غریب والدین معاشی بدحالی کی بنا پر اپنے بچوں کو سکول بھیجنے سے قاصر ہیں جس سے تعلیمی شرح میں خاطر خواہ اضافہ نہیں ہورہا۔
- صحت مندانہ غیر نصابی سرگرمیوں، کھیلوں، مباحثوں، مشاعروں، تقریروں، مذاکروں اور مطالعاتی دوروں سے طلبہ کی اخلاقی تربیت اور ان کی شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے۔ ہمارے تعلیمی اداروں میں ان سرگرمیوں کی سہولتیں محدود ہیں۔
- ہمارے ہاں والدین کی اکثریت اپنی اولاد کو ڈاکٹر یا انجینئر بنانا چاہتی ہے۔ ان کے رجحان کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ طلبہ کو مجبوراً سائنسی مضامین پڑھنے پڑتے ہیں جس سے ان پر نفسیاتی دباؤ پڑتا ہے۔
- پاکستان میں تعلیم کے شعبے کے لیے مختص بجٹ بھی بہت کم ہے۔ ہمارا شعبہ تعلیم اساتذہ کی کمی کا بھی شکار ہے۔
- ہمارے امتحانی نظام میں کچھ نقائص موجود ہیں۔ جن میں طلبہ میں رٹہ لگانے اور نقل کرنے کا رجحان، سوالیہ پرچوں کا امتحان سے قبل آؤٹ ہوجانا، امتحانی عملے کا رویہ، وقت کی کمی اور پرچوں کو جانچنے کا طریقہ وغیرہ شامل ہیں۔ طلبہ کی ذہنی استعداد اور کارکردگی کو بڑھانے کے لیے نظام امتحانات شفاف اور موثر ہونا چاہیے۔
- پاکستان میں تعلیمی اداروں میں سیاسی مداخلت سے بھی ہمارا ملک تعلیمی مسائل کا شکار ہے۔ طلبہ براہ راست سیاست میں ملوث ہوجاتے ہیں، جس سے ان کا تعلیمی مستقبل متاثر ہوتا ہے۔
- پاکستان میں سرکاری اور نجی تعلیمی اداروں میں الگ الگ نصاب پڑھائے جاتے ہیں۔ اس سے بھی تعلیمی مسائل جنم لے رہے ہیں۔ یکساں نظام تعلیم نہ ہونے سے پاکستان میں یکجہتی اور سالمیت کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔
- پاکستان میں اکثر تعلیمی اداروں میں بنیادی سہولتوں کی کمی مثلاً صاف پانی، بجلی کا مسئلہ، سینٹری کا ناقص نظام، ہاسٹلز اور ٹرانسپورٹ کی کمی جیسے مسائل موجود ہیں۔ ان مسائل کی وجہ سے بہت سے طلبہ تعلیم حاصل کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں۔

تعلیمی مسائل کے حل کے حوالے سے تجاویز

تعلیمی مسائل کے حل کے لیے چند اہم تجاویز درج ذیل ہیں:

- بڑھتی ہوئی آبادی کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے نئے تعلیمی ادارے قائم کیے جائیں۔ تعلیم کے لیے مختص بجٹ میں اضافہ کیا جائے۔
- سارے ملک میں یکساں نظام تعلیم رائج کیا جائے۔
- امتحانی نظام کو درست کیا جائے۔ نقل اور دوسرے ناجائز ذرائع کا خاتمہ کیا جائے۔
- طلبہ کو سیاسی سرگرمیوں سے دور رہنا چاہیے۔ وہ صرف اپنی تعلیم پر توجہ دیں۔
- اساتذہ کرام کی حوصلہ افزائی کی جائے۔
- تمام سرکاری سکولوں میں کھیل کے میدان، پینے کے صاف پانی اور دیگر سہولتوں کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے۔
- نصاب میں فنی اور ٹیکنیکل مضامین شامل کیے جائیں۔ مدرسہ سکولوں میں سائنس و دیگر رائج علوم بھی پڑھائے جائیں۔
- تعلیمی اداروں میں صحت مندانہ غیر نصابی سرگرمیوں اور سماجی مشاغل کی سہولتیں فراہم کی جائیں۔
- طلبہ کے رجحان کے مطابق مضامین پڑھائے جائیں۔
- طلبہ کا اضطراب ختم کرنے کے لیے تعلیمی شعبے میں اصلاحات کی جائیں۔

حکومتی اقدامات

تعلیمی ترقی کو تیز کرنے کے لیے حکومتی اقدامات درج ذیل ہیں:

- پریپ سے ثانوی (میٹرک) جماعتوں تک مفت تعلیم اور مفت درسی کتب کی فراہمی۔
- طلبا و طالبات کو ابتدائی تعلیم کے لیے وظائف فراہم کرنا۔
- مستقبل کی ضروریات اور سائنسی بنیادوں کے پیش نظر نصاب کی تشکیل نو کرنا۔
- ٹیکنیکل، ووکیشنل اور سائنسی تعلیم کے فروغ کے لیے سرکاری اور نجی شعبے سے تعاون اور ان کی بھرپور حوصلہ افزائی کرنا۔

- سماجی اور معاشی ترقی کے لیے اعلیٰ تعلیم کے معیار میں بہتری لانا۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے سرکاری اور نجی سطح پر زیادہ سے زیادہ یونیورسٹیوں کا قیام عمل میں لانا۔
- قومی اور صوبائی سطحوں پر تعلیمی مسائل کے حل کے لیے ایجوکیشن فاؤنڈیشن کا قیام۔
- انفارمیشن ٹیکنالوجی کے میدان میں انقلابی کاوشیں کرنا۔

پاکستان میں صحت کی صورتِ حال

(Health Condition in Pakistan)

پاکستان میں صحت کا محکمہ صوبائی حکومت کے کنٹرول میں آتا ہے جس کا سربراہ وزیرِ صحت ہے۔ وزیرِ صحت صوبائی کابینہ کے ساتھ مل کر صوبہ بھر کے لیے پالیسیاں طے کرتا ہے۔ پاکستان میں گاؤں کی سطح پر لیڈی ہیلتھ وزیٹرز (LHV) فرائض سرانجام دیتی ہیں۔ پرائمری سطح پر بنیادی صحت کے یونٹس (Basic Health Units) اور دیہی صحت کے مراکز (Rural Health Centres) قائم ہیں۔ ثانوی سطح پر تحصیل ہیڈکوارٹر ہسپتال اور ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال آتے ہیں۔ ان کے علاوہ ٹیچنگ ہسپتال، مینٹل ہیلتھ انسٹیٹیوٹ، کارڈیالوجی انسٹیٹیوٹ اور چلڈرن ہسپتال وغیرہ بھی کام کر رہے ہیں۔

میڈیکل کالجوں اور مختلف طبی اداروں کا قیام

(Establishment of Medical Colleges and Various Medical Institutions)

اس وقت ملک میں کافی میڈیکل کالج اور میڈیکل یونیورسٹیاں قائم ہیں جو طبی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔ انسٹیٹیوٹ آف پبلک ہیلتھ اور یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسز لاہور میں قائم ہیں۔ پاکستان نرسنگ کونسل اور میڈیکل اور ڈینٹل کونسل اسلام آباد کا قیام عمل میں لایا گیا۔ دل کے امراض، برن یونٹ اور زچہ بچہ کی بہبود کے ہسپتال بھی پاکستان کے بڑے بڑے شہروں میں قائم کیے گئے ہیں جو مریضوں کو بروقت طبی سہولیات فراہم کر کے ان کی زندگیاں بچانے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔

بیماریوں کی روک تھام (Eradication of Diseases)

پولیو، چیچک، ملیریا، تپ دق، ہیضہ، کینسر، جذام، ایڈز اور ڈینگی جیسی موذی امراض کے خاتمے کے لیے پاکستان میں، اقوام متحدہ اور مختلف ممالک کے تعاون سے کام ہو رہا ہے۔ پولیو کے خاتمہ کے لیے 1985ء میں مہم شروع کی گئی جو اب تک چل رہی ہے۔

پاکستان اکنامک سروے 19-2018ء کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں طبی سہولتوں کا ایک جائزہ ذیل میں پیش کیا گیا ہے:

پاکستان میں کل گورنمنٹ ہسپتال	1279
بنیادی صحت کے یونٹ	5527
دیہی صحت کے مراکز	686
ڈسپنسریاں	5671
رجسٹرڈ ڈاکٹرز کی تعداد	220829
رجسٹرڈ ڈینٹیسٹ کی تعداد	22595
رجسٹرڈ نرسز کی تعداد	108474
ہسپتال کا ایک بیڈ	1608 افراد کے حصے میں آتا ہے۔
صرف ایک ڈاکٹر	963 افراد کے لیے موجود ہے۔
صرف ایک ڈینٹیسٹ	9413 افراد کے لیے موجود ہے۔

Source: Pakistan Economic Survey

صحت کے مسائل
(Health Problems)

1- امراض کی کثرت کے مقابلے میں علاج معالجہ کی سہولیات محدود اور غیر معیاری ہیں۔

2- پاکستان میں طبی مسائل کی ایک اور اہم وجہ افراطِ آبادی ہے جو ترقی یافتہ ممالک کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے۔اس افراطِ آبادی نے پاکستان کے طبی ڈھانچے کو بالکل مفلوج کر کے رکھ دیا ہے اور ملک بے شمار طبی مسائل کا شکار ہے۔

3- پاکستان میں مختلف موذی و متعدی امراض کی وجہ سے ہر سال ہزاروں انسان لقمۂ اجل بن جاتے ہیں۔ملیریا،ہیضہ،تپ دق کے علاوہ کینسر،ہائی بلڈ پریشر اور عارضہ قلب وغیرہ عام ہو رہے ہیں۔

4- غیر متوازن غذا،صحت کی خرابی اور قوتِ مدافعت کی کمی پیدا کر رہی ہے۔

5- پاکستان میں بیماریوں کی ایک اہم وجہ مختلف اشیائے خوراک میں ملاوٹ ہے،جس کی وجہ سے لوگوں کا معیارِ صحت گر رہا ہے۔

6- ناخواندگی کی وجہ سے لوگوں میں حفظانِ صحت کے اصولوں سے واقفیت کی کمی ہے۔جگہ جگہ گندگی اور غلاظت کے ڈھیر لگے رہتے ہیں۔مکانات ہوادار اور روشن نہیں ہیں۔

صحت کے مسائل کا حل
(Solutions of Health Problems)

1- حکومت کو چاہیے کہ وہ شعبہ صحت کے لیے زیادہ بجٹ مختص کرے۔

2- ہسپتالوں میں طبی سہولیات فراہم کی جائیں،ڈاکٹر اور دیگر سٹاف کی کمی کو دور کیا جائے۔افراطِ آبادی پر قابو پایا جائے۔

3- لوگوں کو حفظانِ صحت کے اصولوں اور متوازن غذا کی اہمیت سے آگاہی دلائی جائے۔شرح آبادی کو قابو میں رکھنے کے لیے بھی مؤثر اقدامات کیے جائیں۔اشیائے خورد و نوش میں ملاوٹ کو ختم کرنے کے اقدامات کیے جائیں۔

4- غیر تربیت یافتہ عطائی ڈاکٹروں کی حوصلہ شکنی کی جائے اور عوام میں ان کے خلاف شعور بیدار کیا جائے۔

پاکستانی معاشرے اور ثقافت کی نمایاں خصوصیات

(Major Features of Pakistani Society and Culture)

ثقافت کا مفہوم *(Meaning of Culture)*

کسی قوم کی شناخت اُس کی ثقافت سے کی جاتی ہے۔ کسی قوم کے افراد جب مدتوں سے ایک سرزمین پر مل جل کر رہ رہے ہوں تو اُن کے ہاں مشترکہ قدریں، رسم ورواج، اندازِ زندگی، عائلی قوانین، تفریحات، کھیل، فنون اور مجلسی زندگی کے اصول دیکھے جاسکتے ہیں۔ یہی خصوصیات اُس قوم کو دوسری اقوام سے مختلف اور ممتاز بناتی ہیں۔

ایڈورڈ ٹائلر نے ثقافت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

''ثقافت کا تعلق ہر قسم کے علوم وفنون، عقائد وقوانین اور رسم ورواج سے ہوتا ہے۔ یہ انسانوں کے افکار واعمال سے بھی متعلق ہوتی ہے''۔ ثقافت ایک کُل ہوتی ہے اور کسی علاقے میں رہنے والے انسانوں کے ارادی وغیر ارادی افعال کی بدولت پروان چڑھتی ہے۔ اس طرح اُن لوگوں کے عقائد، رسم ورواج، علوم وفنون، قوانین اور معاشرتی رویے اس میں شامل ہوتے جاتے ہیں۔

پاکستانی معاشرے اور ثقافت کی نمایاں خصوصیات درج ذیل ہیں:

1- معاشرتی قدریں *(Social Values)*

پاکستان کے تمام علاقوں اور صوبوں میں اعلیٰ اور منفرد معاشرتی قدریں پائی جاتی ہیں۔ بزرگوں کا احترام، چھوٹوں سے محبت اور خواتین کو احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ لوگ ایک دوسرے کے دکھوں اور خوشیوں میں شریک ہوتے ہیں۔ دیہی علاقوں میں بزرگوں پر مشتمل پنچائتیں بہت سے تنازعات کو مقامی سطح پر حل کر لیتی ہیں۔

2- غذائیں *(Diets)*

پاکستان کے مختلف علاقوں میں مختلف غذائیں پسند کی جاتی ہیں۔ پنجاب اور سندھ میں سبزیاں، دالیں، گوشت اور چاول بہت مرغوب ہیں۔ خیبر پختونخوا اور بلوچستان میں گوشت، خشک وتازہ پھل، گندم، جو اور چاول کھانے میں استعمال ہوتے ہیں۔ پنجاب میں دودھ اور لسّی جبکہ خیبر پختونخوا اور بلوچستان میں قہوہ پسند کیا جاتا ہے۔ سجّی اور کڑاہی گوشت نصف صدی پہلے خیبر پختونخوا اور شمالی پنجاب تک محدود خوراک تھی۔ اب پشاور سے کراچی اور کوئٹہ تک برابر پسند کی جاتی ہے۔ پاکستانی لوگوں کی مرغوب غذا گوشت ہے۔

3- مذہبی ہم آہنگی (Religious Harmony)

برصغیر میں بزرگانِ دین نے اسلام پھیلایا تو بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔موجودہ پاکستان میں مذہبی ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔علاقائی،صوبائی،لسانی،نسلی اور دیگر بنیادیں بھی ہیں لیکن پاکستانیوں کی اہم ترین پہچان دینِ اسلام ہے۔وہ ذات پات،رنگ ونسل اور علاقے کے امتیازات کو نسبتاً بہت کم اہمیت دیتے ہیں۔پاکستان کا دستور اقلیتوں کو مکمل تحفظ دیتا ہے۔پاکستان میں مذہبی ہم آہنگی کے ساتھ ساتھ مذہبی رواداری بھی موجود ہے۔

4- مخلوط ثقافت (Mixed Culture)

ماضی میں پاکستانی علاقوں میں آکر بسنے والے لوگوں کا تعلق دُنیا کے مختلف علاقوں سے تھا۔جو گروہ بھی آیا اپنے ہمراہ اپنی روایات،رسوم،تہوار،لباس،خوراک اور زندگی گزارنے کے انداز لے کر آیا۔ان گروہوں نے ایک دوسرے پر اثر ڈالا اور ایک ملی جلی ثقافت ابھرتی گئی۔

5- لباس (Dress)

پاکستان کے لباس موسمی اور مذہبی ضرورتوں کے پیش نظر تیار کیے جاتے ہیں۔پنجاب کے دیہی علاقوں میں مرد دھوتی،کرتا،شلوار،قمیص اور پگڑی استعمال کرتے ہیں۔عورتیں دوپٹہ،شلوار اور کرتا پسند کرتی ہیں۔شہری علاقوں میں شلوار قمیص،پینٹ کوٹ،شیروانی اور واسکٹ کا رواج ہے۔صوبہ خیبر پختونخوا،صوبہ بلوچستان اور صوبہ سندھ میں بڑے گھیرے والی شلوار پہنی جاتی ہے۔عورتیں،کڑھائی والا لباس پہننا زیادہ پسند کرتی ہیں۔شادی کے موقع پر دلہن کا لباس بڑا ہی خوبصورت تیار کروایا جاتا ہے۔

6- میلے اور عرس (Fairs and Urses)

پاکستان بھر میں بے شمار میلے اور عرس ہر سال منعقد کیے جاتے ہیں۔یہ میلے اور عرس ہماری ثقافت کی عکاسی کرتے ہیں۔
حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ،حضرت فرید الدین گنج شکرؒ،حضرت شاہ رکن عالم ملتانیؒ،حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ،

حضرت مادھولال حسینؒ (میلا چراغاں)، حضرت سیدن شاہؒ، حضرت سچل سرمستؒ سندھ، حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ سندھ کے عرس اور سبی کا سالانہ میلا قابل ذکر ہیں۔

7- کھیل (Sports)

پاکستان کی کرکٹ، ہاکی، سکوائش کی ٹیمیں دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ ان کھیلوں کے ٹورنامنٹ ضلعی، ڈویژنل، صوبائی اور ملکی سطح پر منعقد کرائے جاتے ہیں۔ گلگت اور شمالی علاقوں میں پولو کا کھیل بے حد مقبول ہے۔

8- مذہبی تہوار (Religious Festivals)

پاکستان کی اکثریتی آبادی مسلمان ہے اور وہ اپنے مختلف مذہبی اور معاشرتی تہوار مثلاً عیدالفطر، عیدالاضحیٰ، عید میلادالنبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، شبِ معراج اور شبِ برأت وغیرہ بڑے جوش وخروش سے مناتے ہیں۔ یہ تہوار ہماری صدیوں کی ثقافت کا اہم حصہ ہیں۔اس کے علاوہ یومِ عاشور بھی مذہبی عقیدت واحترام سے منایا جاتا ہے۔ نیز پاکستان میں غیر مسلموں کو بھی اپنے تہوار منانے کی مکمل آزادی ہے۔

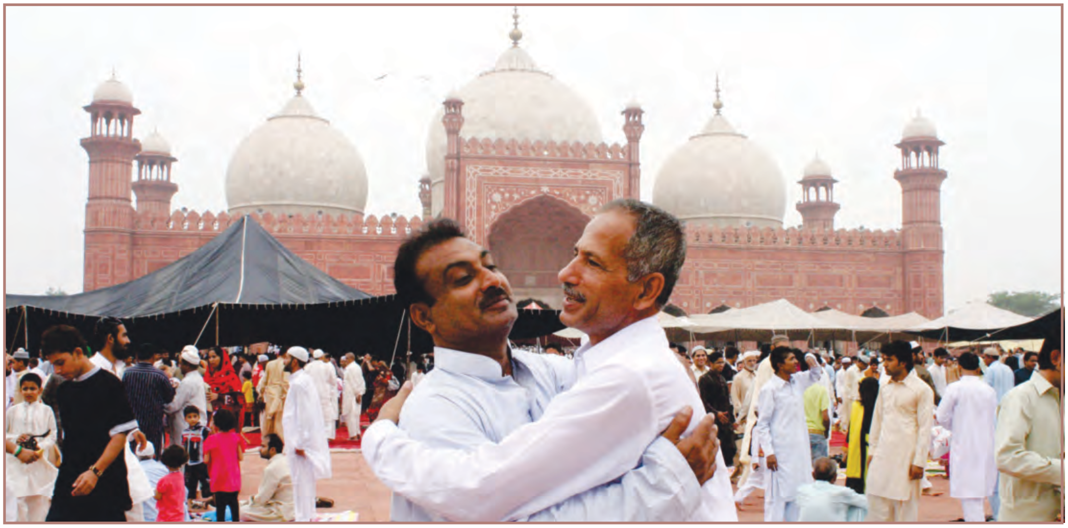

9- رسوم ورواج (Customs and Traditions)

پاکستان میں عوام مختلف موقعوں پر مخصوص رسم ورواج کے مطابق عمل کرتے ہیں۔مثال کے طور پر مسلمان بچے کی پیدائش کے فوراً بعد اس کے کان میں اذان دی جاتی ہے تاکہ اُسے معلوم ہو کہ وہ بفضل تعالیٰ مسلمان خاندان میں پیدا ہوا ہے۔کسی مسلمان کے فوت ہو جانے پر رشتہ دار، عزیز واقارب اور تعلق دار متوفی کے گھر جمع ہوتے ہیں۔نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد اُسے دفن کیا جاتا ہے۔ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کی جاتی ہے۔ ہمارے ملک میں تمام اقلیتوں کو یہ حقوق حاصل ہیں کہ وہ اپنی مذہبی روایات کے مطابق شادی، بیاہ اور اموات وغیرہ کی رسمیں ادا کریں۔

10- مختلف فنون (Different Arts)

کراچی میں مزارِ قائداعظمؒ، لاہور میں بادشاہی مسجد، شاہی قلعہ اور واپڈا ہاؤس، اسلام آباد میں فیصل مسجد، پشاور میں مسجد مہابت خاں اور قلعہ بالا حصار، زیارت میں قائداعظم ریذیڈنسی بلڈنگ اور قلات میں قلات کا قلعہ وغیرہ اہم عمارتیں ہیں جو

سیاحوں کے لیے کشش کا باعث ہیں۔ پاکستان میں دست کاریوں کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ مرد و خواتین دست کاری کا کام کرتے ہیں، جن کی بنائی ہوئی چیزیں دوسرے ممالک میں بہت پسند کی جاتی ہیں۔ پاکستان میں مصوری کا فن بڑا منفرد اور ملک کی شناخت سمجھا جاتا ہے۔ خطاطی کے فن میں بھی پاکستان کے نامور خطاطوں نے بے مثال شاہکار تخلیق کیے ہیں۔ مغل اور جدید زمانوں کے مصوری اور خطاطی کے فن پارے لاہور کے عجائب گھر اور شاہی قلعے میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

علاقائی ثقافتی مماثلتیں: ذریعۂ یکجہتی اور یگانگت

(Commonality in Regional Cultures leading to National Integration and Cohesion)

اسلامی اقدار کے اثرات

پاکستان کی علاقائی ثقافتوں پر جنوبی ایشیا میں پروان چڑھنے والی اسلامی اقدار کے اثرات ہیں۔ مسلمانوں نے جنوبی ایشیا میں آ کر یہاں کے لوگوں کو ایک نیا طرزِ زندگی دیا، جس میں مساوات، بھائی چارے، اخوت، معاشرتی انصاف اور سچائی جیسی اقدار کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ان نئی اقدار نے ذات پات کے نظام میں جکڑے ہوئے مقامی باشندوں کو بہت متاثر کیا اور تھوڑے ہی عرصے میں اسلام جنوبی ایشیا کے کونے کونے میں پھیل گیا۔ آج یہی علاقائی ثقافتی مماثلتیں ذریعہ یکجہتی اور یگانگت ہیں۔

صوبائی ثقافتیں

پاکستان کے چاروں صوبوں کی اپنی اپنی صوبائی ثقافتیں ہیں۔ یہاں کے باشندوں کے رسم و رواج اور طرزِ بود و باش میں کسی حد تک تہذیبی فرق تو موجود ہے لیکن علاقے اور زبان کے فرق کے باوجود لوگوں میں وقت کے ساتھ ساتھ ثقافتی مماثلتیں پروان چڑھ رہی ہیں۔ مختلف علاقوں میں قیام پذیر ہونے کے باوجود لوگ ایک دوسرے سے قربت کا احساس رکھتے ہیں اور آپس میں جڑے ہونے کا شعور رکھتے ہیں جس سے یکجہتی اور یگانگت پیدا ہوتی ہے اور قومی تشخص مستحکم ہوتا ہے جسے بجا طور پر حوصلہ افزا قرار دیا جاسکتا ہے۔

مسلمان حکمرانوں کا دور

برصغیر پاک و ہند میں مسلمان حکمرانوں کے دور میں علم و ادب، موسیقی، مصوری، تعمیرات، خطاطی اور لسانیات نے خوب ترقی کی۔ ان شعبوں میں مسلمان فنکاروں کے کارہائے نمایاں ہمارا ثقافتی ورثہ ہیں اور ان کے حوالے سے ہمیں پہچانا جاتا ہے۔ پاکستان کے رہنے والوں کی علاقائی نسبت (پنجابی، سندھی، پٹھان، بلوچ) مختلف ہونے کے باوجود ان کے درمیان برادرانہ احساسات پائے جاتے ہیں اور مماثل ایمان کے رشتے سے وحدت کا ماحول قائم رہتا ہے۔

تعلیمی نظام

ہمارا تعلیمی نظام اور پڑھائے جانے والے مضامین اور موضوعات بھی ثقافتی مماثلتوں پر توجہ مرکوز کرنے کا باعث ہیں۔ اس سے مشترکہ ثقافتی قدروں کو فروغ ملتا ہے۔ ثقافت کے تسلسل کے لیے بچوں کے اذہان کی قومی خطوط پر تربیت کی جاتی ہے اور مماثل، مشترک ثقافتی اقدار ذہن نشین کروائی جاتی ہیں۔

علاقائی صوفیانہ شاعری اور ادب

ہماری علاقائی صوفیانہ شاعری اور ادب بھی ہمارے مماثل ثقافتی ورثہ کا ذریعہ اظہار ہیں، جو تمام علاقوں کے ادب میں یکساں طور پر موجود ہیں۔ تصوف، انسانیت، صلح و انصاف، محبت اور باہمی تعاون کا درس قومی اور صوبائی زبانوں کے ادیبوں اور شاعروں کی تحریروں میں ملتا ہے۔ ان شاعروں میں پنجاب سے حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ، بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور وارث شاہ رحمۃ اللہ علیہ، سندھ سے شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سچل سرمست رحمۃ اللہ علیہ، خیبر پختونخوا سے رحمان بابا رحمۃ اللہ علیہ اور بلوچستان سے گل خان نصیر رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔ ان سب بزرگوں نے محبت، الفت اور اُخوت کا یکساں سبق دیا ہے۔

مقامی ذرائع ابلاغ

ہمارے ذرائع ابلاغ بھی مماثل اور متنوع ثقافتی عناصر کے اظہار کا ذریعہ ہیں۔ اس سے ثقافتی مماثلتوں کا ورثہ پھلتا پھولتا ہے اور قومی یکجہتی، یگانگت اور ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے۔

اردو زبان بطور ذریعۂ یگانگت

پاکستانی قوم میں یگانگت پیدا کرنے میں اردو زبان کا بہت کردار ہے۔ اس زبان کا تعلق پاکستان کے کسی مخصوص خطے یا نسلی گروہ کے ساتھ نہیں ہے بلکہ پاکستان کے طول و عرض میں وسعت کے ساتھ سمجھی اور بولی جاتی ہے۔ یہ پاکستان کی قومی اور رابطہ

کی زبان ہے۔ پاکستان کے تمام لوگ اس زبان کے ساتھ خصوصی تعلق اور اُنسیت رکھتے ہیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد اُردو کو قومی زبان کی حیثیت دی گئی۔ اردو زبان کی ترقی اور ترویج کے لیے اسے ذریعہ تعلیم بھی بنایا گیا ہے۔ وفاقی اُردو یونیورسٹی کا قیام اردو کے فروغ میں خصوصی مقام رکھتا ہے۔ اگرچہ اُردو زبان بہت ترقی کر چکی ہے تاہم اسے مزید ترقی دینے کی ضرورت ہے تاکہ یہ تعلیمی، درسی اور سرکاری زبان کے طور پر مؤثر کردار ادا کر سکے۔

پاکستان کے اہم معاشرتی مسائل

(Major Social Problems of Pakistan)

پاکستان کے چند اہم معاشرتی مسائل درج ذیل ہیں:

1- افراطِ آبادی

پاکستان کی تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کے فی کس آمدنی پر منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ اس سے بچت کے مواقع کم ہو رہے ہیں اور معیارِ زندگی بھی گر رہا ہے۔

2- صحت وصفائی کی ابتر صورت حال

پاکستان میں صحت وصفائی کی ابتر صورت حال کی وجہ سے مختلف بیماریوں سے ہر سال کئی قیمتی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ سائنسی ترقی کے باوجود لوگ صحت کے اصولوں سے ناواقف ہیں۔

3- ناخواندگی اور جہالت

ناخواندگی اور جہالت بھی پاکستان کا ایک اہم معاشرتی مسئلہ ہے۔ ناخواندگی سے افراد میں اچھے اور برے میں تمیز کرنے کی صلاحیت کم ہو جاتی ہے اور وہ اقتصادی ترقی میں کوئی اہم کردار ادا نہیں کر سکتے۔

4- کمزور معیشت

پاکستان کی کمزور معیشت کے باعث لوگوں کا بے روزگار رہنا بھی ایک معاشرتی مسئلہ ہے، جس سے ملک میں انتشار میں اضافہ کا باعث ہوتا ہے۔

5- غربت وافلاس

پاکستان میں روزگار کے مناسب مواقع نہ ہونے کی وجہ سے غربت وافلاس ہے۔اسی لیے لوگوں کا معیار زندگی پست ہے۔غربت کے خاتمے کے لیے ضروری ہے کہ نئی ملازمتیں پیدا کی جائیں اور وسائل بہتر کیے جائیں۔

6- دولت کی غیر مساویانہ تقسیم

پاکستان میں دولت کی غیر مساویانہ تقسیم سے امیر، امیر تر اور غریب، غریب تر ہو رہا ہے، جس سے کئی مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔

قومی اور علاقائی زبانیں

(National and Regional Languages)

اُردو *(Urdu)*

اردو پاکستان کی قومی زبان ہونے کے ساتھ ساتھ قومی تشخص کی علامت اور رابطے کی زبان کی حیثیت بھی رکھتی ہے۔ جنوبی ایشیا میں مسلمانوں کے عہد حکومت میں لشکروں میں مختلف علاقوں کے لوگ بھرتی کیے جاتے تھے۔ان میں پنجابی، سندھی، پٹھان، بنگالی، بلوچ، عربی، ایرانی، ترکی اور ہندوستانی وغیرہ شامل تھے۔لشکر میں موجود یہ لوگ مختلف زبانیں بولتے تھے، اس لیے ان کے میل جول سے ایک نئی زبان اُردو وجود میں آئی۔اردو ترکی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ''لشکر'' کے ہیں۔

اُردو کا ارتقا

- شروع میں اسے ہندوی، ہندی اور ہندوستانی کہا جاتا تھا۔بعد میں یہ ریختہ کہلائی۔اس طرح اردو نے مختلف ادوار میں اپنے کئی نام تبدیل کیے۔
- مختلف مراحل میں ناموں کی طرح اس کا ادبی آہنگ بھی بدلتا رہا مثلاً امیر خسرو ہندی کے قدیم شاعر گردانے جاتے ہیں۔
- ریختہ کے دور میں مصحفی وغیرہ اور اردوئے معلیٰ کے دور میں مرزا غالبؔ اور ذوقؔ وغیرہ مشہور شاعر ہیں۔
- جب مغل بادشاہ شاہ جہاں نے آگرہ کے بجائے دہلی کو اپنا دارالخلافہ بنایا تو لشکری زبان بولنے والے اور دہلی کی زبان بولنے والے ایک ہی بازار میں رہتے تھے۔بادشاہ نے اس بازار کو ''اردوئے معلیٰ'' کے نام سے پکارنا تجویز کیا۔لہٰذا وہاں بولی جانے والی زبان کو اسی نسبت سے ''اردوئے معلیٰ یا دہلوی زبان'' کہا جانے لگا۔

- جب یہ زبان دکن اور گجرات پہنچی تو اسے دکنی اور گجراتی بھی کہا گیا۔اس کی مقبولیت کو دیکھ کر امرا نے اس کی ترقی کے لیے خصوصی کوششیں کیں۔اس طرح یہ بول چال کی سطح سے بلند ہو کر بہت جلد ادبی درجہ تک پہنچ گئی۔

اردو شاعری کا آغاز

- جدید تحقیق کے مطابق سلطان محمد قلی قطب شاہ، والئی گولکنڈہ اُردو کے پہلے صاحبِ دیوان شاعر تھے۔
- دکن ہی کے ولی دکنی کا شمار بھی اردو کے ابتدائی غزل گو شعرا میں ہوتا ہے۔
- جن شعرا نے اردو ادب کا دامن وسیع تر کیا، ان میں مرزا محمد رفیع سودا، میر تقی میر اور خواجہ میر درد شامل ہیں۔
- دہلی اور دکن کے علاوہ اردو کی مقبولیت ریاست اودھ اور لکھنو میں بھی ہونے لگی۔اسی سرزمین پر غزل کے ساتھ ساتھ مرثیہ گوئی کے فن کا بھی فروغ ہوا اور انیؔس و دبیؔر جیسے بلند پایہ شعرا اردو کو نصیب ہوئے۔
- انیسویں صدی کے ابتدائی عشروں میں نظم کو خوب ترقی ملی۔اسی دور میں ذوق، بہادر شاہ ظفر اور مرزا غالب جیسے عظیم المرتبت شاعر پیدا ہوئے۔مرزا غالب کی غزل کے ساتھ ساتھ ان کی نثر بھی اردو ادب کا قیمتی سرمایہ ہے۔
- اسی زمانے میں مولانا حالی نے مسدس لکھی اور مسلمان قوم کو جھنجھوڑ کر اپنے عظیم ورثے کا احساس دلایا۔
- شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ کے فلسفے اور شاعری کا سورج اس کے بعد طلوع ہوتا ہے، انھوں نے اپنی شاعری کے ذریعے پورے جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کو یہ بات باور کروانے کی کوشش کی کہ مسلمان عظیم ثقافتی، تمدنی اور نظریاتی ورثے کے حامل ہیں۔علامہ محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ نے اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شاعری کی۔ان کی شاعری عوام میں اتنی مقبول تھی کہ بعض لوگوں کو ان کی طویل نظمیں بھی یاد ہوتی تھیں۔علامہ محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ کے بعد جدید ادب کے زیرِ اثر اردو ادب میں ترقی پسند تحریک اور حلقہ اربابِ ذوق کے دور کا آغاز ہوا۔

اُردو کی ترقی میں نثر نگاروں کا کردار

- 1857ء کی جنگِ آزادی کے بعد جنوبی ایشیا میں سیاسی و معاشرتی حالات میں نمایاں تبدیلی آئی ،جس کے باعث تخلیقی اردو ادب نے ایک نیا رخ اختیار کیا۔
- سرسید احمد خاں کی تحریک علی گڑھ کی وجہ سے مسلمانوں کی معاشرتی ترقی کے ساتھ ساتھ اردو ادب میں نثر نے نمایاں ترقی حاصل کی۔

- سرسیداوران کے رفقانے اردونظم اورنثر پر نئے تجربات کیےاوراردوکونئی جہتوں سے روشناس کرایا۔اس دور میں قومی احساس وردد بحثیت مجموعی پیدا ہوا۔انھی ایام میں مولانا شبلی نعمانی نے اسلامی تاریخ کوایک نئے انداز میں پیش کیا۔
- تحریکِ آزادی کے دوران اور قیام پاکستان کے بعد اردوادب کی ترقی میں ایک آزاداوراعتماد کی فضا قائم ہوئی، جس میں مختلف ادیبوں نے اپنے اپنے اصنافِ سخن میں نمایاں کام کیے۔ان میں تحقیق وتنقید، اردوشاعری، اردوناول نگاری، ڈراما نگاری اورافسانہ نویسی وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

علاقائی زبانیں

(Regional Languages)

پاکستان کی چندمشہورعلاقائی زبانوں کے آغاز اورارتقا کا جائزہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

1- پنجابی *(Punjabi)*

پنجابی زبان صوبہ پنجاب کی بہت قدیم زبان ہے،اس لیے اس زبان کا ربط قدیم دراوڑی یا ہڑپائی زبان سے ملتا ہے۔ تاریخی وجغرافیائی تبدیلیوں کے باعث اس کے چھے بڑے لہجے یا بولیاں ہیں۔ان کومختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے۔شاہ پوری، ماجھی، چھاچھی، سرائیکی، دھنی اور پوٹھوہاری وغیرہ۔سب سے معیاری لہجہ ماجھی سمجھا جاتا ہے جو لاہوراوراس کے آس پاس کے علاقے میں رائج ہے۔

پنجابی زبان کے علم وادب کی نشان دہی محمودغزنوی کی آمد کے زمانے سے ہوتی ہے۔اس دور کی شاعری کا موضوع تصوّف ، پیارومحبت اور حب الوطنی ہے۔اس سلسلہ میں حضرت بابا فرید گنج شکررحمتہ اللہ علیہ کا نام آتا ہے۔اس کے بعد حضرت سلطان باہورحمتہ اللہ علیہ، بابا بلھے شاہ رحمتہ اللہ علیہ اورخواجہ غلام فریدرحمتہ اللہ علیہ وغیرہ کا دور آتا ہے۔تصوّف کے ساتھ ساتھ اپنے زمانے کے معاشرتی وسیاسی حالات کے رنگ واثرات ان پر غالب تھے۔اس کا اظہار خاص اورعام فہم مقامی علامتوں میں نظر آتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان کا کلام عوام میں بے حدمقبول ہے۔

پنجابی زبان کی شاعری میں داستان گوئی کوخاص مقام حاصل ہے۔جن شعرانے پنجابی کی لوک داستانوں کومنظوم کیا،ان

میں وارث شاہ کا قصہ ہیر رانجھا، ہاشم شاہ کا قصہ سسی پنوں، حافظ برخوردار کا قصہ مرزا صاحباں، فضل شاہ کا قصہ سوہنی مہینوال وغیرہ مشہور ہیں۔ان قصوں میں اعلیٰ درجے کی شاعری کے علاوہ اس وقت کی پنجاب کی تاریخ نیز معاشی ، مذہبی اور معاشرتی زندگی کی بھرپور جھلک بھی دکھائی دیتی ہے۔

مشہور پنجابی ناول نگاروں میں دبیر سنگھ، میرن سنگھ اور سیداں بخش منہاس کے ناول بہت مشہور ہیں۔ پنجابی ادب کی عالمی ادب میں نظیر نہیں ملتی کیونکہ یہ اپنے اظہار کے حوالے سے ایک بھرپور، مؤثر اور بے باک تصویر پیش کرتا ہے۔اس کی اصناف میں زندگی کی چھوٹی چھوٹی محسوسات کا اظہار کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ان میں وار، ڈھوٹ، ماہیا، دوھے، گھوڑی، سٹھنیاں، ٹپے، سی اور بولیاں وغیرہ شامل ہیں۔

بیسویں صدی کے بعد ناول نویسی، ڈراما نگاری، تذکرہ نویسی، تحقیق وتنقید اور دیگر اصنافِ نثر میں مختلف لوگوں نے گراں قدر کام کیا ہے۔اب ٹیلی وژن اور ریڈیو کی وجہ سے جدید ڈرامہ نویسی میں بھی بڑی ترقی ہو رہی ہے۔ پنجاب یونیورسٹی میں شعبہ پنجابی قائم ہے، جہاں ایم اے پنجابی اور پی۔ایچ۔ڈی بھی کروائی جا رہی ہے۔

2- سندھی (Sindhi)

سندھی ایک قدیم ترین زبان ہے جو پاکستان کے صوبہ سندھ میں بولی جاتی ہے۔آریائی خاندان سے تعلق کے باعث یہ دریائے سندھ کی وادی اور اردگرد کے علاقوں میں بولی جاتی ہے۔اس زبان پر یونانی، ترکی، ایرانی، دراوڑی، سنسکرت، عربی، فارسی اور دیگر قدیم زبانوں کے اثرات نمایاں ہیں۔ یہ عربی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔انگریزوں کی آمد کے بعد انگریزی زبان کے الفاظ بھی سندھی میں شامل ہوئے جس کے باعث سندھی زبان کے ادب اور ذخیرۂ الفاظ میں وسعت آئی۔ یہ زبان اپنے قدیم ثقافتی ورثے کے سبب پاکستان کی دیگر علاقائی زبانوں کی نسبت زیادہ مضبوط ہے۔

سندھی زبان کے کئی لہجے ہیں۔سندھ کے زیریں اور راجستھانی علاقے میں کچی، کاٹھیاواڑی اور عقدی کی بولیاں رائج ہیں جبکہ باقی علاقوں میں مستعمل بولیوں کو کوہستانی، سرائیکی اور وچولی کہا جاتا ہے۔اس کا معیاری لہجہ (ساہتی) علمی، ادبی اور صحافتی

نگارشات میں اوّلیت کا درجہ رکھتا ہے۔

پوری مسلم دنیا کی مقامی زبانوں میں سندھی ہی واحد زبان ہے، جس میں قرآن پاک کا پہلا ترجمہ کیا گیا۔ سندھی زبان اس علاقے میں اسلام کے آنے سے پہلے بھی ترقی یافتہ تھی اور سندھی لکھنے پڑھنے کا رواج عام تھا۔ بعد میں مسلمانوں کے آنے کے بعد عربی کے ساتھ ساتھ اس کو بھی مکمل طور پر اہمیت حاصل رہی ہے۔

1050ء سے 1350ء تک کے دور میں ادبی و دینی تخلیقات میں خاص طور پر کام کیا گیا۔ یہ سندھی زبان کی ادبی تاریخ کا ابتدائی دور تسلیم کیا جاتا ہے جس میں حب الوطنی، عزم، خودداری اور روحانی عقائد کے موضوعات پر لکھا گیا۔ اس دور کی داستان، قصہ اور گنان قابلِ ذکر اصناف ہیں۔ گنان شاعری کا ایک منفرد انداز تھا۔ اس زمانے میں مختلف مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے صوفیائے کرام نے بھی سندھی میں شاعری کے ذریعے اسلام کی تعلیمات پھیلائیں۔

حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ اور حضرت سچل سرمستؒ جیسے صوفی شعرا اپنی بے مثال شاعری سے سندھی ادب کو مالا مال کر چکے تھے۔ اس دور کو سندھی ادب میں سنہری دور سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ نے عام زندگی اور غریب محنت کش طبقے کی عظمت کو اجاگر کیا۔ انھوں نے شاعری کے لیے تمثیلی انداز اختیار کیا جس کا بنیادی مواد وہ سندھ کی لوک کہانیوں سے لیتے تھے۔ اسی وجہ سے سندھ کے ہر کونے میں ان کی شاعری کی گونج سنائی دیتی ہے۔ ''شاہ جو رسالو'' ان کی شاعری کا لاجواب مجموعہ ہے۔

عظیم المرتبت شاعر سچل سرمستؒ نے سندھی، اردو، سرائیکی، پنجابی اور فارسی میں شاعری کی۔ وہ صوفی منش انسان تھے اور تصوف میں وحدت الوجودان کا خاص موضوع تھا۔

شاعری کے ساتھ ساتھ نثری ادب میں بھی اساتذہ، علما اور مبلغین کی اجتماعی کوششوں سے کثیر سرمایہ جمع ہوا۔ اس سلسلے میں ابوالحسن سندھی کی کوششیں نمایاں ہیں۔ انھوں نے سندھی کے لیے عربی رسم الخط کو بنیاد بنا کر ایک نیا رسم الخط تیار کیا۔

اس سلسلہ میں دوسرا نام مخدوم محمد ہاشم کا آتا ہے۔ وہ بہت بڑے عالم دین تھے۔ انھوں نے فارسی اور سندھی میں قریباً 150 کتابیں لکھیں، جن کا موضوع اسلامی عقائد کی تصحیح اور تشریح ہے۔ ان میں سے بعض کو آج بھی دینی مدارس اور مصر کی ''جامعتہ الازہر'' میں نصابی کتب کی حیثیت حاصل ہے۔ اسی زمانے میں اخوند عزیز اللہ نے قرآن پاک کا نثری ترجمہ کیا۔

انگریزوں کے دور میں سندھی زبان کو بہت ترقی حاصل ہوئی۔اس دور میں مرزا قلیچ بیگ کا نام بہت اہم ہے۔انھوں نے شاعری اور دوسرے موضوعات پر قریباً 400 کتابیں لکھیں۔انگریزوں کے دامِ تسلط میں برصغیر کی سیاسی اور سماجی زندگی میں بہت اہم تبدیلیاں آئیں اور لوگوں میں شعور پختہ ہوا۔

اسی دور میں سندھی صحافت کو فروغ حاصل ہوا۔قرآن پاک کا منظوم ترجمہ مولوی ملاح نے 1970ء کے عشرے میں کیا۔ بیت، وائی، کافی اور مولود وغیرہ سندھی زبان کی مخصوص شعری اصناف ہیں۔ جدید ادبی رجحانات میں سندھی زبان بھی دوسری زبانوں کے ساتھ ساتھ متاثر ہوئی۔

پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد جدید افسانہ، ڈراما نگاری، ادبی تحقیق اور دوسرے علمی میدانوں میں خاصا کام ہوا ہے۔ جدید ادیبوں نے روایتی انداز کو جدید رجحانات سے ہم آہنگ کیا ہے اور تمام تر نثری اصناف کو جلا بخشی ہے۔سندھی زبان کی ترقی کا ادارہ فعال کردار ادا کر رہا ہے۔تحقیق وتنقید میں بھی نمایاں ترقی ہوئی ہے۔

3- پشتو *(Pushto)*

پشتو یا پختو پاکستان کے صوبہ خیبر پختونخوا میں بولی جانے والی زبان ہے۔ اس زبان کی ابتدا قریباً پانچ ہزار سال قبل افغانستان کے علاقے باختر یا بخت میں ہوئی تھی۔اس نسبت سے اس زبان کے بولنے والوں کو پشتون یا پختون کا نام دیا گیا ہے۔

دوسری زبانوں کی طرح پشتو زبان کے ادب کا آغاز بھی شاعری ہی سے شروع ہوا تھا کیونکہ اس کی پہلی کتاب آٹھویں صدی عیسوی کے دوسرے نصف میں لکھی گئی جس کا نام ''پٹہ خزانہ'' ہے۔چودھویں صدی عیسوی کے آخر تک پشتو ادب بیرونی اثرات جذب کر چکا تھا۔اس میں عربی اور فارسی کے الفاظ کی تراکیب شامل نظر آتی ہیں۔

پشتو زبان کے تین لہجے ہیں۔ایک لہجہ شمال مشرق کے علاقوں کا، دوسرا جنوب مغرب کے علاقوں کا اور تیسرا زئی قبائل کا ہے۔ان تینوں کے مابین بنیادی طور پر صرف تلفظ کا فرق پایا جاتا ہے۔

پشتو زبان میں نظم کا پہلا شاعر امیر کروڑ کو سمجھا جاتا ہے۔غیاث الدین بلبن اور شیر شاہ سوری کے دور میں قصیدہ اور مدح کی

اصناف پشتو ادب کا حصہ بنیں۔ محققین کو بارہ سو صفحات پر مشتمل ''تذکرۃ الاولیا'' نام کی ایک قدیم تصنیف ملی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور کے پشتو شعرا نے حمد و نعت کی اصناف پر بھی طبع آزمائی کی تھی۔

محمود غزنوی کے دور میں سیف اللہ نامی ایک شخص نے باقاعدہ طور پر پشتو کے حروف تہجی تیار کیے جو آج تک رائج ہیں۔

پشتو شاعری میں جو موضوعات نمایاں طور پر پائے جاتے ہیں ان میں حریت، غیرت اور جنگ وغیرہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ تصوف کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ ''مُلّا مَست'' اس اسلوب کے امام مانے جاتے ہیں۔ خوشحال خاں خٹک پشتو زبان کے عظیم شاعر ہیں۔ یہ صاحب قلم ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ سیف بھی تھے۔ اس کا اظہار انھوں نے ان الفاظ میں کیا ہے: ''خوشحال کے لیے وہ لمحات قابلِ دید ہیں جب تلوار اور زرہوں کی جھنکار ہوتی ہے۔'' خوشحال خاں نے اپنی شاعری میں مختلف شعبہ ہائے زندگی کے متعلق لکھا۔ ان میں عشقِ حقیقی، عشقِ مجازی، تصوّف، اخلاق، حرّیت اور بہادری کے موضوعات نمایاں ہیں۔

پشتو ادب کے دوسرے بڑے شاعر رحمان بابا ہیں۔ یہ فقیر صفت شاعر ہمیشہ عشق و مستی کی کیفیات میں مگن رہتے تھے اور یہی ان کی شاعری کے موضوع بھی تھے۔ ان کے نزدیک عشق ہی کائنات کی تخلیق کا باعث ہے۔ رحمان بابا کو پشتون معاشرے میں ایک اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ خوشحال خاں خٹک اور رحمان بابا کا اسلوب پشتو ادب میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کی چھاپ بعد میں آنے والے شعرا پر بھی نظر آتی ہے۔

پشتو ادب میں لوک گیت کا بے مثال سرمایہ موجود ہے۔ اس کی کئی صورتیں ہیں مگر چار بیتہ، ٹپہ اور لیمکئی وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ بعض شعرا نے لوک گیتوں کی مختلف صورتوں کو اپنی شاعری کا بھی موضوع بنایا ہے۔ ان شعرا میں نور دین اور مُلّا مقصود وغیرہ شامل ہیں۔

پشتو نثری ادب نے بیسویں صدی میں ترقی کرنا شروع کی۔ قیامِ پاکستان کے بعد جدید تعلیم کے زیرِ اثر نئے نظریات اور خیالات کے حامل اہلِ قلم نے پشتو لغات، قواعد نویسی، سوانح نگاری، افسانہ نویسی، ناول اور ڈرامے وغیرہ لکھنے میں نمایاں کام کیا۔

4- بلوچی (Balochi)

پاکستان کے صوبہ بلوچستان میں بلوچی زبان بولی جاتی ہے، جس کا تعلق آریائی زبانوں سے ہے۔ بلوچی زبان کی

قدامت اوراس کے خاندان کے بارے میں کتنے ہی نظریات کیوں نہ ہوں، لیکن یہ حقیقت ہے کہ بلوچی ادب کی ترقی کا زمانہ قیامِ پاکستان کے بعد کا ہے۔ بلوچی زبان کے دو اہم لہجے ہیں ایک سلیمانی اور دوسرا مکرانی۔ اگرچہ بلوچی رسم الخط پہلے ایجاد ہو چکا تھا مگر قدیم بلوچی ادب تحریری صورت میں بہت دیر بعد آیا۔

مجموعی طور پر بلوچی شاعری کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ بلوچی شاعری میں زیادہ اہم اور پہلا حصہ رزمیہ شاعری کا ہے۔ اس کے موضوعات میں ہمت، جاہ وجلال، غیرت اور بہادری وغیرہ شامل ہیں۔

دوسرا حصہ عشقیہ شاعری کا ہے۔ اس میں حسن وعشق، شباب اور دوسرے موضوعات پائے جاتے ہیں۔

تیسرا حصہ لوک داستانوں پر محیط ہے۔ اس میں لوری اور موتک کی اصناف قدیم زمانے سے معاشرتی زندگی کا عکس پیش کرتی آئی ہیں۔

1840ء سے بلوچی زبان کی قدیم شاعری کو روشناس کرانے کا کام شروع ہوا۔ بلوچی ادب کے قدیم اور کلاسیکی ادب میں میر چاکر خان، حسن زندو، پیرنگ وگران، نازشہ، مرید دہانی وغیرہ کے قصے مشہور ومقبول ہیں۔

بلوچی زبان وادب کی تاریخ پر سب سے پہلی کتاب شیر کمسر مری نے لکھی۔ انگریزوں کے دور میں جو بلوچی شاعری تخلیق کی گئی اس میں تصوف، اخلاقیات، اور انگریزوں کے خلاف نفرت کے عنوانات ملتے ہیں۔ اس دور کا بلند پایہ شاعر ''مست توکلی'' ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد اردو حروفِ تہجی کو گھٹا بڑھا کر بلوچی کے لیے ایک معیاری رسم الخط ایجاد کیا گیا ہے۔ بلوچی رسائل وجرائد نے بلوچی ادب کی تیز رفتار ترقی کا آغاز کیا۔

1960ء میں پہلا بلوچی مجلّہ شائع ہونے سے بلوچی زبان میں صحافت اور ادب کو ایک نیا رخ ملا ہے۔ بلوچستان یونیورسٹی نے بلوچی زبان میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری کا اجرا کیا ہے۔

5- کشمیری *(Kashmiri)*

جدید تحقیق کے مطابق کشمیری زبان وادی سندھ کی زبان سے منسلک ہے۔ اس کے کئی مشہور لہجے ہیں جن میں مسلمانکی، ہندکی، گندورو اور گامی زیادہ مشہور ہیں۔ معیاری وادبی لہجہ گندورو کو سمجھا جاتا ہے۔ کشمیری ادب کو درج ذیل پانچ مختلف ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلے دور میں لوک گیتوں کو فروغ ملا، اس قسم کی شاعری میں کشمیری سماج کی اجتماعی سوچ اور احساس کا اظہار پایا جاتا ہے۔

اسے کشمیری لہجے میں رؤف یا لول کہا جاتا ہے۔ دوسرے دور میں الٰہیات کے موضوعات پر لکھا گیا۔ اس دور کے مشہور شاعر شتی کنٹھ تھے۔ تیسرے دور میں عشقیہ داستانوں کو منظوم کرنے کی روایت پڑی۔ حبہ خاتون اس عہد کی اہم شاعرہ گزری ہیں۔ اس دور کے منظوم قصوں کو کشمیری کے علاوہ اہم فارسی و عربی قصوں کو بھی کشمیری زبان میں پیش کیا گیا۔ جن کے لیے ارمنی لال اور ملاّ فقیر وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ چوتھے دور میں کشمیری زبان وادب پر روحانی اثر غالب رہا، جس کے روحِ رواں محمود گامی تھے۔ پانچواں دور جدید ادب کے زیرِ سایہ پلا بڑھا۔ یہ اپنے اندر نئے فکری رجحانات رکھتا ہے۔ غلام احمد مہجورؔ کو اس دور میں اہم مقام حاصل ہے۔ کشمیری ادب میں مقامی تخلیقات کے ساتھ دوسری زبانوں سے تراجم بھی ہوئے۔ ایرانی ادب کو خاص طور پر غزل اور مثنوی کے تراجم کے بعد کشمیری شعراء اور ادیبوں نے اختیار کیا۔ آزاد کشمیر یونیورسٹی میں کشمیریات کا مضمون پڑھایا جارہا ہے۔

6- سرائیکی (Saraiki)

سرائیکی زبان دریائے سندھ کے دونوں جانب پاکستان کے وسطی علاقوں میں بولی جاتی ہے۔ اس کے اہم اضلاع صوبہ پنجاب میں میانوالی، بھکر، لیّہ، ڈیرہ غازی خاں، راجن پور، ملتان، خانیوال، بہاولنگر اور بہاولپور وغیرہ ہیں۔ پنجاب کے علاوہ اس زبان کے علاقے باقی تین صوبوں میں بھی ہیں مثلاً سندھ میں کشمور، جیکب آباد اور سکھر، بلوچستان میں بارکھان، نصیر آباد اور جھل مگسی؛ خیبر پختونخوا میں ڈیرہ اسماعیل خاں اور ٹانک کے اضلاع میں آبادی کی ایک بڑی تعداد سرائیکی بولنے والوں کی ہے۔ سرائیکی ادب کے بڑے بڑے شعرا میں حضرت سچل سرمستؒ اور حضرت خواجہ غلام فریدؒ شامل ہیں۔ اس زبان میں مضامین، افسانے اور ڈرامے وغیرہ لکھے جارہے ہیں۔ یہ زبان بھی ترقی کی جانب گامزن ہے۔

7- براہوی (Brahvi)

پاکستان میں براہوی زبان بولنے والوں کی اکثریت صوبہ بلوچستان کے علاقے قلات اور اس کے اردگرد کے علاقوں میں آباد ہے۔ براہوی عام طور پر فارسی اور عربی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔ اس زبان میں لوک ادب موجود ہے جس میں ''لیلیٰ مور'' کی کہانی زیادہ مشہور ہے۔ اٹھارویں صدی میں ملک دادا نے ''تحفۃ العجائب'' تصنیف کی جسے براہوی زبان کا پہلا معیاری ادبی

سرمایہ مانا جاتا ہے۔اس کے بعد مولانا نبوجان اور مولانا محمد عمر دین پوری نے اس زبان کے اعلیٰ علمی خزانے میں نمایاں اضافہ کیا۔ براہوی زبان میں قرآن کریم کے تراجم کے ساتھ ساتھ مختلف دینی موضوعات پر تصانیف بھی موجود ہیں۔ نیز اس میں اخبارات ورسائل کی اشاعت بھی جاری ہے۔ براہوی کے ممتاز اہلِ قلم میں ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوی، نادر قمبرانی اور پیرل محمد زبیرانی وغیرہ شامل ہیں۔اس زبان میں تعلیم و تحقیق کے لیے بلوچستان یونیورسٹی میں ''شعبہ براہوی'' بھی قائم ہے۔کوئٹہ میں قائم براہوی اکیڈمی براہوی زبان وادب کے فروغ کے لیے اہم کردار ادا کررہی ہے۔

8- ہندکو (Hindko)

ہندکو زبان پنجاب کے اضلاع راولپنڈی اور اٹک، خیبر پختونخوا کے اضلاع ایبٹ آباد، مانسہرہ، ہری پور، پشاور اور کوہاٹ وغیرہ میں بولی جاتی ہے۔اس زبان کے فروغ کے لیے ادارہ فروغ ہندکو پشاور، بزم علم وفن ایبٹ آباد اور حلقۂ یاراں شنکیاری اہم کردار ادا کررہے ہیں۔اس زبان کی ترقی کے لیے اورنگزیب غزنوی کی نگرانی میں پشاور سے ایک ماہانہ میگزین "فروغ" کے نام سے شائع ہوتا ہے۔ ہندکو زبان ادب کی ترقی کے لیے پروفیسر صوفی عبدالرشید، کرنل فضل اکبر، آصف ثاقب، شریف حسین شاہ، پروفیسر محمد فرید، پروفیسر یحییٰ خالد، نذیر کسالوی اور محمد حنیف جیسی شخصیات نے بہت کام کیا ہے۔اس زبان میں پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی دی جارہی ہے۔

پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کا کردار
(Role of Minorities in Pakistan)

پاکستان کے 1973ء کے آئین میں اقلیتوں کے حقوق کا مکمل تحفظ کیا گیا ہے۔آئین کے تحت ان کو تمام حقوق حاصل ہیں۔انھیں اپنے مذہب کے مطابق عبادت کرنے، رسوم ادا کرنے، اپنے مذہبی اصولوں کی نشرو اشاعت کرنے اور اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے کی مکمل آزادی ہے۔پاکستان کے آئین میں ان کو علیحدہ نمائندگی دی گئی ہے۔حکومت نے اقلیتوں کے لیے جداگانہ طریقہ انتخاب ختم کرکے مخلوط طریقِ انتخاب رائج کردیا ہے۔اس طرح اقلیتوں کا دیرینہ مطالبہ پورا کیا گیا ہے۔قومی اسمبلی

میں اقلیتوں کے لیے دس نشستیں، پنجاب اسمبلی میں آٹھ، سندھ اسمبلی میں نو، خیبر پختونخوا اسمبلی میں تین اور بلوچستان اسمبلی میں بھی تین نشستیں مخصوص کی گئی ہیں۔ ہماری وفاقی اور صوبائی کابینہ میں بالعموم ایک غیر مسلم وزیر شامل ہوتا ہے۔

معاشی میدان میں بھی شہریوں کو یکساں مواقع فراہم کیے جاتے ہیں تاکہ وہ اپنی معاشی حالت کو زیادہ سے زیادہ بہتر بنا سکیں۔ سرکاری ملازمت حاصل کرنے کے سلسلے میں اقلیتوں کے حقوق مسلمانوں کے مساوی ہیں۔ آئینِ پاکستان تمام شہریوں کو یکساں سیاسی، معاشی اور معاشرتی حقوق فراہم کرتا ہے جس کی وجہ سے اچھی شہریت کو فروغ ملتا ہے۔

11 اگست 1947ء کی قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ کی تقریر کے حوالے سے اقلیتوں کا مقام

11 اگست 1947ء کو قائداعظم رحمتہ اللہ علیہ نے اقلیتوں کے مقام کے حوالے سے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

''ہند کی تقسیم کے بعد کسی ایک مملکت یا دوسری مملکت میں اقلیتوں کا وجود ناگزیر ہے۔ آپ میں سے ہر شخص خواہ وہ اس ملک کا پہلا شہری ہے یا دوسرا یا آخری، سب کے حقوق و مراعات اور فرائض مساوی ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ کس کا کس فرقہ سے تعلق ہے اور ماضی میں اس کے آپ کے ساتھ کس قسم کے تعلقات تھے اور اس کا رنگ ونسل یا عقیدہ کیا ہے، تو آپ کس قدر ترقی کریں گے، اس کی کوئی انتہا نہ ہوگی۔ اس مملکتِ پاکستان میں آپ آزاد ہیں۔ اپنے مندروں میں جائیں، اپنی مساجد میں جائیں یا کسی اور عبادت گاہ میں۔ آپ کا کسی مذہب، ذات پات یا عقیدے سے تعلق ہو، کاروبارِ مملکت کا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔

''جیسا کہ آپ کو تاریخ کے حوالے سے علم ہوگا کہ انگلستان میں کچھ عرصہ قبل حالات اس سے بھی ابتر تھے جیسے کہ آج ہندوستان میں پائے جاتے ہیں۔ رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ نے ایک دوسرے پر ظلم ڈھائے۔ آج بھی ایسے ممالک موجود ہیں جہاں ایک مخصوص فرقے کے ساتھ امتیاز برتا جاتا ہے اور ان پر پابندیاں عائد کی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم ایسے حالات اور ایسے زمانے میں سفر کا آغاز کر رہے ہیں جب اس طرح کی تفریق روا نہیں رکھی جاتی۔ مختلف ذاتوں اور عقائد میں کوئی تفریق نہیں کی جاتی۔ ہم اس بنیادی اصول کے ساتھ ابتدا کر رہے ہیں کہ ہم سب ایک مملکت کے یکساں شہری ہیں۔''

ایک صحافی نے قائداعظم رحمتہ اللّٰہ علیہ سے سوال کیا: ''کیا آپ گورنر جنرل کی حیثیت سے اقلیتوں کے مسئلے کے بارے میں ایک مختصر سا بیان دے سکتے ہیں۔''

قائداعظم رحمتہ اللّٰہ علیہ نے جواب دیا: ''اس وقت تو میں ایک نامزد گورنر جنرل ہوں (ایک لمحے کے لیے یہ فرض کر لیتے ہیں کہ 15 اگست 1947ء کو میں واقعی پاکستان کا گورنر جنرل ہوں گا) اس مفروضے کے بعد میں آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اقلیتوں کا تحفظ کیا جائے گا۔ ان کا تعلق خواہ کسی فرقے سے ہو۔ ان کا مذہب یا عقیدہ محفوظ ہوگا۔ ان کی عبادت کی آزادی میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی۔ انھیں اپنے مذہب، عقیدے، اپنی جان اور اپنے تمدن کا تحفظ حاصل ہوگا۔ وہ بلا امتیاز، ذات پات اور عقیدہ، ہر اعتبار سے پاکستان کے شہری ہوں گے۔ ان کو حقوق و مراعات حاصل ہوں گی۔ اقلیتیں اس مملکت کے کاروبار میں اپنا کردار ادا کریں گی جب تک کہ وہ مملکت کی وفادار اور صحیح معنوں میں خیر خواہ ہوں گی۔ جہاں تک مجھے اختیار حاصل ہے انھیں کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہونا چاہیے۔ میں یہ توقع کر سکتا ہوں کہ بھارت کے مسلمانوں کے ساتھ بھی اسی طرح کا منصفانہ سلوک روا رکھا جائے گا جیسا کہ ہم غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔''

اقلیتوں نے ہمیشہ ہر شعبے میں نمایاں کارکردگی دکھانے کی کوشش کی ہے۔ قانون کے شعبے میں جسٹس اے آر کارنیلیس کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ آپ نے گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ آپ شریعت اور فقہ میں مہارت رکھتے تھے۔ آپ سپریم کورٹ آف پاکستان کے چیف جسٹس رہے۔ انھوں نے 1973ء کا آئین مرتب کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ جسٹس (ریٹائرڈ) رانا بھگوان داس بھی سپریم کورٹ کے جج رہے۔ ڈاکٹر عبدالسلام نے فزکس میں اہم خدمات انجام دیں۔

گروپ کیپٹن ایرک گارڈن ہال، ونگ کمانڈر نذیر لطیف، ونگ کمانڈر مارون مڈل کوٹ، سکواڈرن لیڈر پیٹر کرسٹی اور فلائیٹ لیفٹیننٹ ولیم ڈی ہارولے، کو ان کی شاندار کارکردگی کی بنا پر اعلیٰ سول اور فوجی اعزاز دیے جا چکے ہیں۔ ہرچرن سنگھ پاک فوج میں شامل ہونے والے پہلے سکھ افسر ہیں۔

صحت کے شعبے میں ڈاکٹر روتھ فاؤ نے جذام کے مریضوں کے لیے مرتے دم تک بہت کام کیا۔ میر پور خاص کے ڈاکٹر ڈریگو غریب لوگوں کے علاج کے لیے خصوصی شہرت رکھتے ہیں۔ وہ صدارتی ایوارڈ یافتہ بھی ہیں۔

کھیل کے میدان میں کرکٹ میں انیل دلپت اور انتاؤ ڈی سوزا، فٹ بال میں مائیکل مسیح جبکہ کشتی رانی میں بہرام ڈی آواری کے نام مشہور ہوئے۔

مشقی سوالات

(حصہ اوّل)

1 (الف) ہر سوال کے چار جوابات دیے گئے ہیں۔ درست جواب پر (✔) کا نشان لگائیں۔

-1 2017ء کی مردم شماری کے مطابق پاکستان کی آبادی تھی:

(الف) قریباً 65.3 ملین　　(ب) قریباً 84.2 ملین

(ج) قریباً 132.3 ملین　　(د) قریباً 207.7 ملین

-2 اعلیٰ ثانوی تعلیم کا کورس ہوتا ہے:

(الف) 5 سال　　(ب) 4 سال

(ج) 3 سال　　(د) 2 سال

-3 2018-19ء کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں شرح خواندگی ہے۔

(الف) 45 فیصد　　(ب) 55 فیصد

(ج) 60 فیصد　　(د) 62.3 فیصد

-4 پاکستان کی قومی اسمبلی میں اقلیتوں کے لیے نشستیں مخصوص ہیں:

(الف) 8　　(ب) 10

(ج) 12　　(د) 14

-5 اُردو کے پہلے صاحبِ دیوان شاعر تھے:

(الف) مرزا محمد رفیع سودا　　(ب) سلطان محمد قلی قطب شاہ

(ج) میر تقی میر　　(د) خواجہ میر درد

-6 پاکستان میں پہلی مردم شماری ہوئی:

(الف) 1950ء　　(ب) 1951ء

(ج) 1952ء　　(د) 1953ء

7- بلوچستان کے علاقے قلات اور اس کے ارد گرد مقامی زبان بولی جاتی ہے:

(الف) بلوچی (ب) براہوی

(ج) سرائیکی (د) ہندکو

(ب) مختصر جواب دیں۔

1- پنجابی زبان کے تین اہم قصوں کے نام لکھیں۔

2- یونیورسٹی کی تعلیم سے کیا مراد ہے؟

3- دیہی اور شہری آبادی کی تقسیم سے کیا مراد ہے؟

4- افراطِ آبادی سے کون سے مسائل پیدا ہو رہے ہیں؟

5- پشتو زبان کی ترقی میں رحمان باباؒ کا کیا کردار ہے؟

6- حبہ خاتون کون تھیں؟

7- پاکستان کے اہم کھیل کون سے ہیں؟

8- تعلیمی مسائل کے حل کے لیے حکومتی سطح پر کیے جانے والے پانچ اقدامات بیان کریں۔

(حصہ دوم)

2 درج ذیل سوالات کے تفصیل سے جواب دیں۔

1- پاکستانی معاشرے اور ثقافت کے بنیادی خدوخال بیان کریں۔

2- پاکستان کے تعلیمی ڈھانچے کی وضاحت کریں۔

3- پاکستان میں قومی رابطے کی زبان اردو کو کیوں کہا جاتا ہے؟

4- اردو، پنجابی اور سندھی زبان کے مختلف ارتقائی مراحل کی وضاحت کریں۔

5- پاکستان کے اہم معاشرتی مسائل کی وضاحت کریں۔

6- پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کے کردار کی وضاحت کریں۔

-7 علاقائی ثقافتی مماثلتیں ذریعہ یکجہتی اور یگانگت ہیں، وضاحت کریں۔

-8 درج ذیل زبانوں کے حوالے سے مختلف شعرا اور نثر نگاروں کا کام بیان کریں۔

(الف) بلوچی (ب) پشتو (ج) کشمیری

سرگرمیاں

i- مردم شماری کے حوالے سے ایک مباحثے کا انتظام کریں۔

ii- پاکستان کی بڑھتی ہوئی آبادی اور اس کے نقصانات پر تقریری مقابلے کا اہتمام کریں۔

باب 10

تحفظِ نسواں
(Protection of Women)

تدریسی مقاصد:

اس سبق کے مطالعے سے طلبہ اس قابل ہو سکیں گے کہ وہ:

1- صنف کی تعریف بیان کر سکیں۔
2- صنفی تفریق کا شعور اور آگاہی حاصل کر سکیں۔
3- صنف کی بنیاد پر معاشرتی سرگرمیوں سے واقف ہو سکیں۔
4- اسلام میں مرد و عورت کی حیثیت اور صنفی امتیازات کے بارے میں جاننے کے قابل ہو سکیں۔
5- صنفی مسائل اور ان کے حل کے بارے میں سمجھ سکیں۔
6- پنجاب حکومت کے ''تحفظِ نسواں ایکٹ 2016'' کے اہم نکات بیان کر سکیں۔
7- خواتین کے تحفظ کے لیے قائم کردہ حفاظتی مراکز کے افعال سمجھ سکیں۔

صنفی حساسیت اور اس کی آگہی
(Gender Sensitization and its Awareness)

صنف کی تعریف (Definition of Gender)

صنف سے مراد عورت اور مرد کے وہ کردار ہیں جن کا تعین معاشرہ کرتا ہے جن کی بنیاد پر لوگوں کے تصورات بنتے ہیں کہ مرد اور عورت کیا کچھ کر سکتے ہیں اور کیا نہیں اور کن وسائل تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں؟

صنف کا تعلق ان معاشرتی تعلقات سے ہے جو عورتوں، مردوں، بچیوں اور بچوں کے مابین سماجی اور اخلاقی قدروں نے متعین کیے ہیں۔ مختلف معاشروں میں عورتوں، مردوں، بچوں اور بچیوں کے روابط مختلف ہیں۔ بعض معاشروں میں یہ سماجی تعلقات زیادہ مضبوط ہوتے ہیں، ان میں مردوں اور عورتوں کو تعلیم، صحت، ملازمت اور دیگر شعبوں میں برابر کے مواقع ملتے ہیں جب کہ کچھ معاشروں میں یکساں سہولتیں میسر نہیں ہوتیں۔ اس کے برعکس جنس، متعین کردہ حیاتیاتی تفریق کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

مرد اور عورت دونوں یکساں طور پر کام کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں مثلاً کھانا پکانا، صفائی کرنا اور گاڑی وغیرہ چلانا۔صنفی کردار کسی معاشرے، کمیونٹی یا دوسرے معاشرتی گروہوں میں سیکھے ہوئے رویے ہیں، جو عورت اور مرد کی سرگرمیاں، اہداف اور ذمہ داریاں تقسیم کرتے ہیں۔انسانی کردار جہاں عمر، نسل، اخلاقیات اور مذہب سے متاثر ہوتا ہے وہیں جغرافیائی، معاشی اور سیاسی ماحول سے بھی متاثر ہوتا ہے۔

صنفی کردار سازی (Character Development of Gender)

صنفی کردار سازی سے مراد وہ معاشرتی عمل ہے جس کے ذریعے مرد اور عورت کو مخصوص معاشرتی کردار نبھانے کا طریقہ سکھایا جاتا ہے مثلاً لڑکے کو بیٹ یا ہاکی دو، لڑکی کو گڑیا، لڑکا باہر کے کام کرے، لڑکی گھرداری کرے وغیرہ۔تاہم بات یہ ہے کہ کردار سازی کے اس عمل میں لڑکوں اور لڑکیوں کو یکساں مواقع فراہم کیے جانے چاہییں۔

صنفی کردار سازی کے ادارے (Institutions of Character Building for Gender)

والدین، گھر، محلہ، معاشرہ، سکول/تعلیمی ادارے، ذرائع ابلاغ، کام کی جگہ، ریاستی، حکومتی، سیاسی اور مذہبی ادارے صنفی کردار سازی کے اداروں کے طور پر کام کرتے ہیں۔

صنف کی بنیاد پر سرگرمیاں
(Activities on the Basis of Gender)

1- معاشی سرگرمیاں (Economic Activities)

معاشی سرگرمیاں اشیا کی پیداوار اور ان کی خرید و فروخت کی خدمات پر مشتمل ہوتی ہیں جن سے آمدن حاصل ہوتی ہے مثلاً زرعی شعبے یا فیکٹری میں کام کرنا۔ان سرگرمیوں سے حاصل شدہ رقم سے روزمرہ کے اخراجات پورے کیے جاتے ہیں۔صنف کی سماجی ساخت نے یہ سرگرمیاں مردوں پر عائد کی ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ اس پیداواری کام میں عورتیں بھی شریک ہوتی ہیں جیسے زراعت کے شعبہ میں عورت کا کلیدی کردار ہے۔اس کے علاوہ خواتین تعلیم، صحت اور صنعتی شعبوں میں مردوں کے شانہ بشانہ کام کر رہی ہیں۔

2- سیاسی سرگرمیاں (Political Activities)

سیاسی فیصلہ سازی کے عمل میں مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین بھی اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔صوبائی اور قومی اسمبلیوں میں خواتین کی شمولیت (33%) پہلے کے مقابلے میں زیادہ ہے۔

3- سماجی وثقافتی سرگرمیاں (Social and Cultural Activities)

مردوخواتین دونوں اس سرگرمی کا حصہ ہیں اور اپنے طور پر اسے نبھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس میں سماجی تعلقات، لوگوں سے ملنا جُلنا، شادی بیاہ میں شرکت، بیمار کی عیادت کرنا، تعزیت کرنا، مشکل میں کسی دوسرے کی مدد کرنا اور تقریبات میں شرکت کرنا نمایاں سماجی اور ثقافتی سرگرمیاں ہیں۔

4- صنفی ترقی کا فروغ (Promotion of Gender Development)

جب قومی اعدادوشمار کا جائزہ لیا جاتا ہے تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ بہت سے شعبوں میں ترقی امتیازی بنیادوں پر ہوئی ہے۔ یہ ترقی زیادہ تر مردوں کے حق میں جاتی ہے جس کے باعث زیادہ تر خواتین کو صحت، تعلیم، روزگار اور اعلیٰ انتظامی عہدوں تک رسائی ممکن نہیں ہوتی۔ یہاں ہمیں یہ پیغام ملتا ہے کہ یکساں، منصفانہ اور پائیدار ترقی کے لیے مقتدر حلقوں کو عورتوں اور ان کی ضرورتوں اور ترجیحات کو اتنی ہی اہمیت دینی چاہیے جتنی مرد اور اس کی ضرورتوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔

خواتین معاشرے کے ہر شعبے میں اہم اور فعال ترین ذمہ داریاں ادا کرتی ہیں۔ خواتین بطور پائلٹ، اساتذہ، ڈاکٹرز، نرسز، انجینئرز، سیاسی وسماجی قائد، ہر شعبۂ زندگی میں نمایاں طور پر اپنا کردار ادا کر رہی ہیں مثلاً پاکستان میں چند نمایاں خواتین کا تذکرہ ضروری ہے:

محترمہ فاطمہ جناح نے تحریک پاکستان کے دوران قائداعظمؒ کے ساتھ مل کر انتھک محنت کی۔ محترمہ بے نظیر بھٹو عالمِ اسلام کی پہلی خاتون وزیر اعظم تھیں۔ اسی طرح ارفع کریم پاکستان کی کم عمر ترین مائیکروسافٹ سرٹیفائیڈ پروفیشنل اور ملالہ یوسف زئی دنیا کی کم عمر ترین نوبل انعام یافتہ طالبہ ہیں۔ شہناز لغاری پہلی پائلٹ خاتون اور مریم مختیار پاکستان کی پہلی شہید پائلٹ تھیں۔

اسلام اور صنف

(Islam and Gender)

نکاح ------------------ اسلامی نقطہ نظر سے:

ہر معاشرہ خاندان کی بنیاد پر وجود میں آتا ہے۔ یہ خاندان شوہر اور بیوی کے پاکیزہ رشتے سے بنتا ہے۔ ہمارے معاشرے کے اعتبار سے ایک اہم سوال یہ ہے کہ کیا مرد یا عورت اپنی شادی کے سلسلہ میں فیصلہ کن اختیار کے مالک ہیں یا

نہیں؟ عموماً مردوں کے اس اختیار کو تسلیم کیا جاتا ہے لیکن عورتوں کے اختیار پر کئی طرح کی پابندیاں لگائی جاتی ہیں۔ بظاہر اس ضمن میں سب سے اچھی صورتِ حال یہ ہے کہ یہ رشتہ ہونے سے پہلے مرد و عورت کے خاندان کے سب افراد اس رشتے سے مطمئن ہوں۔ تاہم اگر ایسی صورت حال نہ ہو تو قانونی طور پر ہر مرد و عورت اس معاملے میں خود مختار ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید کے مطابق نکاح ایک معاہدہ ہے جو بنیادی طور پر دو بالغ اور معاملہ فہم مرد و عورت کے درمیان وجود میں آتا ہے۔ وہی دونوں اکٹھے زندگی گزارتے ہیں اور وہی تمام ذمہ داریاں قبول کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ لازم ہے کہ معاہدے کی انجام دہی میں دونوں کو تسلیم کیا جائے۔ قرآن مجید کی تعلیمات کی روشنی میں والدین کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ بچیوں کی شادی ان کی رضامندی سے کریں۔

خُلَع اور طلاق (Khula and Divorce)

اسلام میں خلع اور طلاق پسندیدہ عمل نہیں ہے تاہم مجبوری کی حالت میں اسلام نے مرد کو حق دیا ہے کہ وہ طلاق دے سکتا ہے اور عورت خلع حاصل کر سکتی ہے۔

تشدّد (Violence)

"تشدّد" سے مراد کسی فرد کو جسمانی نقصان پہنچانا یا ذہنی دباؤ مسلط کرنا ہے، ان میں گھریلو تشدّد، جسمانی تشدّد، نفسیاتی دباؤ، معاشی استحصال، تعاقب یا پیچھا کرنا اور سائبر کرائم (موبائل/کمپیوٹر یا انٹرنیٹ کے ذریعے کیے جانے والے جرائم یا دھمکیاں) شامل ہیں۔

خواتین کی موجودہ صورتِ حال

(Present Conditon of Women)

آج اکیسویں صدی میں خواتین کو بہت سے حقوق مل تو گئے ہیں لیکن پھر بھی ان کے لیے صورت حال کچھ زیادہ تسلی بخش نہیں ہے۔ جائیداد کی وراثت میں خواتین سے امتیازی سلوک، کام کی جگہوں پر ان سے بدسلوکی، گھر میں خاوند کا ناروا رویّہ، مردوں کے برابر کام کرنے کے باوجود کم اُجرت، جہیز نہ لانے پر سسرال والوں کا تشدّد آمیز رویّہ، لڑکیوں کی تعلیم کے معاملے میں والدین کی تنگ نظری، حقوق کی پامالی وغیرہ خواتین کے لیے عام عمل ہیں۔ قانون کسی حد تک ان کے حقوق کے تحفظ کے لیے کوشاں ضرور رہا ہے لیکن اپنے حقوق کی بازیابی کے لیے ان کی عدالتوں تک رسائی آسان نہ تھی۔

پنجاب حکومت کا تحفظِ نسواں ایکٹ 2016ء

(The Punjab Protection of Women Against Violence Act 2016)

مندرجہ بالا باتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے حکومت پنجاب نے تشدد کی صورت میں خواتین کے تحفظ کا ایکٹ 2016ء (Protection of Women Against Violence Act 2016) پنجاب اسمبلی میں پیش کیا جسے 24 فروری 2016ء کو متفقہ طور پر منظور کر لیا گیا۔ اس ایکٹ کا مقصد متاثرہ خواتین کو انصاف کی فراہمی ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ اس ایکٹ کے ذریعے خواتین کو مندرجہ ذیل جرائم سے جامع تحفظ دیا گیا ہے:

- ☆ گھریلو تشدّد
- ☆ جذباتی اور نفسیاتی بدسلوکی
- ☆ معاشی عدمِ مساوات
- ☆ ہراساں کرنا
- ☆ سائبر کرائمز

اس ایکٹ کے ذریعے خواتین کے تحفظ کے لیے کئی اقدامات کیے گئے ہیں جیسا کہ:

- ☆ متاثرہ خواتین کے لیے یونیورسل ٹال فری نمبر (1043) کا اجرا
- ☆ تمام اضلاع میں انسدادِ تشدّد مرکز برائے خواتین اور دارالامان مراکز کا قیام
- ☆ انسدادِ تشدّد مرکز برائے خواتین میں وومن پروٹیکشن آفیسر اور ضروری عملے کی تعیناتی جو فریقین کے درمیان ثالثی کر کے صلح وغیرہ کروائے گا۔
- ☆ اردو زبان میں اشتہارات کے ذریعے خواتین کے تحفظ کے ایکٹ اور تحفظ کے نظام کے متعلق لوگوں کو آگاہی دینے کا انتظام۔
- ☆ متعلقہ سرکاری حکام کو متاثرہ خواتین کے تحفظ اور اطمینان کی ضرورت سے آگاہ کرنے کے لیے طریقہ کار وضع کرنا۔
- ☆ متاثرین کے تحفظ پر عمل درآمد کے لیے GPS سے منسلک الیکٹرانک بریسلٹ (Bracelet) اور

اینکلٹ (Anklet) کا استعمال تشدّد کے مرتکب افراد پر کیا جائے گا۔

☆ متاثرہ خواتین تحفظ یا رہائش کے لیے پروٹیکشن آفیسر عدالت سے رجوع کر سکتی ہیں۔

(i) عدالت اس ایکٹ کے مطابق شکایت کا ازالہ کرنے کی پابند ہے۔

(ii) شکایت موصول ہونے پر عدالت مدعا علیہ (جس کے خلاف مقدمہ دائر کیا جائے) کو نوٹس کے ذریعے سات یوم کے اندر حاضری کا پابند کرے گی۔

(iii) عدالت شکایت نوے (90) یوم کے اندر نمٹائے گی۔

تحفظِ نسواں ضلعی کمیٹی کے افعال

(Functions of District Women Protection Committee)

یہ کمیٹی درج ذیل امور کا خیال رکھے گی:

☆ تحفظ کے مراکز، دارالامان اور ٹال فری ہیلپ لائن کی نگرانی کرنا اور ان کی خدمات کو بہتر بنانے کے لیے ضروری اقدامات کرنا۔

☆ ضلع میں دوسرے محکموں اور اداروں سے رابطہ رکھنا تاکہ حفاظتی مراکز خواتین کے تحفظ کے مقصد کو اچھی طرح انجام دیں۔

☆ خواتین کے تحفظ کے ایکٹ 2016ء کے تحت فریقین کے درمیان ثالثی کر کے جھگڑے نمٹانا۔

☆ اس بات کو یقینی بنانا کہ کسی بھی تھانے میں درج کروائے گئے تشدد کے مقدمات اور معاملات کو طبّی معائنے کے لیے حفاظتی مراکز کے سپرد کروایا جائے۔

☆ حفاظتی مراکز اور دارالامان کو پیش آنے والے مسائل پر بحث و مباحثہ کے ذریعے ان کا ممکنہ حل تلاش کرنا۔

انسدادِ تشدّد مرکز برائے خواتین

یہ مرکز خواتین کے تحفظ کے لیے مندرجہ ذیل اقدامات کرنے کا ذمہ دار ہوگا:

☆ خواتین کے ساتھ ہونے والی بدسلوکی کا پولیس کے پاس اندراج کروانا، طبی معائنہ کروانا اور شہادتیں

اکٹھی کرنا وغیرہ۔

- ☆ متاثرہ خواتین کو فوری تحفظ فراہم کرنا۔
- ☆ شکایت کی موصولی اور حل کے لیے مؤثر نظام قائم کرنا۔
- ☆ فریقین کے درمیان مجوزہ ایکٹ کے تحت ثالثی کے ذریعے صلح کروانا۔
- ☆ خواتین کو حکومت سے متعلقہ تمام تحقیقات میں رہنمائی کے لیے ''کمیونٹی سنٹر'' کے طور پر عمل کرنا۔

مشقی سوالات

(حصہ اوّل)

1 (الف) ہر سوال کے چار جواب دیے گئے ہیں۔ درست پر (✔) کا نشان لگائیں۔

-1 خواتین کے تحفّظ کے لیے GPS سے منسلک کون سی چیز بنائی گئی ہے؟

(الف) ہار (ب) انگوٹھی

(ج) بریسلٹ (د) گھڑی

-2 عدالت متاثرہ خاتون کی شکایت کو کتنے یوم میں نمٹاتی ہے؟

(الف) 70 (ب) 80

(ج) 90 (د) 100

-3 متاثرہ خواتین کی مدد کے لیے یونیورسل ٹال فری نمبر ہے۔

(الف) 1040 (ب) 1041

(ج) 1043 (د) 1042

-4 پنجاب میں تحفظِ نسواں ایکٹ کب منظور کیا گیا؟

(الف) 5 مارچ 2016ء (ب) 24 فروری 2016ء

(ج) 10 اپریل 2016ء (د) 16 جون 2016ء

-5 سائبر کرائم سے مراد ہے۔

(الف) ٹیلی وژن کے ذریعے کیے جانے والے جرائم

(ب) ٹیلی فون کے ذریعے کیے جانے والے جرائم

(ج) موبائل اور کمپیوٹر کے ذریعے کیے جانے والے جرائم

(د) ریڈیو کے ذریعے کیے جانے والے جرائم

(حصہ دوم)

2 مختصر جواب دیں:

-1 صنف کی تعریف بیان کریں۔

-2 تشدّد سے کیا مراد ہے؟

-3 معاشرے میں خواتین پر تشدّد کی چند مثالیں دیں۔

-4 پنجاب حکومت کا خواتین کے تحفظ کے سلسلے میں نمایاں کارنامہ کیا ہے؟

3 درج ذیل سوالات کے تفصیل سے جواب دیں:

-1 انسدادِ تشدّد مرکز برائے خواتین کی ذمہ داریاں بیان کریں۔

-2 پنجاب حکومت کے تحفظِ نسواں ایکٹ 2016ء کے چیدہ چیدہ نکات بیان کریں۔

-3 ضلعی کمیٹی تحفظِ نسواں کے افعال بیان کریں۔

سرگرمیاں

(i) معاشرے کی ترقی میں خواتین کے کردار پر ایک مباحثے کا انتظام کریں۔

(ii) حکومتِ پنجاب کے تحفظِ نسواں ایکٹ 2016ء کی اہمیت اجاگر کرنے کے لیے مذاکرے کا اہتمام کریں۔

(iii) اپنے ضلع میں موجود "انسدادِ تشدّد مرکز برائے خواتین" کا مطالعاتی دورہ کریں۔